حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

بموقع

تربیتی اجتماع

برائے

ائمہ و دعاۃ

منعقدہ

بتاریخ ۲۷/نومبر ۲۰۲۲ء مطابق ۲/جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ بروز اتوار

بمقام جامع مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر، کرلا (مغرب) ممبئی-۴۰۰۰۷۰.

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

نومبر ۲۰۲۲ء / ربیع الآخر۔جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

نفس پرستی

محمد ایوب اثری (صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱلَّذِيٓ ءَاتَيۡنَٰهُ ءَايَٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنۡهَا فَأَتۡبَعَهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلۡغَاوِينَ ۝١٧٥ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخۡلَدَ إِلَى ٱلۡأَرۡضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُۚ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ ٱلۡكَلۡبِ إِن تَحۡمِلۡ عَلَيۡهِ يَلۡهَثۡ أَوۡ تَتۡرُكۡهُ يَلۡهَثۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ ٱلۡقَوۡمِ ٱلَّذِينَ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَاۚ فَٱقۡصُصِ ٱلۡقَصَصَ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الاعراف:۱۷۵-۱۷۶]

ترجمہ : اوران لوگوں کواس شخص کا حال پڑھ کرسنایئے کہ جس کوہم نے اپنی آیتیں دیں پھروہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سووہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا۔ اوراگرہم چاہتے تو اس کوان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کردیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سواسکی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگرتو اس پرحملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سوآپ اس حال کو بیان کردیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔

تشریح : جب ہم اس آیت کریمہ کے ترجمے کوسامنے رکھ کر غورکرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں کسی متعین شخص کا ذکرکیا گیا ہے جیسا کہ اکثرمفسرین کرام نے بنی اسرائیل کے ایک مستجاب الدعوۃ شخص کا نام لیا ہے جوموسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھا مگر نفسانی خواہشات اس پر غالب آگئیں اور دنیا اور شیطان کے پیچھے لگ کرگمراہ ہوگیا اس شخص کا نام بلعم بن باعورا بتایا گیا ہے لیکن اس نام کے متعلق کوئی مستند بات کہیں مذکورنہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اورایسے افراد ہرامت اور ہردور میں ہوتے رہے ہیں جوبھی اس صفت کا حامل ہوگا وہ اس کا مصداق قرار پائے گا۔

قارئین کرام: کتاب الٰہی کا علم اوراس کے مطابق عمل ایسی چیز ہے جوانسان کوعزت وسربلندی سے ہمکنار کرتی ہے اوراس سے دوری ذلت ورسوائی کے عمیق غار میں ڈھکیل دیتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: **"ان الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين"** (مسلم)

اسی طریقے سے ایک دنیا پرست اورنفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگنے والے انسان کی آرزوئیں کبھی پوری نہیں ہوسکتیں لہٰذا دنیا کے پیچھے پڑ کر اپنی آخرت کی زندگی کو برباد کرنے والے انسان کوکبھی عقلمند نہیں کہا جاسکتا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا کی حقیقت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کافرکوایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا (ترمذی) اسی طریقے سے ایک انسان جو شریعت کا پابند ہونے کے بجائے جب اپنی خواہشات کا غلام بن جائے تو اپنی ہلاکت وبربادی کیلئے بے شمار دروازے کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَفَرَءَيۡتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلۡمٖ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمۡعِهِۦ وَقَلۡبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةٗ فَمَن يَهۡدِيهِ مِنۢ بَعۡدِ ٱللَّهِۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ [جاثیہ:۲۳] ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کواپنا معبود بنارکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اوراس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور

اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے''۔ اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہش کو ترجیح دیتا یا اپنی عقل کو اہمیت دیتا ہے اور اس چیز کو اچھا سمجھتا ہے جس کو اس کا نفس اچھا اور اس کو برا سمجھتا ہے جس کو اس کا نفس برا قرار دیتا ہے۔

اس بات سے آپ اندازہ لگائیں کہ جو ہدایت کے اسباب وذرائع ہیں یعنی آنکھ، کان اور دل اگر ان پر اللہ کی طرف سے مہر لگادی جائے یا جسے اللہ گمراہ کردے اسے کون ہدایت سے ہمکنار کرسکتا ہے۔ اسی طریقے سے: ﴿ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [توبہ:۳۱] کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ آیت سن کر عرض کیا کہ یہود ونصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس چیز کو حلال قرار دیا اس کو انھوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کردیا اس کو حرام ہی سمجھا یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔ (ترمذی) کیونکہ حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ﴾ [ص:۲۶] اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی یقینا جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔ ہوس ایک شیطانی چال ہے جو انسان کے ذہن میں نت نئے خواب سجاتا ہے اور انسان ہے کہ اس خواب میں رنگ بھرنے کیلئے اس طرح سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے کہ وہ حق سے دور ہوکر باطل کی طرف نکل جاتا ہے اور ضلالت وگمراہی کی کھائی میں گرجاتا ہے اللہ نے انسان کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے: ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ أَعْمَـٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ﴾ [نمل: ۲۴] شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کرکے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔

یہ ہوس اور خواہش نفس ہی کا جادو ہے کہ انسان کو بہرہ اور اندھا کردیتا ہے نظر پر پٹی باندھ کر عقل اور ہوش سے بیگانہ ہوکر برائیوں میں ملوث ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بندہ اپنی خواہشات کو لگام لگا کر کنٹرول میں رکھتا ہے تو وہ برائیوں اور فضولیات سے دور رہتا ہے اور اس کی خواہش کا میلان افعال خیر اور شریعت کی اطاعت کی طرف ہوتا ہے۔

اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو بندہ اپنے آپ کو نفس کا غلام اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اس کا اخروی انجام کیا ہوگا اور جو اللہ سے ڈرا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا اس کا اخروی انجام کیا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَءَاثَرَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ ٱلْجَحِيمَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ وَنَهَى ٱلنَّفْسَ عَنِ ٱلْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ ٱلْجَنَّةَ هِىَ ٱلْمَأْوَىٰ﴾ [النازعات:۳۷-۴۱] پس جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے، اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔ کیونکہ جنت کو مکروہات نفس اور جہنم کو خواہش نفس سے گھیر دیا گیا ہے۔ اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو خواہشات کی غلامی سے بچائے اور جذبہ صادق کے ساتھ قرآن وسنت کی اتباع وپیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

حلقۂ حدیث

علم اور اہل علم کی فضیلت

عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمْ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمْ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ“۔(صحیح مسلم ح:2699)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لئے آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور جو شخص اس راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا ہوتا ہے، اور وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں تو ان پر سکینت (اطمینان وسکون قلب) کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس کے عمل نے اسے (خیر کے حصول میں) پیچھے رکھا، اس کا نسب اسے آگے نہیں کرسکتا۔"

راوی حدیث: اس حدیث کے راوی حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، ابوہریرہ کنیت ہے، نام عبدالرحمن بن صخر تھا، سن 7ھ میں غزوۂ خیبر کے موقع پر اسلام لائے، اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو لازم پکڑ کر سب سے زیادہ حدیث

روایت کرنے والے صحابی بن گئے۔مستقل مدینہ میں سکونت پذیر رہے،اور وہیں باختلاف روایت 57ھ یا 58ھ یا59ھ میں 78/سال کی عمر میں وفات ہوئی،ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے جو اس وقت مدینہ کے امیر تھے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج:1 ص:43)

تشریح: اس حدیث میں جہاں ایک طرف رفاہی خدمات کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسے دنیا وآخرت میں کامیابی کا ذریعہ وسبب بتلایا گیا ہے۔وہیں دوسری جانب علم شریعت حاصل کرنے ،اس کے لئے جدو جہد کرنے کی فضیلت ،قرآن مجید کی تلاوت ،اس کے درس وتدریس اور افہام وتفہیم کے لئے اکٹھا ہونے کی بھی ترغیب وفضیلت موجود ہے۔کیونکہ دینی علم سیکھنا اور سکھانا بہت معزز پیشہ ہے اور دینی تعلیم سے وابستہ افراد انتہائی قابل احترام ہیں۔اسی لئے کتاب وسنت کے اندر بکثرت علم اور اہل علم کی بڑی فضیلت ومرتبت بیان کی گئی ہے۔

علم کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب العلم میں باب قائم کیا ہے "باب العلم قبل القول والعمل" اوراس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے:

"مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ" کہ جوکوئی حصول علم کیلئے نکلتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔(سنن ترمذی ح:2646)۔

اورحضرت کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی مدینہ منورہ سے ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاننے کیلئے آیا۔حضرت ابودرداء نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو علم دین کیلئے نکلتا ہے اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔بے شک فرشتے طالب دین کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے اورارض وسماء کی ساری مخلوق حتی کہ سمندروں کی مچھلیاں گہرے پانیوں میں ان کیلئے استغفار کرتی ہیں۔عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی سارے ستاروں پر۔علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔یادرکھو کہ انبیاء کا ورثہ درہم ودینار نہیں ہوتا بلکہ علم دین ہوتا ہے جو جتنا زیادہ حاصل کرے گا اتنی ہی فضیلت حاصل کر سکے گا۔(سنن ابی داوٗد ح:3641،سنن ترمذی:2682)

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی میری فضیلت تم میں سے عام مسلمان پر ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اورارض وسماء کی ساری مخلوق ،حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں معلم خیر کیلئے دعائے رحمت بھیجتی ہیں۔(سنن ترمذی ح:2686)۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور بے شک میں علم بانٹنے والا ہوں اور اللہ مجھے عطا فرمانے والے ہیں۔یہ امت ہمیشہ خیر پر رہے گی' انہیں خوار کرنے والا

کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ (صحیح بخاری ح:3641،صحیح مسلم ح:1037)۔

علم دنیا اور آخرت دونوں میں باعث رحمت و برکت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کے ساتھ اعمال کا دفتر لپیٹ دیا جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے۔ فائدہ مند علم، صدقہ جاریہ اور نیک وصالح اولاد۔ (مسلم ح:1631)۔

یہ ساری فضیلتیں اس وجہ سے ہیں کہ علماء کی وجہ سے لوگ ہدایت پاتے ہیں، انہیں سیدھا راستہ معلوم ہوتا ہے، ماموارت ومنہیات اور حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے، اسلامی تعلیمات کی جانکاری ملتی ہے۔ یہی صرف نہیں بلکہ حصول علم کے ساتھ اسے عام کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے فرمان نبوی ہے "**بَلِّغُوا عَنِّي ولو آيَةً**" میری جانب سے پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔(صحیح بخاری ح:3641)۔

اوراس اہم فریضے کی ادائیگی کرنے والوں کے لئے بشارت بھی موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو جھنڈا دیتے ہوئے وصیت کی تھی کہ" جنگ کرنے سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو، اگر ایک آدمی کو بھی راہ ہدایت مل گئی تو یہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی متاع ہوگی۔ (صحیح بخاری ح:4210)۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس پر چلنے والوں کا اجر بھی اسے ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائیگی۔ اللہ اپنے فضل اور اپنے خزانے سے ان سب کو الگ الگ بدلہ دے گا۔ اسی طرح برائی کی طرف بلانے والوں پر اس کے پیروکاروں کے گناہوں کا وزن بھی ڈالا جائیگا، برائی کرنے والوں کے کھاتے سے نہیں بلکہ ان کیلئے الگ کھاتہ ہوگا۔ (صحیح مسلم ح:2674)۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے کوئی حدیث سنے پھر اسے یاد رکھ کر اسے دوسروں کو پہنچا دے، کیوں کہ بہت سے احکام شرعیہ کا علم رکھنے والے اس علم کو اس تک پہنچا دیتے ہیں جو اس سے زیادہ ذی علم اور عقلمند ہوتے ہیں۔ اور بہت سے شریعت کا علم رکھنے والے علم تو رکھتے ہیں، لیکن فقیہہ نہیں ہوتے"۔ (سنن ترمذی 2656)۔

غرضیکہ علم انسانیت کی معراج ہے، جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرتا، دین کی اساسیات سے واقف ہوتا اور مقصد حیات سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ علم عظمت و رفعت کی علامت ہے اور علم ہی کی بدولت اللہ مالک الملک نے انسان کو دیگر مخلوقات پر فوقیت دی۔ اسی لئے کتاب وسنت میں دینی علم حاصل کرنے کی کافی ترغیب اور علما کے مراتب عام امتیوں سے اعلیٰ وارفع بیان ہوئے ہیں۔ وحی کے علم کی حفاظت و ذمہ داری اور تبلیغ واشاعت کا فریضہ علمائے امت پر عائد ہے، اس مناسبت سے علماء کا فرض ہے کہ دینی علوم میں دلچسپی لیں اور کتاب وسنت کے احکام وفرائض، فقہی مسائل اور ضروریات دین کے متعلقہ امور سے کما حقہ بہرہ مند ہوکر تبلیغ دین کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (آمین)

اداریہ

منصب دعوت اور ہماری ذمہ داریاں

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر نظام ہے، جسے برپا کرنے کے لئے رب کائنات نے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے اسلام کے اس آفاقی نظام کو اپنی دعوت اور اس راہ میں صبر وشکیبائی اور انتھک قربانیوں کے ذریعہ اہل کائنات تک پوری امانتداری سے بلاکم وکاست پہونچا دیا، آپ ﷺ کی اس بعثت کا مقصد اصلی ہی دراصل دعوت، تعلیم اور تزکیۂ نفس تھا آپ ﷺ نے کبھی بھی ملک وسلطنت یا بادشاہت وحکومت کو اپنی محنت کا ہدف نہیں بنایا بلکہ آپ ﷺ کی محنت کا میدان انسانوں کے قلوب اور انہیں نور ایمان سے منور ومجلی کرنا اور ان تک اللہ کی توحید کو پہونچانا تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ کو ہمہ وقت یہی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ روئے زمین پر بسنے والا ایک ایک انسان کیسے نفس وطاغوت کی بندگی سے نکل کر ایک اللہ واحد کی بندگی کرنے والا، کفر وشرک اور باطل ادیان کی ظلمتوں اور تنگیوں سے نکل کر ایمان واسلام اور توحید وسنت کی روشنی اور اس کی وسعتوں میں داخل ہوجانے والا اور جہنم کے راستہ سے منہ موڑ کر جنت کے راستہ پر چلنے والا بن جائے۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے اس عظیم منصب کی ادائیگی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، جہاں بھی گئے پوری فکرمندی ودرمندی سے اللہ کا پیغام اسکے بندوں تک محبت، انسانیت، حسن اخلاق اور کردار واطوار کی بلندیوں کے ساتھ پہونچاتے رہے، مکہ کی گلیاں ہوں یا کوہ صفا کے دامن، منیٰ کی وادیاں اور گھاٹیاں ہوں یا عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ کے بازار، طائف کے ریگزار ہوں یا یثرب کے باغات ہر جگہ ایک ایک انسان کو اللہ کے دین کی دعوت پیش کی اور اس راہ میں جتنی مصیبتیں آئیں سب کو برداشت کرلیا، اس راہ میں آپ کو جھٹلایا گیا، تکذیب کی گئی، تمسخر ومذاق اڑایا گیا، طرح طرح کے طعنے دیئے گئے، ڈرایا دھمکایا گیا، مارا، پیٹا اور خون آلود کیا گیا، جادوگر، کاہن، شاعر، پاگل ومجنون کہا گیا، چہرہ انور پر تھوکا گیا، جسم اطہر اور پشت مبارک پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑیاں ڈالی گئیں، گردن میں چادر ڈال کر گھسیٹا گیا اور گلا گھونٹنے کی سعی نامسعود کی گئی، سماجی بائیکاٹ تک کیا گیا، گھر کے دروازے پر خون اور گندگیاں پھینکی گئیں، طائف کی گلیوں میں پتھر مار مار کر قدم مبارک کو لہولہان کر دیا گیا لیکن منصب نبوت کو پورا کرنے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی، نہ ہی آپ دل برداشتہ ہوئے اور نہ اس راہ میں صبر وشکیبائی کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑا بلکہ پوری زندگی منصب نبوت کی ادائیگی میں انھیں حسین راہوں پر چلتے رہے۔ اور اتنا کچھ ہونے کے باوجود آپ ان سے کبھی مایوس نہ ہوئے۔

فکرمندی کا عالم یہ تھا کہ جب ایک یہودی لڑکا جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک روز بیمار ہوگیا تو آپ ﷺ

اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھ کر پوری دردمندی سے فرمانے لگے کہ مسلمان ہوجاؤ۔ اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا جو وہیں موجود تھا۔ اس کے والد نے اس سے کہا کہ ابوالقاسم (یعنی محمد ﷺ) کی بات مان لو۔ چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔ جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس بچے کو جہنم کی آگ سے بچالیا۔ (صحیح بخاری:1356)۔

آپ کو لوگوں کی ہدایت کی اس قدر امید رہتی کہ آپ انہیں موت کے وقت بھی دین کی دعوت دیتے اور کلمۂ توحید سناتے، چنانچہ جب چچا ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس بھی تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے چچا جان! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیجئے تاکہ قیامت کے دن میں اس کے سبب آپ کے ایمان کی گواہی دے سکوں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ قریش یہ کہہ کر عار دلائیں گے کہ موت کی گھبراہٹ نے اس سے اس کلمہ کو کہلا دیا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ...الآیۃ﴾ [قصص:۵۶] جس کا ترجمہ یہ ہے: '' آپ (ﷺ) جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے۔ (بخاری:3884)

بنی نوع انسان کی ہدایت کی یہ فکرمندی عام حالات تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو کفار و مشرکین سے مقابلہ کی اجازت مرحمت فرمادی تو جنگ کے حالات میں بھی آپ نے اس جذبہ کو مقدم رکھا۔ چنانچہ جب تک کسی قوم کو لا الہ الا اللہ کی دعوت نہ دے لیتے اس وقت تک ان سے جنگ نہ کرتے اور یہی ہدایت آپ نے اپنے صحابہ کرام اور متبعین کو بھی دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ خیبر کے دن جب آپ نے جھنڈا تھمایا تو یہی نصیحت دہرائی: کہ تم اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ جب ان کے میدان میں اتر جاؤ تو ان کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت دو اور اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتاؤ، اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری:4210)

لوگوں کو جہنم سے بچانے کی نبی کریم ﷺ کی جو فکرمندی تھی اسے آپ نے خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے: ''میری مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے اردگرد کو روشن کردیا تو پتنگے اور پروانے اس میں آ آ کر گرنے لگے اور اس شخص نے انہیں روکنا شروع کردیا اور وہ پروانے اس پر غالب آتے گئے اور آگ میں گرتے گئے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا: یہی میری اور تمھاری مثال ہے، میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں، آگ سے ہٹ آؤ! آگ سے ہٹ آؤ! اور تم باہر نکل جاتے ہو اور اسی میں گرتے جاتے ہو''۔ (صحیح مسلم:5057)

رسول اکرم ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کی فکرمندی اور ان کے ایمان نہ لانے کا اس قدر غم رہتا جسکا نقشہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یوں کھینچا ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ [الکہف:۶] ترجمہ: ''پس اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے''۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝٣ إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً

فَظَلَّتۡ أَعۡنَـٰقُهُمۡ لَهَا خَـٰضِعِینَ ﴾ [الشعراء:۳-۴] ترجمہ: ’’شاید آپ خود کو ہلاک کر ڈالیں گے (اس غم میں) کہ کیوں یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اتار دیں کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں‘‘۔

یعنی ان کی ہدایت کی فکر و غم میں خود کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کہ آپ اپنی جان کو ہی ہلاکت میں ڈال دیں۔

یہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتی زندگی اور آپکا پیارا مشن اور انسانوں کی ہدایت کی تڑپ اور منصب نبوت و دعوت کی تکمیل کی ایک جھلک۔ بنابریں تمام وارثین انبیاء بشمول ائمہ، علماء، دعاۃ اور جملہ مبلغین اسلام کی ذمہ داری ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کے مشن اور منصب کی تکمیل کے لئے آپ کے اسوۂ دعوت پر عمل پیرا ہوں کیونکہ یہ ہماری ذمہ داری ہے جسکی وضاحت قرآن مجید میں صراحتاً یوں موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلۡ هَـٰذِهِۦ سَبِیلِیۤ أَدۡعُوۤا۟ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِیرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِیۖ وَسُبۡحَـٰنَ ٱللَّهِ وَمَاۤ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِینَ ﴾ [یوسف: ۱۰۸] ترجمہ: ’’آپ فرما دیجئے کہ یہ ہے میری راہ کہ بلاتا ہوں (لوگوں کو) اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ، میں (بھی) اور وہ (بھی) جو میرے تابع ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں‘‘۔

قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن میں ان کے تمام متبعین بالخصوص علماء، ائمہ اور دعاۃ شریک ہیں اور عقلاً بھی یہ بات قابل فہم ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کا نبی بنایا اور سب کی کامیابی و کامرانی اسی دین سے وابستہ کر دی جس کے داعی اور شارح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد آخر دعوت دین کی یہ ذمہ داری کون انجام دے گا؟ ظاہری بات ہے کہ یہ ذمہ داری وارثین انبیاء کے کندھوں پر ہے۔

لیکن کیا بحیثیت ایک داعی اور عالم ہم نے کبھی اسے محسوس کیا؟

اس سوال کے جواب کے لئے ہم میں سے ہر شخص خود اپنے گریبان میں جھانکے اور غور کرے اور پتا لگائے کہ اس منصب کی تکمیل کے لئے ہم کیا کچھ کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیے؟

یہ بات یاد رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو عزت و سربلندی عطا فرمائی اور سند رضا اور رضوان عطا کیا اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ انھوں نے نہ صرف اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کیا بلکہ دعوت الی اللہ کو ہی زندگی کا مقصد اور اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اس عظیم مقصد کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

مگر افسوس! صد افسوس کہ آج ہم اس مقصد سے کافی دور ہوگئے ہیں جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے سارے عالم میں ہم پر ذلت مسلط کر دی ہے جس سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم پھر اپنے اس مقصد اصلی کی طرف لوٹ جائیں جس کی تعلیم ہمیں قرآن و سنت سے ملتی ہے تا کہ ہم اپنی دعوتی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے کی جد و جہد کر سکیں۔ اور منصب دعوت کے فریضہ کو اللہ کے بندوں تک پوری امانتداری سے پہونچا سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہم سب کو ان باتوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

وماتو فیقی الاباللہ

وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺ وآلہ وصحبہ وسلم

۞ ۞ ۞

عقیدہ ومنہج

سلف کا منہج : اصول وضوابط

ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی مدنی (قطر)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين، وبعد:

عنوان میں مذکور الفاظ کی تشریح:

منهج: عربی کا لفظ ہے، مفعل کے وزن پر، جو اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ مصدر میمی بھی اسی وزن پر آتا ہے۔

اصل کلمہ ”نهج“ ہے، کہا جاتا ہے: **نهج الطريق: إذا سلكه**۔ یعنی راستہ پر چلنے کو ”نہج الطریق“ کہتے ہیں۔

اسی طرح سے منہج کا معنی ہوگا وہ راستہ جس پر چلا جاتا ہے۔ یہ منہج کا لغوی معنی ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے: دینی اور ایمانی اعتبار سے اپنی زندگی کے لئے جو راستہ اختیار کرنا ہے اسی کو منہج دین وایمان کہا جاتا ہے۔

دنیا میں ایمان وعقائد اور دیگر رسوم پر مبنی بہت سے ادیان ومذاہب میں ان سب کی اپنی الگ الگ راہیں ہیں۔ انہیں میں دین ایمان کی ایک شاہراہ ایسی بھی ہے جسے منہج سلف کہا جاتا ہے۔ یہ وہ شاہراہ دین ہے جس پر صحابہ کرام سے لیکر آج تک ایک گروہ گامزن رہا ہے جن کو سلف صالحین کہا جاتا ہے۔ ہم اور آپ بھی اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے اسی راہ پر چلنے کی جدوجہد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ثابت قدم رکھے اور آخری دم تک اسی پر چلاتا رہے۔ (آمین)

اس عنوان کا دوسرا لفظ ہے سلف:

سلف کا لغوی معنی ہے: قدیم، یا پہلے گزر جانے والے لوگ، اس کا الٹا ہے خلف یعنی بعد میں آنے والے لوگ۔

سلف کے مفہوم میں سب سے پہلے جملہ صحابۂ کرام بصفت مہاجرین وانصار۔ اور ان کی سچی اتباع کرنے والے مخلص تابعین اور پھر اسی صفت کے تبع تابعین۔ یہی تین پیڑھیاں سلف صالحین کے دائرہ میں آتی ہیں۔ ان ہی لوگوں کے منہج دین وایمان کو سلفیت کہا جاتا ہے۔ اور ان کی طرف منسوب شخص کو سلفی کہا جاتا ہے۔

سلف کے بنیادی منہج کا اجمالی تذکرہ:

سلف صالحین کے منہج کی بنیاد تین اہم اصولوں پر قائم ہے۔

۱۔ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تعلیمات کی اتباع۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مطہرہ کی اتباع۔

۳۔ صحابۂ کرام اور ان کے سچے متبعین کے فہم وبصیرت کی روشنی میں قرآن وسنت پر عمل کرنا۔

یہی وہ بنیادی اصول ہیں جن کی روشنی میں ہمارے ایمان وعمل اللہ کے یہاں قابل قبول ہوتے ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ صحیح دین پر عمل کے لئے ان مذکورہ تینوں اصولوں کو اپنانا پڑے گا۔

مذکورہ اصولوں کی دلیلیں:

دین فہمی اور دین پر عمل دونوں کے لئے مذکورہ تینوں اصولوں

کو تسلیم کرنے کی قرآن وسنت اور اجماع امت سے بہت سی دلیلیں ہیں لیکن اختصار کے ساتھ چند دلیلیں آگے بیان کی جا رہی ہیں۔ سب سے پہلے وہ چند آیتیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

مثلاً فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ [النساء:۵۹]

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے“۔

دوسری جگہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظٗا﴾ [النساء:۸۰]

”اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا“۔

ایک آیت میں تمام رسولوں کی بعثت و رسالت میں ان کی اطاعت کو بنیادی مقصد قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ﴾ [النساء:۶۴]

”ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے“۔

ایک جگہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اللہ کی رحمت کا سبب بتایا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ﴾ [آل عمران:۱۳۲]

”اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے“۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے کو کفر قرار دیا ہے۔ فرمایا: ﴿قُلۡ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَۖ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ [آل عمران:۳۲]

”کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا“۔

دوسری جگہ: اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کو فتنہ یا عذاب میں مبتلا کئے جانے کا سبب قرار دیا ہے۔ فرمایا: ﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور:۶۳]

”سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے“۔

ایک جگہ اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنے پر انسان خود اپنے اعمال کو باطل کر لیتا ہے۔ فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبۡطِلُوٓاْ أَعۡمَٰلَكُمۡ﴾ [محمد:۳۳]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو''۔

اس طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو دین کا بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے۔ یہی سلفیت کا بھی بنیادی اصول ہے۔

احادیث میں بھی اس مسئلہ کو بنیادی حیثیت قرار دی گئی ہے۔

ایک حدیث نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قِيلَ: ومن يأبىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى''۔(رواہ البخاری)

''میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس کے جو انکار کردے، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کون انکار کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کردیا''۔

صحابۂ کرام کے منہج اور ان کے فہم و بصیرت کو بھی قرآن وحدیث میں بنیادی اصول کی حیثیت دی گئی ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ ءَامَنُواْ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَواْ ۖ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا هُمْ فِى شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ ٱللَّهُ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ﴾ [البقرہ:۱۳۷]

''اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں، اور اگر منھ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالی ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے''۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابۂ کرام۔مہاجرین وانصار۔ کے مقام ورتبے کو بیان کرتے ہوئے ان کی سچی اتباع کرنے والوں کو بھی صحابۂ کرام کو عطا کئے جانے والے انعامات میں شامل کرلیا ہے۔ جو بہت بڑی کرامت ہے۔فرمایا:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾[التوبہ:۱۰۰]

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کررکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''۔

اور نبیٔ کریم ﷺ نے امت مسلمہ کے تہتر فرقوں میں منتشر ہوجانے کی پیشین گوئی کی تھی اور ایک گروہ کے علاوہ باقی تمام فرقوں کے گمراہ ہوجانے کی اطلاع دی تو آپ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی جماعت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا:

''ما أنا عليه و أصحابي''(ابوداؤد)

''جس راستے پر میں اور میرے صحابہ قائم ہے''۔

یعنی جس راہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں اسی راہ پر چلنے والے نجات پانے والے ہیں۔ اس حدیث میں صحابۂ کرام کا تزکیہ اور ان کے سچے اور حقیقی مومن ہونے کی شہادت ہے۔

اور ان کے نقش قدم کی پیروی کا ثبوت بھی ہے اور یہی منہج سلف کا امتیازی اصول ہے۔

درایت حدیث

روایت ودرایت

(صحیح نقطۂ نظر-ایک جائزہ)

شیخ صلاح الدین مقبول مدنی (دہلی)

علم الحدیث کوعلم الروایہ اورعلم الاخبار والآثار کہا جاتا ہے اور علم الفقہ وعلم اصول الفقہ کوعلم الدرایۃ کہا جاتا ہے۔ (کشاف اصطلاح الفنون لمحمدعلی التھانوی (۱/۷۳-۳۸) دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء)

روایت ودرایت کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے اگر درایت روایت سے آزاد ہوجائے تو دلیل سے عاری ہوجائے گی اسی طرح بسا اوقات ظاہرِ روایت پرعمل شارع کے مقصود کے خلاف ہوجاتا ہے۔

اسلام میں کتاب وسنت قطعی دلائل ہیں، جب تقلیدی تعصب بڑھا تو ائمہ کے اقوال وفتاوی کو بھی قطعی مان لیا گیا متأخر اصولیوں نے جہاں کتاب وسنت کو اصل بنایا، وہیں اقوال وفتاوی کے تقدس کو بھی پامال ہونے سے بچانے کی کوشش کی، اس طرح اصول تو وضع کر لیے گئے لیکن جگہ جگہ کمزوریاں رہ گئیں جن کے واضح اثرات آج تک کتاب وسنت پر ڈائرکٹ پڑ رہے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب **”حجة الله البالغة“** میں ان اصولوں کا غیر جانبدارانہ اور محققانہ جائزہ لیا ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔

روایت ودرایت میں اختلاف کے شاخسانے:

معقولِ صریح منقول صحیح کے خلاف نہیں ہوا کرتا لیکن اصولیوں نے روایت و درایت میں اختلاف کے شاخسانے کھڑے کیے جن کے مندرجہ ذیل گوشے قابل ذکر ہیں:

- قرآن وسنت میں اختلاف۔
- سنت وسنت میں اختلاف۔
- سنت وقیاس میں اختلاف۔

ان تینوں نقاط کی مختصر وضاحت پیشِ خدمت ہے جس سے روایت ودرایت کا صحیح مفہوم سامنے آجائے گا۔

۱- قرآن وسنت میں اختلاف کا شاخسانہ:

درایت وتفقہ کے نام پر کتاب وسنت میں اختلاف پیدا کیا گیا اور اصول وضع کر کے سنت کو رد کیا گیا۔

مثال کے طور پر صرف ابوعلی نظام الدین الشاشی کی مشہور کتاب ”اُصول الشاشی“ پر ایک نظر ڈالئے تو تمام مثالیں فراہم ہوجائیں گی، اور معلوم ہوجائے گا کہ صحیح احادیث کو رد کرنے کے لیے کتنے جتن کیے گئے ہیں۔

نظام الدین الشاشی مبحث ”حکم الخاص من الکتاب“ میں رقم طراز ہیں:

”حُكْمُ الخَاصِ مِنَ الكِتَابِ وُجُوْبُ العَمَلِ بِهِ لَا مَحَالَةَ“ یعنی کتاب اللہ کے حکم خاص پر لامحالہ عمل واجب ہے، اگر کوئی خبرِ واحد یا قیاس اس کے متعارض ہوتو کتاب اللہ کے حکم

خاص پر عمل ہوگا۔ اللہ کا قول: ﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ﴾ [البقرہ: ۲۳۰] یہ حکم خاص ہے۔ یعنی عورت کی جانب سے نکاح کا وجود ہوسکتا ہے لہٰذا حدیث: "أيّمَا اِمْرأةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ" (مسند احمد، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، صحیح الجامع الصغیر رقم: ۲۷۰۹، عن عائشۃ- رضی اللہ عنہا) پر عمل نہیں ہوگا۔ (اصول الشاشی ص: ۲۰-۷ ادارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء)

اس اصل وقاعدہ کے مطالعہ سے تین امور سامنے آتے ہیں:

۱۔قرآن وسنت میں واردامر کوواجب قرار نہیں دیا ہے۔

۲۔سنت میں وارد امر جو قرآن میں موجود نہیں اگر واجب قرار پایا تو قرآن کا نسخ لازم آئے گا۔

۳۔سنت کے ذریعہ قرآن کا نسخ جائز نہیں۔

ان تینوں مقدّمات کے ذریعہ ان بہت سے مسائل کو ساقط الاعتبار قرار دے دیا گیا جن کا وجوب صرف سنت سے ثابت ہے، جیسے قرأت الفاتحہ اور اعتدال طمانینت فی الصلاۃ وغیرہ۔

واضح رہے کہ اگر کسی مسئلہ پر قرآن دلالت نہیں کررہا ہے لیکن سنت کی دلالت موجود ہے تو اس سے قرآن کا نسخ لازم نہیں آئے گا بلکہ یہ ایک زائد حکم ہوگا جس کی اطاعت ضروری ہے۔ ورنہ سنتِ رسول کا اکثر حصہ متروک العمل ہوجائے گا کیونکہ معترض فوراً یہ کہہ دے گا کہ یہ حکم چونکہ قرآن کے حکم پر زائد ہے اس لیے قابلِ قبول اور قابلِ عمل نہیں۔

مقدام بن معدیکرب کی روایت میں سنت کے ساتھ اسی برتاؤ پر نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی موجود ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ألاَ إنِّى أُوتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، ألاَ يُوْشَكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰى أرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَأحَلُّوْهُ، فَمَا وَجَدْتُم فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ۔۔۔" (مسند احمد، سنن ابی داود، صحیح الجامع الصغیر: ۲۶۴۳)

مجھے قرآن اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل دیا گیا ہے ہوشیار رہنا قریب ہے کہ آسودہ آدمی اپنے تکیہ پر ٹیک لگا کر کہے گا کہ تم صرف قرآن کی پابندی کرو جو اس میں حلال ہو اسے حلال سمجھو اور جو حرام ہو اسے حرام سمجھو۔

نبی کریم ﷺ کی دوسری حدیث ہے:

"تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" (مستدرک الحاکم، صحیح الجامع: ۲۹۳۷)

میں نے دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑی ہیں ان دونوں پر عمل کرنے کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے: کتاب اللہ اور میری سنت" دونوں ایک ساتھ میرے پاس حوض پر آئیں گے۔

قرآن کے ساتھ سنت کی تین حالتیں ہیں:

۱۔من جملہ وجوہ سنت قرآن کے موافق ہو۔

۲۔سنت قرآن کی تفسیر وتوضیح ہو۔

۳۔سنت میں کسی امر کا ایجاب یا اس کی تحریم ہو اور قرآن اس بارے میں خاموش ہو۔

ان تینوں حالات میں سنت قرآن سے متعارض نہیں، جو حکم سنت میں زیادہ ہے اس کی ابتدائی شریعت نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے جو واجب العمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰] جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اگر سنت کے ذریعہ کتاب اللہ پر زائد حکم کو رد کیا گیا تو حدیث: ''اَلنَّهْيُ عَنِ الجَمعِ بَيْنَ المَرْأةِ وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا فِي النِّكَاحِ''

وحدیث ''يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَايَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ''

وحدیث ''میراث الجدة'' وغیرہ جیسی بہت سی احادیث کا بطلان لازم آئے گا کیونکہ یہ احکام صرف سنت سے ثابت ہیں قرآن میں موجود نہیں۔

ایک طرف تو قرآن اور سنت صحیحہ میں تعارض پیدا کر کے سنت کو رد کیا جاتا ہے تو دوسری طرف بہت سے مسائل میں مختلف فیہ اور ضعیف احادیث بلکہ قیاس سے استدلال کیا جاتا ہے اگر سنت صحیحہ کے ذریعہ ثابت شدہ حکم سے قرآن کا نسخ ہوتا ہے تو قرآن کے مقابلہ میں مختلف فیہ اور ضعیف احادیث سے استدلال کیوں کیا جاتا ہے، اگر اپنے وضع کیے ہوئے اصولوں کی پابندی اتنی ضروری ہے تو نفسانیت سے بچ کر ہر حال میں اس کی پابندی ہونی چاہئے۔ مثال کے طور پر ''اِيْجَابُ الوَضُوْءِ مِنَ القَهْقَهَةِ'' کی حدیث ضعیف ہے اور ''ایجاب الوتر'' کی حدیث مختلف فیہ ہے۔ یہ دونوں حکم قرآن میں موجود نہیں لیکن ان پر عمل کیا جا رہا ہے۔ کیا اس سے قرآن کا نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو جس طرح قرآن کی تفسیر وتوضیح کی اجازت دی ہے وہیں آپ کو ابتدائی طور پر کسی امر کو شریعت کا درجہ دینے کا منصب بھی عطا فرمایا ہے، لہٰذا آپ کے کسی بھی حکم کی قرآن اجمالی طور پر تصدیق کرتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾ [الحشر: ۷] ''رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ''۔

اس آیت کے ذریعہ سلفِ صالحین حدیث وسنت کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ سلف صالحین میں کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے کسی صحیح حدیث کے بارے میں یہ کہا ہو کہ چونکہ اس کا حکم قرآن میں موجود نہیں اس لیے وہ قابلِ عمل نہیں۔ ان کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کا مقام اور سنتِ رسول کی عظمت اس سے کہیں زیادہ تھی۔ (ملاحظہ ہو 'اعلام الموقعین عن رب العالمین' لابن قیم الجوزیہ ۲/ ۲۱۹-۲۳۶، دار الکتب العلمیہ طبع ثانی ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳ء)

۲۔ سنت اور سنت میں اختلاف کا شاخسانہ:

دو صحیح حدیثوں میں تعارض پیدا کر کے ایک کو رد کرنے کے لیے اصول وضع کیے گئے۔ نظام الدین الشاشی رقم طراز ہیں:

''خبرِ واحد پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔۔۔ اور خلاف ظاہر بھی نہ ہو۔۔۔ اس لیے ضروری ہوا کہ خبر کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کیا جائے۔

سنتِ مشہورہ پر خبر کو پیش کرنے کی مثال میں حدیث ''اَلقَضَاء بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ'' کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خبر حدیثِ مشہور ''اَلبَيِّنَةُ عَلىٰ المُدَّعِي وَاليَمِيْنُ عَلىٰ مَنْ أنْكَرَ'' کے خلاف ہے۔

حدیث ''اَلقَضَاء بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ'' (مسلم: ۱۷۱۲، وسنن ابی داود: ۳۶۰۸، سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۰، وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے)

یہ حدیث دوسرے دواوین سنت میں علی، ابن عباس، زید بن ثابت، جابر، ابُوہریرہ، عمار بن حزم، سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عمرو اور مغیرہ بن شعبہ۔رضی اللہ عنہم۔سے بھی مروی ہے۔لیکن حدیث ابن عباس اَصح ہے۔(شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۲/ ۴، داراحیاء التراث العربی،طبع ثانی ۱۳۹۲ھ-۱۹۷۲ء)

توفیق بین الحدیثین:

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے امام خطابی نے فرمایا کہ حدیث ''اَلقَضَاء بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ'' حدیث ''اَلبَيِّنَةُ عَلىٰ المُدَّعِي وَاليَمِيْنُ عَلىٰ مَنْ أَنْكَرَ'' کے خلاف نہیں۔کیونکہ ''اَلبَيِّنَةُ عَلىٰ المُدَّعِي'' صرف قسم کی حالت ہے اور ''اَلقَضَاء بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ'' کا تعلق شہادت اور قسم دونوں کے یکجا جمع ہونے کی صورت میں ہے۔اور دونوں الگ الگ ہیں۔اور جب دونوں الگ الگ ہیں تو ان کا حکم بھی مختلف ہوا۔(عون المعبود ۱۰/ ۳۱-۳۲،المکتبہ السلفیۃ بالمدینۃ طبع ثانی ۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء)

امام خطابی اور امام نووی دونوں نے لکھا ہے کہ ''اَلقَضَاء بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ'' کا تعلق اموال وحقوق وغیرہ سے ہے۔یہی مذہب ابوبکر صدیق، علی، عمر بن عبدالعزیز، مالک، شافعی، احمد، فقہاء مدینہ، بقیہ علماء حجاز اور جملہ علماء امصار سے منقول ہے۔(شرح صحیح مسلم: ۱۲/ ۴)

امام ابن القیم۔رحمہ اللہ۔نے اس حدیث کے دفاع میں لکھا ہے کہ:

''صحیح حدیثوں کے ردکرنے کے لیے اس طرح کی علتوں کا سہارا لینا شدت پسندی ہے۔اگر سنتوں کو ان علتوں کے سبب چھوڑ دیا جائے تو صحیح احادیث وسنن کا تقدس پامال ہوکر رہ جائے گا''۔(شرح سنن ابی داود لابن القیم: ۱۰/ ۳۴،مع العون)

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں دونوں کے سبب ورود الگ الگ ہیں اور اپنی اپنی جگہوں پر معمول بہ ہیں۔دونوں کے قائل ایک ہیں دونوں میں کوئی تعارض نہیں،لہذا من مانی اصول گڑھ کر صحیح احادیث میں تعارض پیدا کرکے انھیں رد کرنا اتباع سنت کے خلاف ہے۔

باہم متعارض احادیث کے تعارض کو دفع کرنے کے لئے علوم حدیث میں نہایت آسان قاعدہ بتایا گیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

۱۔اگر توفیق وتطبیق ممکن ہو تو دونوں میں تطبیق دی جائے۔

۲۔اگر متقدم ومتأخر ہونے کی تاریخ معلوم ہو تو متقدّم منسوخ اور متأخر حدیث ناسخ ہوگی۔

۳۔اگر تاریخ نہ معلوم ہو تو علوم حدیث میں مذکور وجوہ ترجیح کی بنیاد پر ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی۔

۴۔اگر ترجیح مشکل ہو تو اس حدیث کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔(نزہۃ النظر للحافظ ابن حجر: ۸۰-۸۳،مکتبہ ابن تیمیہ-القاہرہ)

یعنی دونوں حدیثوں پر جب تک عمل ممکن ہوگا کسی ایک کو ردّ نہیں کیا جائے گا لیکن درایتی اصول پر عمل کرنے سے ایک سنت کا ابطال اور ایک دلیل کا بطلان لازم آتا ہے۔

سنت وقیاس میں اختلاف کا شاخسانہ:

عقل ونقل میں اختلاف نہیں ہوتا،لیکن اصولی قیاس اور سنت صحیحہ میں تعارض پیدا کرکے حدیث کو ردّ کرنے کا اصول بنایا گیا۔

نظام الدین الشاشی نے رواۃ حدیث کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

۱۔''علم واجتہار میں معروف رواۃ: مثلا خلفاء راشدین،

عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور معاذ بن جبل۔رضی اللہ عنہم۔وغیرہم۔ان حضرات کی روایت پر عمل کرنا قیاس پر عمل کرنے سے اُولی ہے۔

۲۔ دوسری قسم ان رواۃ کی ہے جو حفظ و عدالت میں تو معروف ہیں، لیکن اجتہاد وفتوی میں معروف نہیں، جیسے ابو ہریرہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہما۔

اگر ان حضرات کی روایات قیاس کے خلاف ہوں تو قیاس پر عمل اولی ہوگا۔اسی بناء پر ہمارے اصحاب نے قیاس کے مقابلہ میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''المصراۃ'' پر عمل ترک کر دیا''۔(أصول الشاشی:۲۷۵-۲۷۶)

معروضات:

اس اصل وقاعدہ کے تعلق سے چند معروضات پیش خدمت ہیں:

● قیاسی موشگافیوں کے سبب ابو ہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما جیسے عالم و حافظ صحابۂ رسول کو غیر فقیہ گردانا ان کی توہین اور ان کی روایات کے مقابلہ میں قیاس پر عمل اولی سمجھنا نہایت مذموم اور غیر ایماندارانہ حرکت ہے۔امام ابن السمعانی نے اسی لیے فرمایا کہ:

''صحابہ کرام کی ذات کو موردِ الزام ٹھہرانا اس کے فاعل کی رسوائی کی علامت اور بدعت وضلالت ہے۔''(فتح الباری: ۴/۳۶۵، الطبعۃ السّلفیہ)

● **حدیث ''المصرّاۃ'':**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لَا تَصِرُّوا الإبلَ وَالغَنَمَ، فَمَنْ اِبْتَاعَهَا بَعْدَ، فَاِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظِرِيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاء أَمْسِكْ، وَاِنْ شَاء رَدَّ هَا وَصَاعَ تَمْرٍ''(صحیح البخاری: ۴/۳۶۱رقم ۲۱۴۸، مع الفتح)

اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں (بیچتے وقت دھوکہ دینے کے لیے) دودھ مت جمع کرو، کیونکہ جو شخص اس عمل کے بعد اسے خریدے گا اسے دودھ دوہنے کے بعد اختیار ہوگا کہ چاہے اسے خریدے، یا ایک صاع کھجور کے ساتھ اسے لوٹا دے۔

اس حدیث میں قیاسیوں کا اشکال یہ ہے کہ دودھ کے بدلہ ایک صاع کھجور کا لوٹانا خلافِ قیاس ہے، اس لیے حدیث قابل عمل نہیں۔

لیکن حقیقت میں نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ہیں اور نہ ہی یہ عمل خلافِ قیاس ہے۔آئندہ سطور سے یہ دونوں امور ان شاء اللہ واضح ہوجائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس اصل کی روایت میں منفرد نہیں، بلکہ دوسرے صحابہ سے بھی یہ اصل مروی ہے، خود امام بخاری رحمہ اللہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اثر نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''مَنْ اشْتَرىٰ شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيُرَدَّهَا مَعَهَا صَاعاً مِنْ تَمْرٍ''(صحیح البخاری: ۴/۳۶۱، رقم ۲۱۴۹)

جس نے تھن میں دودھ جمع کی ہوئی بکری خریدی پھر اسے لوٹانا چاہتا ہے تو ایک صاع کھجور بھی اس کے ساتھ لوٹائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر بخاری کی اس روایت کو قیاس کے مقابلہ میں ردّ کر دیا گیا۔لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو فقیہ ہیں ان سے بھی تو یہی اصل مروی ہے اور شاید اسی نکتہ کی وجہ سے

امام بخاری نے اس اثر کو حدیث المصرّاۃ کے فوراً بعد نقل کیا ہے۔

حدیث ''المصرّاۃ'' قیاسی اصول کے خلاف تو ہوسکتی لیکن اصولِ کتاب وسنت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حدیثِ صحیحہ بنفسہ اصل ہے۔ (اس حدیث کے اعتراضات کے جواب کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری: ۴/۳۶۶-۳۶۷، واعلام الموقعین: ۲/۱۵-۱۷)

دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور لوٹانے کی حکمت:

شارع نے ایک صاع کھجور متعین کیا، اس کی حکمت یہ ہے کہ فریقین کے درمیان جنس اور مقدار کی تعیین میں اختلاف نہ ہو۔

دودھ کے مقابلہ میں کھجور کو متعین کیا اس کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح دودھ اہلِ مدینہ کی خوراک تھا اسی طرح کھجور بھی۔ اور دونوں ''مکیل'' یعنی دودھ اور کھجور کو فوراً بغیر کسی مزید تیاری کے کھایا اور پیا جاتا ہے، اس لیے کھجور اشیاء خوردنی میں دودھ سے قریب تر ہے۔ اس طرح دودھ کے بدلہ کھجور کی تعیین قرینۂ قیاس ہے خلافِ قیاس نہیں۔ (ملاحظہ ہو: اعلام الموقعین: ۲/۱۶)

نقدِ اصول درایت:

بہت سے علماء ثقات نے ان قیاسی اور درایتی اصولوں پر نقد کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ معقولِ صریح منقولِ صریح کے خلاف نہیں ہوا کرتا منقولِ صحیح قیاسی اصولوں کے خلاف تو ہوسکتا ہے لیکن اصولِ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہوگا اگر کوئی منقول بظاہر معقول کے خلاف پڑ رہا ہے تو منقول کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اللہ کے فرمان: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ ...﴾ [الحشر: ۷] کا یہی تقاضا ہے۔

جن حضراتِ علماء کرام نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے ان میں چار شخصیتیں میری نظر میں قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری (۲۷۶ھ): امام ابن قتیبہ الدینوری نے اپنی معروف کتاب **"تأويل مختلف الحديث"** تصنیف فرمائی، جس میں سنت کا بھرپور دفاع کیا، فرق ضالّہ کے شبہات کا جواب دیا، اور ان کے باطل مقاصد کا پردہ فاش کیا۔

۲۔ امام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ): امام ابن القیم نے اپنی نفیس کتاب **"اعلام الموقعين عن رب العالمين"** تالیف فرمائی جو چار اجزاء میں مطبوع ہے۔ اس کتاب میں مختلف پہلوؤں سے سنت کا دفاع کیا گیا ہے درایت کے قیاسی اصولوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ واقعی یہ کتاب علماء کے لیے قابلِ مطالعہ ہے۔

۳۔ امام احمد بن عبدالرحیم المعروف بولی اللہ الدہلوی (۱۱۷۶ھ): شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتابوں میں سنت کا دفاع فرمایا ہے لیکن بطورِ خاص اپنی شہرۂ آفاق کتاب **"حجة الله البالغة"** میں قیاسی اصولِ درایت کا مختصر لیکن نہایت محققانہ جائزہ لیا ہے۔

۴۔ مولانا محمد اسماعیل السّلفی (۱۳۸۷ھ): مولانا محمد اسماعیل سلفی (سابق امیر جمعیۃ اہل حدیث پاکستان) نے اپنی بہت سی تحریروں میں سنت کا دفاع کیا ہے، معترضین کے اعتراضات کا عالمانہ جواب دیا ہے، دلائل کی روشنی میں اصول درایت کی کمزوریوں کو واضح کیا ہے۔ اس موضوع پر آپ کی معروف کتاب ''تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ''، رسالہ ''جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث'' اور ''حسن البیان'' پر مقدمہ وتصدیر قابلِ مطالعہ ہیں۔

خلاصۂ بحث:

روایت و درایت کے اس موضوع کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل چیزیں واضح ہوئیں:

۱۔ روایت و درایت میں اختلاف کا شہرہ متاخر اصولیوں کی کارستانی ہے۔ ورنہ حقیقت میں روایت و درایت میں کوئی اختلاف نہیں۔

۲۔ قیاسی اصولوں سے صحیح احادیث کو ردّ کیا گیا جس سے سنت کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں کم ہوئی۔

۳۔ سنتِ صحیحہ کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ رہا ہے کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہوا اسے بغیر کسی چوں چرا کے قبول کرلیا نہ اسے قرآن پر پیش کرنے کی ضرورت سمجھی اور نہ سنن مشہورہ پر ارشاد الٰہی: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ...﴾[الحشر:۷] کا یہی تقاضا ہے۔

۴۔ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ﴾[النجم:۳-۴] احادیث صحیحہ کی صفت ہے۔ سنت وحدیث فی نفسہ حجت ودلیل ہے۔ اس لیے تمام اقوال وافعال کو احادیث رسول کے میزان پر تولا جائے گا، نہ کہ اس کے برعکس احادیث وسنن کو ظن وقیاس کے ذریعہ ردّ کیا جائے گا۔

۵۔ اگر درایت کے قیاسی اصولوں سے سنت کا ردّ کیا گیا تو سنت کا اکثر حصہ قیاس کا شکار ہوکر رہ جائے گا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت کے خلاف سازشوں کو سمجھنے اور ان کے دفاع کی توفیق عنایت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فہم سلف کو اختیار کرنے کی ضرورت پر لکھتے ہیں:

ومن تدبر كلام أئمة السنة المشاهير فى هذا الباب، علم أنهم كانوا أدق الناس نظرا، وأعلم الناس فى هذا الباب بصحيح المنقول، وصريح المعقول، وأن أقوالهم هي الموافقة للمنصوص والمعقول، ولهذا تأتلف ولا تختلف، وتتوافق ولا تتناقض، والذين خالفولهم لم يفهموا حقيقة أقوال السلف والأئمة، فلم يعرفوا حقيقة المنصوص والمعقول، فتشعبت بهم الطرق، وصاروا مختلفين فى الكتاب، مخالفين للكتاب، وقد قال تعالى: ﴿وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ﴾[البقرۃ:۱۷۶]

’’جو اس بارے میں مشہور ائمہ سنت کے کلام پر غور کرے گا، اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ وہ (علوم دینیہ پر) سب لوگوں سے زیادہ گہری نظر رکھتے تھے اور اس بارے میں صحیح منقول اور صریح منقول دلائل کا سب سے بڑھ کر علم رکھنے والے تھے۔ ان کے اقوال نقلی وعقلی دلائل کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ باہم ملتے جلتے ہیں، مختلف نہیں ہوتے اور باہم موافق ہیں، متناقض نہیں ہوتے۔ جن لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے، وہ سلف اور ائمہ دین کے اقوال کو سمجھ نہیں پائے، نہ وہ نقلی وعقلی دلائل کی حقیقت کو جان سکے ہیں۔ اس طرح وہ گمراہ ہوکر وحی الٰہی میں اختلاف کا شکار ہو گئے اور اس کے مخالف بن گئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ﴾ اور جن لوگوں نے کتاب (وحی) میں اختلاف کیا ہے، وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے۔‘‘ [درء تعارض العقل والنقل: 2/301]

تحریکیت واخوانیت کے مفاسد اور ہماری سادہ لوحی

شیخ ظفر الحسن مدنی (شارجہ)

الحمد لله رب العالمين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، أما بعد:

أہل أہواء (محدثات وبدعات) کی مجالس سے اِجتناب اور دوری اختیار کرنا:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

اللہ تعالی نے قرآن مجید اور دین اسلام (شریعت اسلامیہ جو کتاب وسنت کی شکل میں موجود ہے) کی حفاظت کی ذمہ داری لے رکھی ہے جسے قیامت کی صبح تک کوئی مٹا نہیں سکتا؛ اور اس کی حفاظت کے کئی ذرائع مقرر کئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مجدد کامل کا وجود:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مئة سنة من يجدد لها دينها"**۔ (ابوداؤد فی الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائة رقم ٤٢٩١؛ الحاکم وصححه ووافقه الذهبی؛ أبو عمرو الدانی فی الفتن؛ الهروی فی ذم الکلام؛ البیهقی فی معرفة السنن والآثار؛ الصحیحة رقم ٥٩٩)

جب معتزلہ اور دیگر اہل بدعات ومحدثات کو غلبہ حاصل ہوا اور خلق قرآن جیسا کفریہ وشرکیہ عقیدہ قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کیا جانے لگا اور علماء حق کو اس عقیدہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جانے لگا اور انکار کرنے پر قتل کیا جانے لگا اور سیکڑوں اہل علم کو قید وبند کی سزائیں دی جارہی تھیں، تو اِمام اہل السنہ امام أحمد بن حنبل اور دیگر اہل الحدیث نے اس فتنہ کا مقابلہ کیا، صبر واستقامت اور کتاب وسنت کے دلائل سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ فتنہ ختم ہوگیا؛ اسی لئے اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یوم الردہ کو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کی حفاظت کی اور فتنہ خلق قرآن کے موقع پر اِمام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ذریعہ۔

ساتویں ہجری کے اواخر اور آٹھویں صدی ہجری کی ابتداء میں فتنہ تاتار جس نے پورے عالم اسلام کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا اسلام ومسلمین اور اسلامی تعلیمات اور اسلامی شعائر کو تہ وبالا کر رکھا تھا ایسے موقع پر اللہ تعالی نے اسلام کی حفاظت کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجدد دین کو پیدا کیا اور ان کے ذریعہ اسلام اور اس کے شعائر کی حفاظت کیا؛ اور انھوں نے اس راہ میں ہر قسم کے مصائب ومشقتیں برداشت کیں یہاں تک کہ فتنہ تاتار ختم ہوا اور تاریخ شاہد ہے کہ:

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

اسی طرح اس زمانے میں اہل تصوف کا فتنہ، قبر پرستی اور اہل بدعات ومحدثات کا فتنہ بڑے زوروں پر تھا، دین اسلام مسخ ہو چکا تھا، صرف کچھ چیزیں رسمی طور پر باقی رہ گئی تھیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بیک وقت سب کا مقابلہ کیا سب کو ختم کرنے کے لئے بے انتہا کوششیں کیں، اوراس راہ میں أعداء اسلام اور اہل بدعات ومحدثات کی جانب سے جتنی بھی مشقتیں آئیں سب پرصبر کیا، جب آخری ابتلاء وآزمائش کا وقت آیا اور قاضی ابن خنائی نے مسئلہ زیارت قبور کے رد کے سلسلہ میں انھیں گرفتار کروایا اور حاکم وقت کو ان کے مجاہدانہ اور رضا کارانہ قوت سے ڈرایا اور کہا کہ کسی وقت بھی یہ تمہارے خلاف مسلح انقلاب بھی برپا کرسکتے ہیں اس اندیشہ کے پیش نظر امام صاحب کی گرفتاری عمل میں لائی گئی اور انھیں بیان دینے کے لئے جج کے سامنے پیش کیا گیا تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑی جرأت سے ایک تاریخی اور مفصل بیان دیا جو وقت کے مجدد ہی کی شان تھی، جس بیان میں تین نکات پیش کئے فرمایا آپ میرے خلاف حبس دوام، جلاء وطنی، یا سزاء موت، کا فیصلہ کرسکتے ہیں جج صاحب سن لو: **الحبس لی راحة، والجلاء لی سیاحة، والقتل لی شهادة فاقض ما أنت قاض۔**(البدایۃ والنہایۃ)

دسویں صدی میلادی کے اواخر اور گیارہویں صدی میلادی کے اوائل میں دین اکبری (دین الہی) جس نے سارے اسلامی شعائر تقریبا ختم کردئے تھے جس کے مٹانے اور اسلامی شریعت اوراس کی تجدید واحیاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ متوفی 1034ھ مطابق 1624م کو منتخب کیا اور اہل علم نے ان کو مجدد الف ثانی سے ملقب کیا۔

شیخ أحمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو مروجہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد حدیث پڑھنے کا دل میں خیال اور ذوق وشوق پیدا ہوا، متعدد محدثین سے حدیث پڑھی اوراس میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اکبر بادشاہ کے ایجاد کردہ دین اکبری (دین الہی) کے مٹانے کے لئے کمربستہ ہوئے۔

جن علماء حدیث سے علم حدیث حاصل کیا ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مولانا خواجہ معین الدین بن خاوند متوفی 1085ھ مطابق 1674م جنھوں نے اپنے والد سے فقہ وغیرہ پڑھنے کے بعد شیخ عبداللہ الحق محدث دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا؛ واپس کشمیر جاکر کشمیری مسلمانوں میں اتباع شریعت اور ترویج سنت کا جذبہ پیدا کیا۔(فقہاء ہند: ۴/ ۴۸۰-۴۸۱)

۲۔الشیخ العلامۃ یعقوب بن الحسن الصرفی محدث کشمیری رحمہ اللہ تعالی متوفی ۱۰۰۳ھ۔

۳۔ الشیخ بہلول بدخشانی رحمہ اللہ الدہلوی متوفی ۱۰۰۷ھ۔

۴۔الشیخ ابراہیم محدث أکبرابادی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۰۱ھ۔

۵۔ الشیخ العلامۃ المحدث عبد النبی بن الشیخ عبد القدوس گنگوہی۔

ان محدثین عظام (أہل حدیث) سے علم حدیث حاصل کرنے کے بعد مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے دل میں أمر بالمعروف والنھی عن المنکر اور دین اکبری کے مٹانے کا جذبہ پیدا ہوا اوراس کے ملحدانہ افکار ونظریات، اسکے خودساختہ اور مروجہ غیر اسلامی رسومات کے جہاد باللسان والقلم (زبان وقلم اور کتاب وسنت کے ٹھوس اور مضبوط دلائل سے) جہاد شروع کیا، اللہ نے

ان کی جدو جہد کو قبول فرمایا اور دین اکبری کا بالکل خاتمہ ہوگیا ؛
اور بقول شخصے

گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جسکے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
بروقت اللہ نے جس کو کیا خبردار

۲۔ علماء حق کا وجود:

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی حفاظت کا ایک عظیم ترین ذریعہ علماء ربانی کو بنایا ہے۔

علماء حق کی اہمیت اور ان کی عظمت وضرورت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"العلماء ورثة الانبياء وإن الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وإنما ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر"۔(ابوداؤد:۳۶۴۱)

اس حدیث سے علماء کی اہمیت وضرورت اور علماء کا مقام ومرتبہ اور ان کی ذمہ داریاں بھی واضح ہیں؛ اور علماء کا عوام سے کیسا تعلق ہونا چاہئے اسے بھی نہایت فصیح وبلیغ انداز میں بتا دیا گیا ہے۔

ابوعنبۃ الخولانی صاحب القبلتین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لايزال الله يغرس فى هذا الدين غرسا يستعملهم فى طاعة الله"۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دین اسلام میں پودا لگاتا رہیگا (علماء حق پیدا کرتا رہیگا) جن کو اپنی اطاعت میں استعمال کریگا۔(ابن ماجہ فی المقدمہ باب فی فضائل العلم ؛ص14 رقم (8) الصحیحۃ:2442)

علامہ ابوالحسن السندی الکبیر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:**"والمراد يوجد فى أهل هذا الدين، ولذا يستعمل أهل الدين فى طاعته، ولعله هو المجدد للدين على رأس كل مائة سنة، ويحتمل أنه أعم فيشمل كل من يدعو الناس إلى إقامة دين الله وطاعته وسنة نبيه صلوات الله وسلامه عليه"**۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يحمل هذا العلم من خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وإنتها المبطلين وتأويل الجاهلين"۔

اس علم شریعت کو (کتاب وسنت کا علم جس علم کی وجہ سے اسلام تحریف وتبدیل، افراط وتفریط اور ہر قسم کے بدعات ومحدثات اور غلو سے محفوظ رہیگا) معتبر لوگ ہمشیہ ایسے معتبر لوگوں (علماء حق) سے حاصل کرتے رہیں گے جو دین میں غلو کرنے والوں، اہل بدعات ومحدثات جو اپنی بدعات ومحدثات کو قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُحادیث میں تحریف وتبدیل کرکے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کریں گے ان کا پردہ چاک کریں گے، اور اہل باطل جو اپنے باطل افکار ونظریات اور اپنے الحاد وبے دینی کو اسلام کے نام پر ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہیں گے ان کا پردہ فاش کریں گے، اور جاہلوں، لاعلموں کی جھوٹی اور من گھڑت تاویلات اور انکی حجت بازی کو بےنقاب کریں گے:

"الحديث مروي عن جماعة الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين موصولا وصحح بعض طرقه

الحافظ العلائي في بغية الملتمس"(۳-۴) (ہدایۃ الرواۃ إلی تخریج أحادیث المصابیح والمشکواۃ رقم ۲۳۹، ۱/ ۱۶۳؛)

۳- فریضۂ أمر بالمعروف والنھی عن المنکر:

اسلامی تعلیمات اور احکام شریعت کے تحفظ اور بقا کے لئے اور لوگوں کے دین پر قائم رہنے کا ایک بڑا ذریعہ اللہ تعالی نے فریضہ أمر بالمعروف اور النھی عن المنکر مقرر کیا ہے:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[آل عمران: ۱۰۴]''تم میں سے ہمیشہ کچھ ایسے لوگ ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتے رہیں، لوگوں کو معروف کا حکم دیتے رہیں اور برائیوں سے منع کرتے رہیں''۔

﴿لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾[آل عمران: ۱۱۴-۱۱۵]''یہ اہل کتاب سب ایک طرح نہیں ہیں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو حق پر قائم رہنے والے ہیں وہ دن رات اللہ کی کتاب تلاوت کرتے اور سجدہ ریز رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور ہر وقت بھلائی میں سبقت کرتے ہیں اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں''۔

یہ امت خیر امت کیوں بنائی گئی ہے؟

امت کو اللہ تعالیٰ نے خیر اُمت اور امت وسط بنایا اور اسکا ایک سبب تو یہ بیان کیا ہے کہ: ﴿لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾۔

اور دوسرا سبب یہ بیان کیا ہے کہ: ﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ﴾۔''یعنی یہ امت فریضہ أمر بالمعروف اور النھی عن المنکر انجام دیتی ہے''۔

جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[آل عمران: ۱۱۰]

''مسلمانو! تم خیر اُمت ہو (کیوں کہ تم لوگوں کی اصلاح وہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو''۔

۴- آپسی الفت ومحبت اور باہمی تعلقات کی بنیاد أمر بالمعروف والنھی عن المنکر پر ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[التوبہ: ۷۱]''اہل ایمان مرد ہوں یا عورت سب آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ذمہ دار ہوتے ہیں ایک دوسرے کو أمر بالمعروف اور النھی عن

المنکر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکاۃ ادا کرتے ہیں، ہر معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کی اِتباع واطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالی اپنی رحمتوں سے نوازے گا''۔

۵۔ دعوت وتبلیغ اور اِصلاح واِرشاد:

فریضہ دعوت وتبلیغ اور اِصلاح واِرشاد کی ادائیگی اور اس کو جاری رکھنے سے اسلام بھی محفوظ رہتا ہے اور قوم بھی ہلاکت وتباہی اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہتی ہیں:

﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾ [ھود:۱۱۶-۱۱۷]

عمرو بن عوف السکونی کہتے ہیں کہ ہماری قوم کا جو وفد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کے لئے جارہا تھا اس وفد میں میں بھی اپنے والد کے ساتھ شامل تھا جب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی مجلس میں شریک ہوا تو دیکھا ایک شخص لوگوں کو حدیث سنا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ:

من أشراط الساعة (وفی رواية : من إقتراب الساعة) أن ترفع الأشرار وتوضع الأخيار: ويفتح القول ويخزن العمل: ويقرأ بالقوم المثناه ليس فيهم أحد ينكرها؛ قيل: وما المثناة؟ قال: ما استكتب سوى كتاب الله عزوجل''۔

قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے یہ ہے کہ برے لوگوں کے مقام ومرتبہ کو بڑھایا جائے اور اچھے لوگوں (اکابر اور علماء) کے مقام ومرتبہ کو گھٹایا جانے لگے، دین کے نام پر بڑے بڑے دعوے، بڑے بڑے پلان پیش کئے جائیں اور زبانی باتیں خوب کی جائیں مگر دینی تعلیمات اور احکام شریعت پر عمل نہ کیا جائے اور عملی زندگی پر توجہ نہ دی جائے، کتاب وسنت کے خلاف لکھی گئی کتابیں یا جھوٹی روایات اور من گھڑت قصص وواقعات پر ترتیب دی گئی کتابیں لوگوں کو پڑھ کر سنائی جائیں اور اس پر کوئی انکار نہ کرے۔

(الحاکم فی المستدرک ۴/ ۵۵۴؛ الطبرانی؛ ابن عساکر؛ قال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی؛ وقال الہیثمی: رجال الصحیح)، (واخرجہ ابن أبی شیبۃ: فی المصنف؛ وابوعمرو الدانی فی الفتن؛ والبیہقی فی الشعب؛ صححہ الألبانی)، (الصحیحۃ رقم ۲۸۲۱) راجع الدارمی)

اسلام اور اس کی تعلیمات میں خلل اندازی کرنے اور اس کے مٹانے والی چیزوں میں سے ایک بڑی چیز بدعات ومحدثات ایجاد کرنا ہے۔

غضیف ابن الحارث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من إحداث بدعة''۔

جب کوئی قوم سنت پر عمل کرنے کے بجائے بدعات ایجاد کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے اور اسی کی دعوت دینے لگے تو اللہ تعالی اسی مقدار میں اس قوم سے سنت اٹھا لیتے ہیں اور اسے سنت سے محروم کرتے کر دیتے، اسی لئے سنت کی اِتباع کرنا اور اس کو اپنانا بدعت ایجا کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔ (أحمد ۱۳/ ۲۱۷؛ الطبرانی فی الکبیر والبزار؛ اللالکائی ۱/ ۹۰؛ قال الہیثمی فیہ ابوبکر بن عبداللہ بن

ابی مریم وہومنکر الحدیث المجمع (۱/۱۸۸)

"وفي التنقيح: رواه أيضا البزار والطبراني وفي إسناده كلهم ابو بكر بن عبدالله بن أبي مريم وفيه مقال لكن رجح الحافظ ابن حجر توثيق رجال الإسناد وقال في الفتح إسناده جيد"۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن الخ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ [الصّف:۸]

دشمنانِ اسلام اول یوم ہی سے اسلام کے مٹانے اور اسکی صاف وشفاف تعلیمات کو مکدر کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے کیونکہ اسلام (جوکہ کتاب وسنت کی شکل میں موجود ہے) اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے۔

بیسویں صدی میلادی کے اوائل اور نصف اول میں کچھ تحریکیں اور کچھ تنظیمیں نئے انداز میں اٹھیں جن میں سے ہر ایک نے اِحیاء دین، تجدید دین، حکومت الٰہیہ اور خلافت اسلامیہ قائم کرنے کا دعوی کیا اور اقامت دین اپنا مقصد بتایا جس کی وجہ لوگ دین کی محبت میں ان تنظیموں میں شامل ہوگئے، اِن تحریکوں اور تنظیموں کے مؤسسین اور بانیان تقریبا سب کے سب نہ تو کسی مدرسہ کے فارغ تھے اور نہ تو علماء کے پاس بیٹھ کر باقاعدہ کسی سے علم حاصل کیا تھا۔

ان حضرات نے تحریکوں اور اپنی تنظیموں کے یہ نام تجدید واحیاء دین، حکومت اسلامیہ، اقامت دین، قیام خلافت، جو رکھے تھے تو ان ناموں کی حقیقت وہی ہے جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کے قول: **إن الحكم إلا لله** کے متعلق کہا تھا کہ: **كلمة حق أريد بها الباطل**۔

اتباع کے بجائے ابتداع:

ان حضرات نے تجدید واحیاء دین کے نام پر اپنے خیالات فاسدہ اور باطل افکار ونظریات کو ثابت کرنے کے لئے دین اسلام اور آیات قرآنی اور شریعت اسلامیہ کی تفسیر وتشریح جمھور امت کے خلاف ایک نئی تشریح وتفسیر کی تاکہ اس طرح اپنے باطل افکار ونظریات کو اصل دین وشریعت ثابت کریں، جس کی زندہ مثال مودودی صاحب کی قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، حسن البنا، اور سید قطب، قرضاوی وغیرہ کی کتابیں ہیں۔

کیونکہ بدعات ومحدثات اسلامی تعلیمات اور شریعت اسلامیہ کے مٹانے کا سبب بنتی ہیں اسی لئے ہمارے اسلاف اور ائمۃ محدثین ومجتہدین ہمیشہ اہل بدعات ومحدثات اور ملحدین ومنحرفین کی مجالست اور مصاحبت سے منع کرتے تھے اور اِجتناب کی تاکید کرتے تھے، اسی لئے تقریبا سارے محدثین اپنی کتب اُحادیث وآثار میں ایک باب قائم کرتے ہیں، اور بہت سے محدثین نے تو اس کے متعلق مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں یہاں پر صرف ایک محدث کی کتاب کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

امام محی السنۃ المحدث الفقیہ الحسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ متوفی 516ھ۔

اپنی مشہور کتاب (شرح السنۃ) میں لکھتے ہیں کہ؛ (**باب مجانبة أهل الأهواء**) پھر اس باب کے تحت بہت سی قرآنی آیات اور اُحادیث وآثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اُجمعین اور آثار سلف نقل کیا جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[الانعام:۶۸]

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا﴾[الکہف:۲۸]

﴿هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ مِنْهُ ءَايَٰتٌ مُّحْكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٌۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِۦۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِي ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَاۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ﴾[آل عمران:۷]

لزوم جماعت:

أمیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی واپسی پر جابیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم كمقامى فيكم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس أكرموا أصحابى فإنهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب، حتى إن الرجل يحلف ولايستحلف، ويشهد ولا يستشهد، ألا فمن سره بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين أبعد، ولا يخلون رجل بامرأة فإن الشيطان ثالثهما، فمن سرته حسناته وسائته سيئاته فهو مؤمن۔

جیسے میں تمہارے درمیان کھڑا ہوا ہوں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور ہم لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو میرے صحابہ کی تکریم و تعظیم اور ان سے محبت کرو کیونکہ تم لوگوں میں وہ سب سے زیادہ نیک اور صالح ہیں پھر ان کے بعد والے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد والے لوگ، پھر جھوٹ عام ہو جائے گا یہاں تک کہ آدمی خود ہی قسم کھائے گا حالانکہ کسی نے اس سے قسم کھانے کے لئے مطالبہ نہیں کیا ہوگا اس طرح آدمی خود ہی گواہی دینے لگے گا حالانکہ اس سے کسی نے گواہی طلب نہیں کی، جو شخص عالی شان جنت میں جانا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ خوب مضبوطی کے ساتھ جماعت سے جڑا رہے تاکہ وہ ہر قسم کے شیطانی مکر وفریب سے اور شیطان کے گمراہ کن ہتھکنڈوں سے محفوظ رہے، کیونکہ جماعت سے کنارا کشی اختیار کر کے اکیلے اور انفرادی زندگی گزارنے والوں کو نہایت آسانی سے شیطان بہکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے اس کے برخلاف اگر دو آدمی بھی مل کر رہتے ہیں تو اتنی آسانی سے نہیں بہکا پاتا، جماعت سے جڑ کر رہنے والے شخص کو شیطان بھٹکانے میں کامیاب نہیں ہوتا اِلا من شاء اللہ، خبردار کبھی کوئی شخص کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تیسرا شیطان آ جاتا ہے اور دونوں کو غلط کرانے کی کوشش کرتا ہے، اور جس شخص کو نیکیوں سے دل میں خوشی اور فرحت ومسرت محسوس ہو اور منکرات ومحرمات اور برائیوں سے نفرت اور ناگواری محسوس ہو تو وہی شخص حقیقی مؤمن ہے''۔(النسائی فی عشرۃ النساء من الکبری رقم ۹۲۲۲؛ أحمد رقم ر ۲۱۵-۲۳۹؛ الحاکم؛ وذکر البخاری فی

التاریخ الکبیر تعلیقا ۱/۱۰۲؛ راجع ہدایۃ الرواۃ ۵/۳۸۹)

الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث: **إن الله أمر يحي بن زكريا بخمس كلمات أن يعمل بها... الحديث** کے آخر میں ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وأنا آمركم بخمس ؛ الله أمرني بهن: السمع والطاعة، والجهاد، والهجرة، والجماعة، فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن تراجع " ---الحدیث۔

''اور میں تم لوگوں کو پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں جن کا حکم اللہ تعالی نے ہم کو دیا ہے، سمع و طاعت، جہاد، ہجرت''۔لزوم جماعت۔(الترمذی، والنسائی، الحاکم، ابن خزیمۃ، ابن حبان، صحیح الترغیب ۱/۳۸۶۳۸۵)

الجماعۃ سے مراد:

اِن دونوں حدیثوں میں جو لزوم جماعت کا حکم دیا گیا ہے؛ یا ان کے علاوہ بھی وہ احادیث جن میں لزوم جماعت کی تاکید کی گئی ہے اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ جماعت سے مراد اہل علم کی جماعت ہے نہ کہ عوام۔

اِمام البخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: **"الجماعة هم أهل العلم"**۔ (البخاری باب وکذلک جعلناکم أمۃ وسطا وما أمرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلزوم الجماعۃ وہم أہل العلم ۱۳/۳۱۶)

امام الترمذی رحمہ اللہ السنن میں کہتے ہیں کہ: **وتفسير الجماعة عند أهل العلم : هم أهل الفقه والعلم والحديث**۔ (السنن، 2167)

اِمام شرف الدین الحسین ابن محمد الطیبی کہتے ہیں کہ:

"المراد بالجماعة السواد الأعظم وما عليه الجمهور من الصحابة والتابعين والسلف الصالح؛ فيدخل حبهم وإكرامهم دخولا أوليا"۔ (الکشف ۱۱/۲۱۴)

لزوم جماعت اور مفارقت جماعت کی بہترین مثال:

لزوم جماعت کی ترغیب دلاتے اور تاکید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ألا من أراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين أبعد"۔

اور مفارقت جماعت سے آدمی جس نقصان اور خسارے میں پڑ جاتا ہے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا:

"فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن تراجع "۔

گردن سے قلادہ نکل جانے کے بعد بیل آزاد ہو جاتا ہے اسی طرح جماعت چھوڑ دینے کے بعد اور جماعت سے نکل جانے کے بعد آدمی بھی بالکل آزاد ہو جاتا ہے۔

علماء حق کی نصائح سے اعراض:

دور حاضر کے فتنوں اور تحریکوں نے اپنے باطل افکار ونظریات اور دین کے نام پر اپنے سیاسی مقاصد ومفاد کو باقی رکھنے کے لئے عوام کو علماء حق سے بدگمان کرنے کے لئے مختلف ذرائع اپناتے ہیں اور ان کی محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہونے سے منع کرتے ہیں اور ان کے نصیحتوں کے قبول کرنے سے منع کرتے ہیں، علماء حق کی توہین وتذلیل ان کی تحریک کا ایک بڑا حصہ ہے، جب کہ تحریکیوں کا یہ عمل امت اور قوم وملت کے

ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں کہ:

”کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یقول: ألا إن أصدق القیل: قیل الله؛ وأحسن الهدي: هدي محمد ﷺ؛ وشر الأمور محدثاتها؛ ألا إن الناس لم یزالوا بخیر ما أتاهم العلم عن أکابرهم“۔

سب سے اچھا اور سب سے سچا قول اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے اور سب سے بدترین طریقہ بدعات ومحدثات ہوتے ہیں، یاد رکھو لوگ اس وقت تک ہدایت اور دنیا وآخرت کی خیرات وبرکات میں رہیں گے جب تک کہ علم اپنے بڑوں سے حاصل کرتے رہیں گے۔(الجامع لابن عبدالبر 1/498)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:

”لا یزال الناس بخیر ما أخذوا العلم عن أکابرهم وعن أمنائهم وعلمائهم فإذا أخذوا من صغارهم وشرارهم هلکوا “۔

لوگ برابر اس وقت تک ہدایت وصراط مستقیم اور خیر وبرکت میں رہیں گے جب تک کہ علم اپنے بڑوں، امانت داروں اور اپنے علماء سے لیتے رہیں اور جب علم اپنے چھوٹوں (لاعلموں) اور بدعمل لوگوں سے علم لینے لگیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے۔(ابن عبد البر فی الجامع: ۱/۴۹۸)

ایک روایت میں ہے کہ:

”لا یزال الناس بخیر ما أتاهم العلم من أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ومن أکابرهم؛ فإذا جائهم العلم من قبل أصاغرهم فذلك حین هلکوا “۔(الجامع لابن عبدالبر ۱/۴۹۹)

علماءِ حق کی تضلیل اور اہانت:

بلال بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

”قد علمت متی صلاح الناس ومتی فسادهم؛ إذا جاء الفقه من قبل الصغیر استعصی علیه الکبیر، وإذا جاء الفقه من قبل الکبیر تابعه الصغیر فاهتدیا“۔(الجامع لابن عبدالبر ۱/۴۹۸)

إن في ذلك لعبرة لأولی الأبصار:

مولانا صوفی نذیر احمد کشمیری صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ:

مودودی صاحب نے جب جماعت اسلامی کی بنیاد رکھنے کے لئے برصغیر کی ملت اسلامیہ کے اکابر کو دعوت دی تو اس وقت صوفی نذیر احمد کشمیری رحمہ اللہ علی گڑھ میں تھے وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دعوت نامے کے جواب میں عدم شرکت کی معذرت کے ساتھ تنظیم سازی کی تائید کرتے ہوئے حوالہ ڈاک کردیا مگر اس کے بعد کمرے میں پہنچا تو ذکر واذکار کے بعد نیند آگئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جرمن کے جنگل سے آگ کا دودھ نچوڑ نچوڑ کر بوتلوں میں بھرا جارہا ہے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اب بازار میں اصلی دودھ کی جگہ یہی دودھ چلے گا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، سینہ نفرت وحشت سے بیٹھا جارہا تھا اور محسوس ہوا کہ میں نے بہت بڑی غلطی کردی ہے لیٹر بکس کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا اور دیر بعد جب ڈاکیہ آیا اور خطوط نکالنے لگا تو میں نے اس سے اپنا کارڈ واپس مانگ کر چاک کردیا۔

عرصہ بعد اس کی تعبیر سمجھ میں آئی کی اصل اسلامی نقطۂ نظر کے بجائے جرمن فلسفی ہیگل کی کلی ریاست کے نظریہ کو اسلامی لبادے میں پیش کر رہے ہیں۔ (علماء اہل حدیث ہند اور ان کی تصنیفی خدمات 644/1)

پروفیسر مولانا عبیداللہ رحمانی حکیم بریلی کشمیری متوفی 2004م۔

بیس (20) سال جماعت اسلامی میں شامل رہے خلافت الٰہیہ کا انتظار کرتے رہے، جماعت میں موجودہ خامیوں اور غلطیوں کی اصلاح کی کوششیں کرتے رہے، مگر ساری کوششیں اور عرصہ دراز کی محنتیں سب صدا بصحرا ثابت ہوئیں بیس سال کے بعد مایوس ہوکر جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کر لی اور اسلامی سیاست یا سیاسی اسلام نامی ایک کتاب لکھی جس میں جماعت اسلامی سے علیحدگی کے اسباب اور اس جماعت میں موجودہ خامیوں اور ضلالت وگمراہی کی نشاندہی کی ہے، علماء اہل حدیث کی تصنیفی خدمات 1/443، حیات علامہ أبوالقاسم سیف بنارسی رحمہ صاحب اللہ ص603۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کا جماعت اسلامی سے علیحدگی:

ڈاکٹر عثمان مولانا کی برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور رشتے میں چچا لگتے ہیں وہ بھی بالآخر تنظیم اسلامی میں شامل ہو گئے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ مولانا سے انھوں نے پوچھا کہ آپ سترہ (17) سال جماعت اسلامی میں کیا کرتے رہے تو کہا کہ:

جھک مارتے رہے؛ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی (ص535)

اہل بدعات ومحدثات کی مجالس سے اجتناب:

اللہ تعالی نے کفریہ، شرکیہ اور منکرات ومحرمات اسی طرح محدثات وبدعات کی مجالس شرکت کرنے اور ان میں شامل ہونے کا حکم اور اسکا سبب بیان کردیا ہے۔

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾[النساء:۱۴۰]

علامہ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :

''وذلك أن الواجب على كل مكلف فى آيات الله الإيمان بها وتعظيمها وإجلالها وتفخيمها، هذا المقصود بإنزالها، وهوالذى خلق الله الخلق لأجله، فضد الإيمان الكفر بها، وضد تعظيمها الإستهزاء بها وإحتقارها، ويدخل في ذلك مجادلة الكفار والمنافقين لإبطال آيات الله ونصر كفرهم، وكذلك المبتدعون على إختلاف أنواعهم فإن إحتجاجهم على باطلهم يتضمن الإستهانة بآيات الله، لأنها لا تدل إلا الحق ولا تستلزم إلا صدقا، بل وكذلك يدخل فيه حضور مجالس المعاصى والفسوق التى يستهان فيها بأوامر الله نواهيه، وتقتحم حدوده التى حد الله لعباده ومنتهى هذا النهي عن القعود معهم (حتى يخوضوا فى حديث غيره) أى غير الكفر بآيات الله والاستهزاء بها۔

(إنكم إذا) أى إن قعدتم معهم فى الحال المذكور (مثلهم) لأنكم رضيتم بكفرهم واستهزائهم!

والرضى بالمعصية كالفاعل لها ؛

والحاصل إن من حضر مجلسا يعصى الله به؛ فإنه يتعين عليه الإنكار عليهم مع القدرة أوالقيام مع عدمها ؛ ۱/۳۷۲۔

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِۦۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾[الانعام:۶۸]

اہلِ حق کی مجالس میں شریک ہونا:

قریش مکہ کے کچھ سردار اور بااثر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ پیش کش کی کہ آپ کی مجلس میں یہ معمولی (بلال؛ خباب بن آرت؛ عبداللہ بن مسعود وغیرہ جو ہمارے غلام یا ہمارے نوکر چاکر اور محنت ومزدوری کرنے والے) لوگ ہر وقت آپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں جن کے ساتھ ہم آپ کی مجلس میں بیٹھنا اور آپ کی باتیں سننا اپنی توہین سمجھتے ہیں اگر آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے ہٹا کر دور کر دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی باتیں سنیں گے اور آپ کی دعوت پر غور وفکر کریں گے؛ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ﴾ الخ۔ کو نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل حق اور اہل صلاح کی مجالس میں شریک ہونے کی تاکید کی ہے۔

﴿وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَاۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا﴾[الكهف:۲۸]

آیت کا مطلب یہ ہے کہ:

”إجلس مع الذين يذكرون الله ويهللونه ويحمدونه ويسبحونه ويكبرونه ويسألونه بكرة وعشيا من عبدالله سواء كانوا فقيرا أو غنيا أو أقوياء أو ضعفاء“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ اور صلاح کی مجالس کی کئی خوبیاں بیان کی ہیں:

۱۔ **يدعون ربهم بالغدواة والعشي:** اللہ کی عبادت واطاعت؛ ذکر واذکار اور توبہ واستغفار پر مداومت کرتے ہیں۔

۲۔ **يريدون وجهه: يريدون الله لا يريدون عرضا من الدنيا:** اِخلاص کامل کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ **تريد زينة الحياة الدنيا؛ طلب مجالسة الأغنياء والأشراف وصحبة الدنيا۔ (البغوى)**

۴۔ **ولا تطع من أغفلنا قلبه عن ذكرنا؛ جعلنا قلبه غافلا عن ذكرنا؛ (البغوى) شغل عن الدين وعبادة ربه بالدنيا۔**

۵۔ **واتبع هواه ؛ مراده فى طلب الشهوات:**

۶۔ **وكان أمره فرطا ؛ أعماله وأفعاله سفه وتفريط وضياع ؛ ولا تكن مطيعا له ولا محبا لطريقة ولا تغبط بما هو فيه كما قال**

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ

خَيۡرٞ وَأَبۡقَىٰٓ ﴾[طہ:۱۳۱]

ہم سنتے سب کی ہیں جس کی بات اچھی لگتی ہے لے لیتے ہیں:

﴿فَبَشِّرۡ عِبَادِ ۞ ٱلَّذِينَ يَسۡتَمِعُونَ ٱلۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحۡسَنَهُۥٓۚ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ ﴾[الزمر:۱۷-۱۸]

’’آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیں جو اس کلام الٰہی (قرآن مجید اور تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو کان لگا کر خوب غور سے سنتے ہیں جو کہ سب سے احسن ہے اس کی اِتباع کرتے ہیں‘‘۔

اس جگہ اللہ تعالی نے: ﴿ٱلَّذِينَ يَسۡتَمِعُونَ ٱلۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحۡسَنَهُۥٓۚ﴾ فرمایا ہے؛ جب کہ مقتضی یہ تھا کہ: (**يستمعون القول فيتبعونه**) فرمایا جاتا۔

جس سے یہ بتانا مقصد ہے کہ ان لوگوں نے قرآنی ھدایات اور تعلیمات رسول اللہ ﷺ کی اِتباع بے بصیرتی اور لاعلمی سے یونہی نہیں کرتے جیسے بے وقوف اور نادان لوگوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ جس کی بات بھی اچھی لگی آنکھ بند کر کے اسے قبول کرلیا اور اس کے پیچھے چلنے لگے بلکہ یہ لوگ اللہ اور رسول اللہ کی تعلیمات کو حق اور احسن اور سب سے اچھا دیکھنے اور سمجھنے کے بعد علی وجہ البصیرۃ اس کی اِتباع کرتے ہیں، اسی وجہ سے آیت کے آخر میں ان لوگوں کو اللہ نے دو عظیم ترین بشارت سے نوازا ہے۔

(۱) ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُۖ﴾: یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالی ہدایت سے نواز (۲) ﴿وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾

اسی چیز کا تاکیدی حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ:

﴿وَكَتَبۡنَا لَهُۥ فِي ٱلۡأَلۡوَاحِ مِن كُلِّ شَيۡءٖ مَّوۡعِظَةٗ وَتَفۡصِيلٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ فَخُذۡهَا بِقُوَّةٖ وَأۡمُرۡ قَوۡمَكَ يَأۡخُذُواْ بِأَحۡسَنِهَاۚ سَأُوْرِيكُمۡ دَارَ ٱلۡفَٰسِقِينَ ﴾[الاعراف:۱۴۵] معارف

بعض اہل علم نے ﴿يَسۡتَمِعُونَ ٱلۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحۡسَنَهُۥٓۚ﴾ کا مطلب یہ بھی بتایا ہے کہ القول سے مراد عام لوگوں کے اقوال ہیں جس میں توحید و شرک، سنت و بدعت، کفر و اسلام، حق و باطل، ہر طرح کی چیزیں ہوتی ہیں، مگر اہل ایمان صحیح باتیں ہی قبول کرتے ہیں باطل سے بچتے ہیں۔

اخوانیت اور تحریکیت کے مؤسسین اور ان کے متبعین:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من قلوب العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء ؛ حتى إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا بغير علم فضلوا وأضلوا‘‘ (البخاری ومسلم)

اِمام ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

’’إعلموا رحمنا الله وإياكم : أن أهل البدع والضلال من الخوارج والروافض والمعتزلة قد اجتهدوا أن يدخلوا على أهل السنة والجماعة من بدعهم وضلالهم فلم يقدروا على ذلك لذب إهل

العلم ودفع الباطل حتى ظفروا بقوم فى آخر الوقت ممن تصدى للعلم ولا علم له ولا فهم، ويستنكف ويتكبر أن يتفهم وأن يتعلم، لأنه قد صار متصدرا معلما بزعمه، فيرى بجهله أن عليه فى ذلك عارا وغضاضة، وكان ذلك سببا إلى ضلاله وضلال جماعته من الأمة؛ الإنصاف ص ١١٤، الأمر بلزوم جماعة المسلمين ص١٣٠۔

راغب الاصبہانی کہتے ہیں کہ:

"لا شيئ أوجب على السلطان من رعاية أحوال المتصدين للرياسة بالعلم فمن الإخلاص بها ينتشر الشر ويكثر الإشرار ويقع بين الناس التباغض والتنافر... إلى أن قال: ولما ترشح قوم للزعامة فى العلم بغير استحقاق، وأحدثوا بجهلهم بدعا استغنوا بها عامة "۔

"واستجلبوا بها منفعة، ورياسة فوجدوا من العامة مساعدة بمشاركتهم لهم، وقرب جوهرهم منهم، وفتحوا بذلك طرقا مسندة، ورفعوا بعد ستورا مسألة، وطلبوا منزلة الخاصة فوصلوها بالوقاحة، وبما فيهم من الشرة فبدعوا العلماء وجهلوهم اغتصابا لسلطانهم، ومنازعة لمكانهم، فأغروا بهم أتباعهم حتى وطؤوهم بأظلافهم وأخفافهم، فتولد بذلك البوار والجور العام والعار"۔(فیض القدیر ۲/ ۲۷٤،الأمر بلزوم جماعة المسلمين وإمامهم)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"إنكم فى زمان كثير فقها ؤه، قليل خطباؤه؛ قليل سواله كثير معطوه، العمل فيه قائد للهوى، وسيأتي من بعدكم زمان قليل فقهاؤه وكثير خطباؤه، كثير سواله قليل معطوه، الهوى فيه قاعد للعمل، اعملوا أن حسن الهدي فى آخر الزمان خير من بعض العمل۔

(الادب المفرد، قال الحافظ : سنده صحيح، ومثله لا يقال من الرأي، وصححه الالباني في صحيح الادب المفرد :605)

۱۔شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ متوفی 1948م مودودی صاحب نے اپنی تحریک شروع کی تو مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے شروع میں اندازہ لگایا کہ یہ تحریک گمراہی پر مبنی ہے اور مودودی اپنے سوچ وفکر میں گمراہی اور ضلالت پر ہیں؛اس لئے مولانا امرتسری نے الدین النصیحۃ کے تحت ان کو اصلاح کی دعوت دی اور مخلصانہ نصیحت کی مگر مودودی صاحب نے قبول نہیں کیا۔

اسی سلسلہ میں مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے ستمبر 1945م سے اپنے اپنے رسالہ اہلحدیث امرتسر میں مولانا مودودی کی اصلاح عوام الناس کو حقیقت سے آگاہ اور متنبہ کرنے کی غرض سے مقالات اور نہایت مدلل مضامین لکھنا شروع کیا جو کہ بعد میں خطاب بہ مودودی کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع کیا، اس کے علاوہ بھی بہت سے مقالات ورسائل مودودی صاحب اور جماعت کے لکھ کر شائع کرتے رہے جو مقبول عام ہوئیں۔

۲۔ مدرسہ شیخ الکل میاں نذیر حسین رحمہ اللہ محدث دہلوی کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ نے

بھی اضاحۃ الحق نامی مقالۃ مودودی کے رد لکھا جو طلوع اسلام نامی مجلہ ماہ مئی 1956م میں شائع ہوا۔ (زوابع فی وجہ السنۃ ص 88)

۳۔ بیہقی زماں مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی 1961م، مولانا مودودی اوران کے افکار باطلہ کی تردید میں 9 قسطوں میں نہایت فاضلانہ اور مدلل لکھا اور عوام وخواص کو اس تحریک کی حقیقت سے آگاہ کیا جو کہ مجلہ اہلحدیث سوہدرہ میں شائع کیا، فتاوی ثنائیہ 2/ 387-388، تحریک اہلحدیث، تصنیفی خدمات 1/ 170۔

۴۔ قائد جماعت وملت علامہ عبدالوہاب آروی رحمہ اللہ۔

۵۔ علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ متوفی 1949م

۶۔ مفسر قرآن اور شارح صحیح البخاری (اردو) رحمہ اللہ متوفی 1981م، تحریک مودودی کی ابتداء سے انتہا تک اس تحریک کی ضلالت وگمراہی اوراس کے افکار ونظریات سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈانگری رحمہ اللہ متوفی 1999م

ان کی دونوں مشہور کتابیں نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری اور صیانۃ الحدیث مودودی صاحب کے احادیث نبویہ اور کتب اُحادیث ومحدثین کے متعلق باطل افکار ونظریات کی تردید میں لکھی ہے۔

۷۔ مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ اپنی مولفات میں انھیں دونوں کتابوں کے کہتے تھے کہ:

روزہ قیامت ہر کسے کہ در دست نامئے: من نیز حاضر میشوم نصرت، صیانت در بغل:

۸۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار شکراوی رحمہ اللہ متوفی 1985م۔

۹۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ متوفی 1958م۔

۱۰۔ مفکر اسلام مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ متوفی 1986م۔

۱۱۔ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ سابق استاذ حدیث مدینہ یونیورسٹی:

۱۲۔ شیخ الحدیث علامہ محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ گوجرانوالہ۔

۱۳۔ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجیانی رحمہ شارح سنن النسائی۔

۱۴۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ۔

۱۵۔ علامہ حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ۔

۱۶۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب۔

مفاسد ومکارہ:

یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی کلمہ گو صراط مستقیم اور منہج سلف کو چھوڑ کر انفرادی زندگی گزارنے لگتا ہے اور جماعت حقہ سے بالکل آزاد ہوجاتا ہے تو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں کہاں بھٹک رہا ہے اور ضلالت وگمراہی کی کن کن وادیوں میں چکر لگارہا ہے مگر وہ اپنی خوش فہمی میں اس قدر مبتلا ہوتا ہے کہ اسے اپنی ضلالت وگمراہی کا کوئی احساس نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس آیت: ﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ﴾ کا مصداق بن جاتا ہے۔

پھر شیطان بہت سارے مفاسد ومنکرات میں مبتلا کرتا رہتا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ فریضہ اُمر بالمعروف اور النھی عن المنکر سے کنارا کشی۔
۲۔ الولاء والبراء سے علیحدگی اور سیاسی مفاد کو الولاء والبراء کا معیار قرار دینا۔
۳۔ علماء حق سے لوگوں کو دور رکھنے کی کوشش کرنا۔
۴۔ حق و باطل کو قریب کرنے کی کوشش کرنا (تقارب ادیان) کا نظریہ۔
۵۔ عقیدہ توحید اور اس کی دعوت کا استخفاف۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے مفاسد ومثالب علماء اور مشائخ نے اپنی کتب ورسائل میں جمع کیا ہے۔
دیکھیے: (المورد العذب الزلال، الأجوبة المفيدة عن أسئلة المناهج الجديدة، جدید مناہج کی حقیقت)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔

۞ ۞ ۞

علامہ محمد بن علی بن محمد ابن ابوالعز حنفی رحمہ اللہ (731-792ھ) فرماتے ہیں:

”وكيف يتكلم فى أصول الدين من لا يتلقاه من الكتاب والسنة، وإنما يتلقاه من قول فلان؟ وإذا زعم أنه يأخذه من كتاب الله لا يتلقي تفسير كتاب الله من أحاديث الرسول، ولا ينظر فيها، ولا فيما قاله الصحابة والتابعون لهم بإحسان، المنقول إلينا عن الثقات النقلة، الذين تخيرهم النقاد، فانهم لم ينقلوا نظم القرآن وهديه، بل نقلوا نظمه ومعناه ولا كانوا يتعلمون القرآن كما يتعلم الصبيان، بل يتعلمونه بمعانيه، ومن لا يسلك سبيلهم فانما يتكلم برأيه، ومن يتكلم برأيه وما يظنه دين الله، ولم يتلق ذلك من الكتاب فهو مأثوم وإن أصاب، ومن أخذ من الكتاب والسنة فهو مأجور وإن أخطأ، لكن إن أصاب يضاعف أجره“.

”وہ شخص اصول دین کے بارے میں کلام کیسے کرسکتا ہے جس نے یہ اصول کتاب وسنت سے اخذ نہ کیے ہوں، بلکہ کسی شخص کے قول سے لیے ہوں۔ اگر وہ قرآن کریم سے ان اصولوں کے اخذ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو قرآن کریم کی تفسیر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے نہیں لیتا۔ وہ نہ احادیث کو دیکھتا ہے، نہ صحابہ وتابعین کے ان اقوال میں غور کرتا ہے جنہیں ہم تک ان ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے جن کو نقاد محدثین نے منتخب کیا تھا۔ صحابہ وتابعین (کے اقوال اس لیے ضروری ہیں کہ انہوں) نے صرف قرآن کریم کے الفاظ نقل نہیں کیے، بلکہ اس کا معنی بھی نقل کیا ہے۔ وہ قرآن کریم کو اس طرح نہیں سیکھتے جس طرح بچے (صرف لفظاً) سیکھتے ہیں، بلکہ وہ قرآن کریم کو اس کے معانی سمیت سیکھتے تھے۔ جو شخص ان کے راستے پر نہیں چلے گا، وہ اپنی رائے سے بات کرے گا اور جو شخص اپنی رائے سے بات کرے گا اور اسے اللہ کا دین سمجھے گا، حالانکہ اس نے یہ رائے وحی سے نہیں لی ہوگی، وہ اگر درست فیصلہ بھی کرے گا تو گناہگار رہوگا۔ اس کے مقابلے میں جو شخص کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرے گا، اگرچہ وہ غلطی پر ہو، اسے اجر ملے گا۔ اگر وہ درستی پر ہوا تو اسے دو اجر ملیں گے۔“ [شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص:196-195]

مقام سنت

سنت کی اہمیت اور فتنہ انکار حدیث

نثار احمد محمد مستقیم مدنی (شیخ الجامعہ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

اسلام میں سنت کی غیر معمولی اہمیت ہے انسانی زندگی کی تمام شعبوں سے متعلق یہ دوسرا مرجع ومصدر ہے چنانچہ امور غیبیات، عملی وتربیتی احکام ومسائل یا پھر ان کے علاوہ امور سے متعلق یہ ایسی وحی خفی ہے جو درحقیقت وحی جلی قرآن کا جزو لاینفک ہے کیونکہ منصب رسالت یقینی معنوں میں تلاوت قرآن اور تلقی وحی کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس، فصل نزاع، تشریح وتبیین، تعلیم کتاب وحکمت اور ارض واقع پر ان کی عملی تنفیذ وغیرہ وہ ہمہ جہت کارنبوت ہیں جنہیں رب کریم نے قانونی حیثیت دیتے ہوئے تمام بنوآدم کے لئے لازم ٹھرایا اور اسے اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْ﴾[الحشر:۷]''اور رسول تمہیں جو کچھ بھی دیں اسے لے لو اور جن چیزوں سے روکیں ان سے باز آجاؤ''۔

کیونکہ قرآن کے منطوق ومفہوم، عام وخاص، مجمل ومفصل، ناسخ ومنسوخ، اشارات وکنایات، فصاحت وبلاغت، اعجاز وبیان، احکام وعقائد، تاریخ وقصص، عبادات ومعاملات، غیبیات وبدیہیات آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے اسی لیے آپ کو مبلغ، مبین اور مشرع کا درجہ عنایت فرمایا گیا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت مطہرہ کو بعینہ قرآن مجید کی طرح تشریعی وآئینی حیثیت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"لا أُلْفِيَنَّ أحدَكُمْ متكئًا على أريكتِهِ يأتيهِ أمرٌ مما أمرتُ بهِ أو نهيتُ عنهُ فيقولُ : لا أدرِي . ما وجدنَا في كتابِ اللهِ اتبعناهُ"۔(صحیح الترمذی:2663) ''کوئی ایسا نہ ہو جو اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو، اس کے پاس میرے امر ونہی کا کوئی مسئلہ آئے تو کہہ بیٹھے مجھے پتہ نہیں ہمیں جو اللہ کی کتاب میں ملا ہم اسی کی اتباع کریں گے''۔

اس کی اہمیت اور دین میں مستقل طور پر اس کی قرآنی مصدر کی طرح یکساں مقام وحیثیت اور مرجعیت سے متعلق آیئے چند ائمہ دین کے سنہرے اقوال وفرمودات ملاحظہ کرتے ہیں: امام البربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"اعلموا أن السنة هي الإسلام وأن الإسلام هو السنة ولا يقوم أحدهما إلا بالآخر...."۔(شرح السنۃ للبربہاری 1/33)

اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اسلام ہی سنت کا نام ہے اور سنت ہی اسلام ہے''۔کیونکہ نہ تو اسلام تنہا چل سکتا ہے اور نہ ہی سنت ہی تنہا چل سکتی ہے اس لئے کہ پہلی وحی جلی "اقرا" کے ہمرکاب پہلی وحی خفی "ماأنا بقارئ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور آپ کے تشریعی مقام ومرتبہ کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے اور امام دارالہجرۃ مالک بن اُنس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"السنة سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق"۔(ذم الکلام للہروی 4/124)''سنت درحقیقت کشتی نوح کے مانند ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات یاب اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرقاب ہوگیا''۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"جميع ما تقوله الائمة شرح للسنة و جميع السنة شرح

للقرآن" قواعد التحديث للقاسمي"۔ (ص59)
''یعنی ائمہ جو تمام چیزیں بیان کرتے ہیں وہ سنت کی شرح ہیں اور تمام سنت قرآن کی شرح ہے''۔امام یحیی بن أبي کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "السُّنة قاضيةٌ على القرآن، وليس القرآن بقاضٍ على السنة"۔سنت قرآن پر فیصل ہے جبکہ قرآن سنت پر فیصل نہیں ہے،اور امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الكتاب أحوج إلى السُّنة من السنة إلى الكتاب" ''قرآن کریم اپنے معنی ومفہوم کے شرح وبیاں کے لیے سنت کے بمقابل اس کا زیادہ حاجت مند ہے''۔اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:"بعد كتاب الله عزوجل سنن رسول الله صلي الله عليه وسلم فهي المبينة لمراد الله عزوجل من مجملات كتابه والدالة علي حدوده والمفسرة له۔۔الخ"[خطبۃ الاستیعاب علی ہوامش الاصابہ 1/2] یعنی ''اللہ عزوجل کی کتاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن ہیں جو کتاب اللہ کے مجملات سے اللہ عزوجل کی مراد بیان کرتی ہیں، اس کی حدود پر دلالت کرتی اور اس کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں۔''

اور امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب" [الموافقات للشاطبی 4/10]

یعنی ''سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لئے تفسیر و تشریح کا درجہ رکھتی ہے۔''

اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ سنت سید المرسلین کے بغیر دین، عزت ووقار، شان وشوکت اور رفعت وبلندی کا اس روے زمین پر کوئی تصور نہیں ہے اس لئے کہ آپ ہی کے توسط سے جہاں دستور حیات کی شکل میں پورا قرآن ہمیں دستیاب ہوا وہیں آپ کے فرمودات، افعال وتقریرات کی شکل میں سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزاعات کے حل، ہمارے روزمرہ مسائل کے لئے ہمیں مشعل راہ کے طور پر نصیب ہوا، چونکہ ہماری گھات میں لگے ہمارے حریفوں اور دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے کمک اور سوہان روح اسی میں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے ہمارے رب کی کتاب کے فہم وادراک اور خالق کون ومکاں کی مراد سے آشنائی کا یہی تنہا راستہ ووسیلہ ہے۔

سنت نبوی کی اہمیت قرآن کریم سے وابستگی کی وجہ سے دو زاویوں سے ظاہر ہوتی ہے:

(الف) قرآن نے سنت کی حجیت کو ثابت کیا ہے اور اپنے بعد اسے شریعت کا دوسرا مصدر قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے بذات خود اس کی حجیت کو ثابت کیا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات اس پر دلالت کرتی ہیں:

(1) متعدد آیات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جو اصطلاح شرع میں وجوب پر دلیل ہیں اور وہ آپ کی سنت کی اتباع وپیروی کی صورت ہی میں ممکن ہوگا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ [النساء:۵۹]
''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو بشرطیکہ تم اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے''۔

(2) وہ آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے گفتگو فرماتے ہیں اور آپ کو اپنے رب کی جانب سے وحی کردہ تمام چیزوں کے اتباع

کا حکم دیا گیا ہے فرمان باری تعالی ہے:

﴿ٱتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۖ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ﴾[الانعام:۱۰۶]''آپ کے پاس اپنے رب کی جانب سے جن چیزوں کی وحی کی جاتی ہے ان کی اتباع کریں اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور مشرکوں سے اعراض کریں''۔

اور یہ سنت کی اہمیت کی واضح دلیل ہے چونکہ قرآن کے اتباع کا اس لیے حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے لہٰذا سنت کی اتباع بھی ضروری قرار پائے گا کیونکہ اس کا معنی ومفہوم بھی اللہ رب العزت کی جانب سے ہے۔

(3) سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت اللہ رب العزت کے پیغام کی تبلیغ واشاعت ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسالت کی تبلیغ اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا اس کی لوگوں سے وضاحت وتشریح کا حکم دیا ہے اللہ فرماتا ہے:﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ﴾ [المائدہ:٦٧]''اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اُس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

(4) بہت ساری آیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کو واجب قرار دیتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت دونوں دیا تھا جیسا کہ بہت ساری آیات میں مذکور ہے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُن تَعۡلَمُۚ وَكَانَ فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكَ عَظِيمٗا﴾ [النساء:۱۱۳]''اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے''۔

﴿وَٱذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنۡ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱلۡحِكۡمَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾[الاحزاب:۳۴]''اور (اے نبی کی بیویو) تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وعلہ آلہ وسلم کی باتیں) سنائی جاتی ہیں اُنہیں یاد رکھو''۔ محققین مفسرین نے ان دونوں مقامات پر حکمت کا معنی سنت بتایا ہے۔

(ب) اگر عملی احکام ومسائل کے ناحیہ سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں تو قرآن کے ساتھ اس کے پانچ احوال ہوتے ہیں:

(1) وہ سنتیں جو قرآنی احکام کی تاکید واثبات کے طور پر ہیں؛ مثلاً اقامت صلاۃ، إیتاء زکاۃ، صوم رمضان وحج بیت اللہ سے متعلق احکام وفرامین، اسی طرح شرک باللہ، شہادۃ زور، عقوق والدین، اور ناحق کسی کے قتل سے متعلق منہیات، وغیرہ۔ چونکہ سنت کے ساتھ ساتھ وہ حکم قرآن میں بھی ہے اس طرح کے شرعی احکام کے دو مصادر اور دو دلیلوں کی مثالوں میں سے رسول ﷺ کا فرمان:

"اتقوا الله في النساء فإنهن عوان عندكم أخذتموهن بأمانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله"۔

یہ حدیث درحقیقت اس قرآنی حکم کی تاکید وتوثیق کے طور پر ہے:﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِ﴾[النساء:۱۹]

(2) یا پھر وہ سنت رسول قرآن کریم کے اجمالی حکم کی

تفصیل ووضاحت ہے جیسے اِقامت صلاۃ کا حکم یہ صلاۃ اپنی کیفیات وہیئات، اورادوظائف کے ناحیہ سے متنوع ومتعدد ہے پھر بھی بغیر تفصیل کے قرآن میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَأَنْ أَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّقُوهُ﴾ [الانعام:۷۲] ''کہ تم لوگ صلاۃ قائم کرواوراس کا تقوی اختیار کرو''، توسنت نے نمازوں کی تعداد، ہرنماز میں رکعتوں کی تعداد، ہررکعت میں پڑھی جانے والی چیزیں، کیفیت تشہد اوراحکام سہو وغیرہ جن کی معرفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: ''**صَلُّوا كما رأيتموني أُصلِّي**'' (البخاری) ویسے ہی تم لوگ صلاۃ کی ادائیگی کیا کرو جیسے مجھے کرتے ہوے دیکھتے ہو۔

اوریہی باتیں صیام، زکاۃ، اورحج سے متعلق بھی کہی جائیں گی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کی تفصیلات سکھلانے کے بعد فرمایا: ''**خُذُوا عني مناسِكَكم**'' (مسلم) تم لوگ مجھ سے اپنے حج کے احکام ومسائل اخذ کرلو۔

اوراسی طرح معاملہ بیع وشراء کے احکام اس کے جملہ تفصیلات وجزئیات، انمیں حرام وحلال، سود کے اقسام اوراس کے مختلف شکلوں کا بھی ہے؛ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [النحل:۴۴] ''اوراے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اورتا کہ وہ غوروفکر کریں''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**عليك بالسنة؛ فإنها شارحة للقرآن، وموضِّحة له**". ''تو سنت کو لازم پکڑ کیونکہ یہ قرآن کی شرح اور اس کی وضاحت کرنے والی ہے''۔

اورامام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سنتوں پر بیشتر فقہی احکام کا دارومدار ہے چونکہ احکام کی اکثر آیتیں مجمل ہیں جن کی تفصیل احادیث میں بیان کی گئ ہے اوراہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفتی وقاضی کو احکام والی احادیث کا علم وادراک ہوناضروری ہے".

اورعلی الخواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگرسنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے اجمالی احکام کی تفصیلات نہ بیان کرتی توکوئی بھی شخص پانی وطہارت کے احکام کے استنباط واستخراج پرقدرت اورنہ ہی اس بات پرقدرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا کہ صبح کی نمازیں دورکعت، ظہر، عصراورعشاء کی چاررکعتیں اورمغرب کی رکعتوں کی تعدادتین ہے، کسی کواس بات سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی کہ دعاء استفتاح وثناء میں کیا پڑھاجاے گا، تکبیر کی کیفیت کیاہوگی، رکوع، سجدہ، قومہ وقیام کے اذکاراوردونوں تشہد میں پڑھے جانے والے اذکارکیاہیں، اسی طرح اس کواس بات کا بھی علم نہ ہوگا کہ صلاۃ عیدین، صلاۃ کسوف وخسوف اوران کے علاوہ صلوات کی کیفیات کیاہیں مثلاً-صلاۃ جنازۃ واستسقاء-اور اسے زکاۃ کی تفصیلات، اُرکان صیام وحج، بیع ونکاح، اورقضاء ودیات نیز دیگرفقہ کے مسائل واحکام سے نابلدہوگا".

(3) یاپھرسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے مطلق احکام کومقید کرنے والی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں: ﴿وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدہ:۳۸] ''اور چوروچورنی کے ہاتھوں کوکاٹ دو''۔ یہاں پرہاتھ مطلق ہے ہمیں نہیں معلوم کہ دایاں مقصود ہے یابایاں؟ اور اسی طرح گٹہ تک قطع کا حکم ہے یاکہنی اور بازوتک کیونکہ اطلاق کامفہوم سب کووسیع ہے! توسنت نے آکراس مسئلہ کوحل کیا کہ ید سے مراددایاں ہاتھ ہے، اورگٹہ تک چورکے ہاتھ کاٹے جائیں گے، اگردوبارہ چوری کرتاہے تواس کابایاں پاوں کاٹا جائے گا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''**إنْ سرقَ فاقطعُوا يدَهُ، ثم إن سرقَ فاقطعُوا رِجله**''۔ (الدارقطنی، وہو صحیح) ''اگر چوری کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کاٹو اور پھر دوبارہ کرے تو اس کے بائیں پاؤں کاٹ دو''۔

اور جب بعض فرقے سنت سے منحرف ہو گئے اور آیت کے صرف ظاہری معنی ومفہوم ہی کو بنیاد واصل کا درجہ دیا چنانچہ انہوں نے بازو تک ہاتھ کاٹا اور بعض نے صرف انگلیاں ہی کاٹنے پر اکتفا کیا ہے۔

حالانکہ سنت مطہرہ نے مسروق چیز کی مقدار جس میں ہاتھ کو کاٹا جائے گا، اس کی نوعیت، سرقہ کے زمانہ، چوری کے طریقہ سب کی تفصیل بیان کی ہے لہذا ہر سرقہ موجب قطع اور حد کی تنفیذ کا سبب نہیں ہے.

اسی طرح اللہ کے فرمان میں مطلق وصیت کا ذکر آیا ہے: ﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ﴾ [النساء:۱۱] چنانچہ سنت نے ایک تہائی کو اس کی آخری حد قرار دی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ کو جب انہیں اپنی موت کی قربت کا احساس ہوا اور آپ نے اپنے نصف مال کی وصیت کا ارادہ فرمایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**لا، الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ**'' ''ہرگز نہیں، صرف ایک تہائی مال، اور ایک تہائی بھی زیادہ ہے''۔ (متفق علیہ)۔ لہذا کیا ایسے میں کسی کے لئے روا ہوگا کہ وہ سنت سے آگے بڑھے اور اپنے مال سے نصف، دو تہائی یا مکمل مال کی وصیت کرے؟

(4) یا پھر قرآن کے کسی عام حکم کی سنت سے تخصیص ہو رہی ہو، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِ﴾ [النساء:۱۱] ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے یہ حکم تمام مخاطب کی اولاد کے سلسلہ میں ہے''۔ حالانکہ سنت نے اس سے انبیاء کی اولاد کو مستثنیٰ قرار دیا ہے لہذا ترکہ میں قطعاً ان کی حصہ داری نہ ہوگی؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''**لا نُورَثُ: ما تَرَكْنا فهو صدقةٌ**'' ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں ہم جو مال چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ (متفق علیہ)

اسی طرح کفار کی مسلم اولاد یا مسلم والدین کی کافر اولاد غیر مسلم والدین یا اولاد کے ترکہ کے حقدار نہیں ہوں گے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''**لا يَرِثُ المسلمُ الكافرَ، ولا الكافرُ المسلمَ**'' (متفق علیہ) ''مسلمان کافر کا اور کافر مسلماں کے مال کا وارث نہیں ہوگا''.

اور اللہ تعالیٰ نے جب محرمات خواتین کے مختلف اصناف کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ﴾ [النساء:۲۴] ''اور ان عورتوں کے علاوہ سب تمہیں حلال ہیں''۔ لیکن سنت نے اس عموم کو بیک وقت بیوی اور اس کی خالہ یا اسکی پھوپھی کو اپنے حبالہ عقد میں رکھنے سے منع کیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''**لا تُنكَحُ المرأةُ على عَمَّتِها، ولا على خالتِها**'' (متفق علیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عورت سے نکاح کیا جائے جب کہ اس کی پھوپھی (پہلے سے) نکاح میں ہو (یا پھوپھی سے نکاح کیا جائے جبکہ اس کی بھتیجی پہلے سے نکاح میں ہو یا بھانجی سے نکاح کیا جائے جب کہ اس کی خالہ پہلے سے نکاح میں ہو یا) اور خالہ سے نکاح کیا جائے جب کہ اس کی بھانجی پہلے سے نکاح میں ہو.

لہذا کیا خالہ کے ساتھ بھانجی اور پھوپھی کے ساتھ بھتیجی یا اس کے برعکس کو ایک ساتھ زوجیت میں یکجا کرنا روا ہوگا اگرچہ قرآن میں اس کی صراحت موجود نہیں ہ؟ حاشا وکلا۔

(5) مستقل طور پر قرآن پر اضافہ کرتے ہوئے سنت کو آئینی وتشریعی درجہ دینا؛ جیسے میراث میں جدہ کا حصہ، شفعہ کے

اُحکام، مردوں پر سونے اور ریشمی کپڑوں کی حرمت، اور نسب کی طرح رضاعت کو بھی رشتوں کو حرام قرار دینا؛ فرمان نبوی ﷺ ہے: **"يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ"** (البخاری) ''رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں''۔

اسی طرح ہر وہ درندہ جو کچلی دانت والا ہے { کچلی اس دانت کو کہتے ہیں جو سامنے کے دو دانتوں اور ان کے بعد کے دو دانتوں کے بعد بھالے کی شکل میں نوکیلا ہوتا ہے }، جیسے شیر، کتا، بلی اور بھیڑ یا وغیرہ، گویا ہر درندہ اور پھاڑ کھانے والا جانور۔

اسی طرح ہر وہ پرندہ جو پنجوں سے شکار کرتا ہے جیسے باز، شاہین، چیل اور اس طرح کے دوسرے پرندے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: **"نهى رسولُ اللهِ ﷺ عن كُلِّ ذي نَابٍ مِن السِّبَاعِ، وعن كلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِن الطَّيرِ"** (متفق علیہ) ''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والے درندے، اور ہر پنجہ والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے''۔

اور اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں مثلاً پالتو گدھوں کی حرمت، بالوں کو جوڑنا، بالوں کو اکھیڑنا، گودنا گودانا وغیرہ احکام کتب سنت میں بھرے پڑے ہیں۔

ان سب کے باوجود کیسے کوئی قوم سنت سے بے نیازی اور صرف قرآن پر اکتفا کی بات کرتی ہے؟ بعض کذاب وافاک کی من گھڑت روایات کی بنیاد پر سنت میں تشکیک پیدا کر کے انہیں دیوار سے دے مارنا یہ کیسی دانشوری اور دریدہ دہنی ہے؟!

عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إني على الحوض حتى أنظر مَن يَرِد عليَّ منكم، وسيُؤخذ ناسٌ دوني، فأقول: يا رب، مني ومن أُمتي؟! فيقال: هل شعرتَ ما عمِلوا بعدك؟! والله ما برِحوا يرجعون على أعقابهم" (مسلم) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (کہ قیامت کے دن) میں اپنے حوض پر ہوں گا، اتنے میں کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے، ان کو فرشتے گرفتار کر لیں گے، میں کہوں گا: یہ تو میرے امتی ہیں، جواب ملے گا آپ نہیں جانتے کہ یہ لوگ الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ اب آخر سنت کے انکار سے بڑھ کر کون سا ایسا فتنہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سے دوری کا باعث ہوگا؟!

فتنۂ انکار حدیث:

پہلا دور: انکارِ حدیث کی تاریخ بہت قدیم ہے اس کا سراغ زمانہ نبوت ہی سے ملتا ہے لیکن اسے کسی منظم جماعتی رجحان کے بجائے انفرادی رنگ حاصل تھا چنانچہ غنائم کی تقسیم پر حرف گیری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلول کی نسبت اسی طرح کے رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس ذہن کو کچھ اور موقع ملا۔

دوسرا دور: دوسری صدی میں معتزلہ کی وجہ سے انکاری ذہن نے باقاعدہ اصولی شکل اختیار لی چنانچہ خوارج فضائل اہل بیت، روافض فضائل صحابہ اور معتزلہ احادیث صفات کے منکر ٹھہرے ان کا یہ انکار جزوی تھا، معتزلہ کی وجہ سے انکار حدیث کا چور دروازہ تقریباً دوسری صدی میں کھلا امام ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں "اہل سنت، شیعہ، قدریہ، تمام فرقے آں حضرت کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، برابر قابل حجت سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع سے اختلاف کیا۔ (الاحکام فی اُصول الأحکام 1/114، مصر مکتبۃ الخانجی، شارع عبدالعزیز، ۱۹۲۰ء)

مزید امام ابن حزم رحمہ اللہ خوارج اور معتزلہ کے نظریات کو

بیان کرتے ہوئے ان کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

''تمام معتزلہ اور خوارج کا مسلک ہے کہ خبر واحد موجبِ علم نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس خبر میں جھوٹ یا غلطی کا اِمکان ہو، اس سے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بھی حکم ثابت کرنا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جاسکتی ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف''۔ (الاحکام 1/119)

تیسرا دور: یہ عیسی بن ابان کا ہے خطیبِ بغدادی نے صراحت کی ہے یہ خلق قرآن کے قائل تھے ان کی وجہ سے فروع میں اخبار آحاد کو اشتباہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا ثقہ راوی کے لئے فقاہت کی شرط اور قیاس کو اس کی روایت پر ترجیح اسی کا شاخسانہ ہے۔

چوتھا دور: قاضی عیسی بن ابان کے مسلک کو فروغ دینے والے تیسری صدی میں تعقل پسند متکلمین ہیں جنہوں نے حدیث رسول کو اپنی تعقل پسندی کی قربان گاہ میں قربان کر دیا، عقائد کے مباحث ہوں یا فقہی مباحث، اصول حدیث ہوں یا اصول فقہ، ہر شعبے میں ان کی تعقل پسندی اپنا کام کرتی رہی ان میں سرفہرست کرخی (م340ھ) ابوبکر جصاص (370ھ) اور دبوسی (340ھ) کے اصول نے کافی گل کھلائے ہیں۔ مختصراً ان کے چند اصول مثلاً:

(1) ہر آیت وحدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو وہ منسوخ، مرجوح یا مووّل قرار دئے جائیں گے۔

(2) اخبار آحاد کو قرآن کے عموم وظواہر پر تولا جائے گا اگر وہ قرآن کے کسی ظاہری مفہوم یا عام مفہوم کے مخالف ٹھہریں تو ظاہری وعام مفہوم کے مقابلے میں اخبار آحاد کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ قرآن قطعی الثبوت ہے اور اخبار آحاد ظنی الثبوت اور قطعی کو ظنی پر مقدم کیا جائے گا۔

(3) اخبار آحاد اگر سنت مشہورہ کے خلاف ہوں تو قابل قبول نہ ہوں گے۔

(4) راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہے تو روایت ناقابل قبول ہوگی۔

(5) اگر راوی غیر فقیہ ہے تو اس کی روایت غیر مقبول ہوگی جیسے صحابیِ رسول ابوہریرہ، انس، سلمان فارسی، بلال اور جابر رضی اللہ عنہم وغیرہ ان کے حساب سے غیر فقیہ ہیں، اسکے علاوہ عقائد کے ابواب، حدود وکفارات میں اخبار آحاد کا انکار، اس کے علاوہ روایت ودرایت کو انکار کا ذریعہ بنانا وغیرہ یہ اور اس قسم کے اوہام اور نفس پرستی کو اصول بنا کر تمام ذخیرہ احادیث، ناقلین سنت صحابہ کرام اور محدثین عظام کی متنوع ہمہ جہت مساعی جلیلہ کو مسخ کرنے کی سعی نامسعود کی ہے اور آج تک تخفیف، تشکیک اور سنت کے انکاری انہیں کے لقموں کو چبا رہے ہیں۔

لیکن خوارج اور معتزلہ کے یہ فتنے زیادہ وقت نہ چل سکے اور تیسری صدی کے بعد تو مکمل طور پر مٹ گئے۔ انکے افکار ونظریات کتابوں ہی تک محدود رہ گئے۔ ان فتنوں کے زوال کے مختلف اسباب تھے جن میں ایک اہم سبب یہ تھا کہ فتنہ کی تردید میں وسیع تحقیقی کام کیا گیا۔ امام شافعی نے 'الرسالہ' اور 'کتاب الامّ' میں اس فتنہ کا ردّ پیش کیا...... امام احمد نے مستقل ایک جز تصنیف کیا جس میں اطاعتِ رسول ﷺ کے اثبات کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں منکرین حدیث کے نظریات کی تردید کی گئی...... حافظ ابن قیم نے 'اعلام الموقعین' میں اس کے ایک حصہ کو نقل کیا ہے...... بعد ازاں امام غزالی نے 'المستصفی'، ابن حزم نے 'الاحکام' اور حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے 'الروض الباسم' ابن العربی نے 'العواصم من القواصم' میں اس فتنہ کے ردّ میں دلائل دیئے اور انکا ناطقہ بند کیا۔

پانچواں دور: چودھویں صدی ہجری کا ہے جو دنیا میں عموماً اور برصغیر ہندو پاک میں خصوصاً انگریزوں کے تسلط اور سامراجی

حکومت کے غلبہ، یورپین تہذیب سے مرعوبیت نیز عیسائی مشنریوں کی شاطرانہ چالوں کے پس پردہ انکار حدیث کا فتنہ وجود میں آیا جس میں عرب وعجم کے نام نہاد بہت سارے اعاظم، طالع آزما زعماء سرفہرست ہیں جنھیں چھ قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے:

(1) انکارحدیث کے لئے تاویل کی راہ اپنانے والے: اس فکر کے بانی سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی ہیں جنہوں نے کھل کر حدیث کا انکار تو نہیں کیا بلکہ اس کی طرح ڈالی جو کہ بعد کے منکرین کے بابائے قوم کہنے کے حقدار ہیں جنہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں مغرب کے اعتراضات کا جواب دیا کوئی حدیث انہوں نے اپنے مدعا کے خلاف دیکھی، اس کی صحت سے انکار کر دیا خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو۔ مزید یہ کہ بعض مقامات پر اپنے لئے مفید مطلب احادیث سے استدلال بھی کرتے رہے۔ خود سرسید احمد خان حدیث کی عزت واحترام بھی کرتے تھے اور واقعاتِ نبویہ ﷺ کا صحیح ثبوت کتب احادیث سے دیتے تھے۔ انہوں نے تمام احادیث کی صحت کا انکار نہیں کیا۔ البتہ احادیث کی صحت کے بارے میں ان کا اپنا ایک خودساختہ معیار ہے، چنانچہ سرسید لکھتے ہیں:

”جناب سید الحاج مجھ پر اتہام فرماتے ہیں کہ میں کل احادیث کی صحت کا انکار کرتا ہوں۔ ”**لاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم**“ یہ محض میری نسبت غلط اتہام ہے۔ میں خود بیسیوں حدیثوں سے جو میرے نزدیک روایتاً ودرایتاً صحیح ہوتی ہیں، استدلال کرتا ہوں“۔ (مقالات سرسید، ازمحمد اسماعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، ج ۱۳، ص ۱۵تا ۱۷) مثلاً احادیث میں مذکور غیبی امور کی من چاہی تاویل کی، معجزات وخوارق عادات کو طبعی قوانین کی مخالفت کی وجہ سے انکار کرنا، تدوین سنت کے تئیں محدثین کی مساعی جلیلہ کو مشکوک قرار دیتے ہوے تیر ونشتر چلانا، الفاظ رسول کو رواۃ حدیث کی گفتار قرار دینا وغیرہ (اہتمام المحدثین للدکتور لقمان السّلفی ص356) اسی طرح چراغ علی نے جہاد، اسلام میں غلامی، اور تعدد ازدواج کا انکار اور اسکی من چاہی تاویل کی ہے اس سلسلے میں سرسید کے اصول خمسہ کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی: (●) عقل ہی معیار ہے صحیح غلط نافع وضار کے لیے۔ (●) قوانین فطرت یا نیچر یعنی کائنات میں جاری ابدی قانون ہیں جو تجربے اور عقلی تجزیے سے دریافت ہوسکتے ہیں۔ (●) ارتقاء وترقی، یعنی زندگی ایک ایک متغیر شئ ہے جو ہر لحظہ ایک نئی شکل اختیار کرتی ہے لہٰذا ہر شئ جو پیچھے لے جائے اس سے دامن چھڑا لینا چاہیے۔ (●) تہذیب واجتماعیت یا سولائزیشن: تہذیب کا مغربی تصور جس میں دین ومذہب کا بالکل خانہ نہ تھا اور تھا تو بس نجی زندگی کے چند رسوم تک۔ (●) انتفاع پرستی یا مادیت۔ ان تصورات نے ہر شئ کو مادی بنادیا اور مادی منفعت ہی اہم مقصد بقیہ سب ثانوی امور ہیں (علوم الحدیث۔ مطالعہ وتعارف ص 51)

(2) احادیث رسول کا کھل کر انکار کرنے والے ان میں سرفہرست عبداللہ چکڑالوی، خواجہ احمد دین سرہندی، اسلم جیراج پوری، غلام احمد پرویز، نیاز فتح پوری، مستری محمد رمضان گجرانوالہ، مولوی حشمت علی لاہوری، مولوی محب الحق عظیم آبادی، تمنا عمادی، قمر الدین قمر، سید مقبول احمد، علامہ مشرقی، حشمت علی لاہوری، محبوب شاہ گوجرانوالہ، خدابخش، سید عمر شاہ گجراتی اور سید رفیع الدین ملتانی وغیرہ بھی اس کے علمبرداروں میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق جیسے لوگوں نے کھل کر تو انکار نہیں کیا بلکہ سنت رسول کو از قبیل ہزلیات اور مضحکہ خیز ثابت کرنے کی کوشش کی اور حدیث رسول کو لہو حدیث قرار دیا۔ اپنی فکر کی ترویج واشاعت کے لئے مجلّے جاری کئے، کتابیں لکھیں۔ اور اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی منکرین حدیث کے سرخیل

عبداللہ چکڑالوی جیسے منکر سنت پر حرف بحرف ثابت ہوئی:

"لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته، يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه، فيقول: لا أدري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه"۔ (مسند احمد حدیث:23875،صحیح)

''میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتے نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جانتا، ہم تو جو قرآن مجید میں پائیں گے، اسی کو مانیں گے''۔

مولانا صادق سیالکوٹی۔رحمہ اللہ۔ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''غور فرمایا آپ نے کہ حضور ﷺ کا فرمان کتنا حرف بحرف صحیح نکلا ہے بلکہ معجزہ ثابت ہوا ہے کہ عبداللہ چکڑالوی نے 'اریکہ' یعنی تخت پوش پر بیٹھ کر (پلنگ پر بیٹھ کر) تکیہ لگائے ہوئے کہا ہے: **"لاأدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه"** ''میں نہیں جانتا حدیث کو، حدیث دین کی چیز نہیں ہے۔ میں تو صرف قرآن پر ہی چلوں گا''۔ (ضربِ حدیث از محمد صادق سیالکوٹی، سیالکوٹ، مکتبہ کتاب وسنت: ۱۹۶۱ء، ص ۳۲۸) ان منکرین سنت نے اس فتنہ کو فروغ دینے کے لئے مختلف انداز اختیار کئے:

● لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی کہ احادیث ناقابل اعتبار ہیں جیسا کہ مولوی چراغ علی اور غلام برق کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

● ذخیرہ احادیث سے بعض احادیث نکال کر ان کا غلط ترجمہ کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی یہ حدیثیں بڑی مضحکہ خیز اور شرمناک باتوں پر مشتمل ہیں۔

● انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ قرآن مکمل ہے اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

● انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کے مثل ایک انسان کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور یہ کہ آپ کی حیثیت محض ایک ڈاکیہ کی تھی۔

● انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ویسی کوشش کی جیسی یہود ونصاریٰ اپنے رسولوں کی کر چکے تھے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: علوم الحدیث مطالعہ وتعارف ص ۳۱۲ تا ۳۱۵) مختصر اینکہ انہوں نے دین کی تمام بنیادوں، ارکان اسلام ایمان سب کا انکار اور مذاق اڑایا ہے۔

(3) جنہوں نے احادیث رسول میں شکوک وشبہات، استخفاف واستحقار کا دروازہ کھولا اس ضمن بہت سارے نام آتے ہیں مثلاً مولانا حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، مولانا مودودی، جاوید احمد غامدی، رجم کے مسئلہ میں عنایت اللہ سبحانی اور شاتم رسول کی بابت مولانا وحیدالدین خان وغیرہ اگر یہاں پرسنت کے استخفاف واستحقار اور اس کی بے وقعتی اور اس کے ساتھ ان کے سوے تعامل کو پیش کیا جائے نیز ان کے اعتراضات اور ان کے سنت کے تئیں عقائد ونظریات کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے مستقل تصنیف بھی ناکافی ہوگی صرف بانی جماعت اسلامی مشہور زمانہ مفکر اور بدنام زمانہ کتاب خلافت وملوکیت کے مصنف کے چند اقوال دیکھتے ہیں: ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:" احادیث ظنی تو ہیں اور ظنی چیز ثابت شدہ نہیں ہوتی لیکن کسی چیز کا ثابت شدہ نہ ہونا یہ کب معنی رکھتا ہے کہ وہ رد ہی کر دینے کے قابل ہے" (تفہیمات ص313) مزید فرماتے ہیں کہ مظنونات کو من حیث الکل قبول کر لینا جس درجہ کی غلطی ہے اسی درجہ کی غلطی من حیث الکل رد کر دینا بھی ہے (تفہیمات ص314) اسکے علاوہ محدثین کی کوششوں کو فطری لغزشوں میں واقع ہونے کا اشارہ دیا ہے علاوہ ازیں آپ کا وہ مشہور جملہ جو ہرکس وناکس

کے لئے حدیث میں کیڑا نکالنے کی دعوت دیتا ہے کہ حدیث رسول کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے مزاج شناس رسول ہونا چاہیے۔

(4) عرب دنیا میں اس فتنہ کے روح رواں اور ہراول دستہ میں سرفہرست ابوعبدہ، رشید رضا مصری، احمد امین، اسماعیل ادہم، محمود ابوریہ، محمد زاہد کوثری جیسے لوگ اس فتنہ کے داعی ومناد نظر آتے ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں اہل مغرب سے مرعوبیت اور روشن خیالی کی بنیاد پر ٹھوکریں کھائی ہیں اور ان میں انفرادی ناحیہ سے ہر شخص مختلف اسباب ووجوہ کے سبب اس فتنہ کے شکار ہوا ہے اور اشارۃ یا صراحتا سنت کے سلسلے میں شکوک پیدا کیا ہے۔

(5) مستشرقین بھی کچھ کم گل کھلانے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ اگر دیکھا جائے تو یہی سارے منکرین کے مرجع ومصدر تھے مثلاً گولڈزیہر (Gold Ziher)، سپرنگر (Sprenger) اور ڈوزی (Dozy) وغیرہ جن کے لٹریچر سے منکرین متاثر ومرعوب تھے اور ان کے لقموں کو چباچبا کر اردو وعربی دنیا میں اپنی زہرناکی کو پھیلانے کا کام کرتے تھے ان مستشرقین نے تدوین حدیث، اخبارآحاد اور دیگر پرانے زمانے کے گمراہ فرقوں کے اٹھائے گئے شبہات کی روشنی میں سنت کی حیثیت کو مجروح کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔

(6) یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور شکیل حنیف جیسے لوگ ہیں جن کے یہاں انکار حدیث سے اوپر اٹھ کر انکار ختم نبوت، مہدویت حتی کی الوہیت کی دعویداری تک ہے جو کھلم کھلا شرک وکفر ہی نہیں بلکہ دشمنان اسلام کے آلہ کار بن کر ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام وبرباد کرنے کے لئے ایک خفیہ سازش کے تحت سرگرم عمل ہیں۔

ان تمام لوگوں کی جملہ کاوشوں اور افکار ونظریات کا نتیجہ بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف انکارِ حدیث تک محدود نہیں بلکہ یہ لوگ (علیہم ما علیہم) اسلام کے سارے نظام کو مخدوش کرکے ہر امر ونہی سے آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ نمازوں کے اوقاتِ خمسہ، تعدادِ رکعات، فرائض وواجبات کی تفاصیل، صوم وزکوٰۃ کے مفصل احکام، حج کے مناسک، قربانی، بیع وشرا، امورِ خانہ داری، ازدواجی معاملات اور معاشرت کے قوانین، ان سب اُمور کی تفصیل حدیث ہی سے ثابت ہے، قرآن میں ہر چیز کی اصل موجود ہے لیکن یہ ان سب کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ جو اپنے دین کا محافظ ہے اس نے ہر دور میں ہر فرعون کے لئے موسیٰ کو پیدا فرمایا، فی زمانہ ایسوں کی سرکوبی کے لئے محمد حسین بٹالوی، ثناءاللہ امرتسری، محمد اسماعیل گجرانوالہ، محمد گوندلوی، محمد یحیی المعلمی جیسے ان گنت قافلہ حق کو انہیں ہر محاذ پر زیرو نا کام بنانے کے لئے مسلط فرمایا اور انہیں قلمی، لسانی ہر ناحیہ سے ان کے خلاف سینہ سپر رہنے کا موقع دیا جس سے یہ اپنی موت مرنے اور اپنے مشن میں ناکام ہونے پر مجبور ہوے۔

ماضی قریب میں انکارِ حدیث کے اسباب:

1857ء کے بعد فتنہ انکار حدیث کی ابتدا جو سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی کے ذریعہ دانستہ یا نادانستہ طور پر شروع ہوتا اور بعد میں چل کر جو ایک ایک خطرناک شکل اختیار کرتا ہے اگر اس دور کا مطالعہ کیا جائے اسی طرح عرب وعجم اور مستشرقین کے انکار حدیث کی بابت کل سرمایہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو درج ذیل خارجی وداخلی اسباب ووجوہ سامنے آئیں گے جو مختصراً حسب ذیل ہیں: (1) خواہشاتِ نفس کی پیروی۔ (2) کم علمی وجہالت۔ (3) احساس کمتری۔ (4) عقل کو معیار بنانا۔ (5) دنیاوی اغراض ومقاصد کا حصول۔ (6) برطانوی سامراجی سازش وغیرہ۔ **هذا ما عندي والله تعالىٰ اعلم۔**

۞ ۞ ۞

طائفہ منصورہ

فرقۂ ناجیہ کے اوصاف

کتاب وسنت کی روشنی میں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی
داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

فرقۂ ناجیہ یعنی نجات یافتہ جماعت کا نام دراصل نبی کریم ﷺ کی حدیث افتراق میں جہنم رسید ہونے والے فرقوں سے استثناء سے ماخوذ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ“، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: ”الْجَمَاعَةُ“ (سنن ابن ماجہ، حدیث: 3992، نیز دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: 1082)۔

یہودی اکہتر فرقوں میں بٹے، جن میں سے ایک جنتی ہے بہتر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں بٹے، جن میں سے اکہتر جہنمی ہیں صرف ایک جنتی ہے اور اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، ایک جنتی ہوگا بہتر جہنمی ہوں گے! پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت“۔

اسی طرح دوسری روایت میں ہے:

”...وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً. قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ”مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي“ (ترمذی: 2641، الحاکم: 444، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، از علامہ البانی، حدیث ۲۰۳، و ۱۳۴۸)۔

عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کونسا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: جو بالکل اسی طریقہ پر ہوگا جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔

چنانچہ ناجیہ کی وجہ تسمیہ حدیث کے مفہوم سے ہے کہ بقیہ سب جہنمی ہوں گے، صرف ایک طائفہ نجات یافتہ ہوگا۔ جبکہ فرقۂ ناجیہ کے متعدد صفاتی اسماء والقاب ہیں جن میں اہل السنۃ، أہل السنۃ والجماعۃ، الجماعۃ، طائفۃ منصورہ، أہل الحدیث، سلفی، الغرباء، اہل الاتباع، أہل الأثر وغیرہ شامل ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، یہ ایک ہی نجات یافتہ جماعت کے متعدد صفاتی نام ہیں۔

چونکہ فرقۂ ناجیہ ہلاکت وضلالت اور نار دوزخ سے نجات یافتہ جماعت ہے جبکہ دیگر تمام فرقے ہلاک، گمراہ اور جہنم رسید ہونے والے ہیں لہٰذا اس کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ فرقہ خالص اسلام یعنی نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریقے پر

کاربند جماعت کا نام ہے۔ یہ حقیقت اس بات کی غماز اور متقاضی ہے کہ فرقہ ناجیہ اسلام کی تمام عمدہ صفات اور خصوصیات کی حامل ہو۔ اور یقیناً اس کی نہایت عمدہ صفات اور خصوصیات ہیں جو کتاب وسنت کے دلائل سے مبرہن ہیں، بطور مثال چند صفات ملاحظہ فرمائیں:

فرقۂ ناجیہ کی دو بنیادی صفات خود اس سے متعلق حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کیا ہے:

۱۔ الجماعۃ (جماعت، یعنی تفرقہ سے دور حق پر قائم طائفہ):

فرقۂ ناجیہ جماعت ہے۔ جماعت کے معنیٰ حق اور صراط مستقیم پر قائم رہنا اور فرقہ بندی ودیگر راہوں سے اجتناب کرنا ہے۔ جیسا کہ صحابۂ کرام اور ان کے پیروکار قائم تھے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث افتراق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقوں کو جہنم میں جانے کی وعید سنائی ہے اور ''جماعت'' کے مستحق جنت ہونے کی بشارت دی ہے، یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ لہٰذا حدیث میں جماعت بمقابلہ فرد نہیں بلکہ بمقابلہ فرقت ہے، کیونکہ فرد واحد بھی اگر سنت کی راہ پر قائم ہے تو وہ جماعت ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمان باری:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [آل عمران:۱۰۶]۔

''جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ''۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''**تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفُرْقَةِ**''(تفسیر ابن کثیر:۲/۹۲)۔

''اہل سنت وجماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت وفرقت کے چہرے سیاہ ہوں گے''۔

اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''**إِنَّمَا الْجَمَاعَةُ مَا وَافَقَ طَاعَةَ اللّٰهِ وَإِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ**''(شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/۱۲۲، نمبر ۱۶۰)۔

''درحقیقت جماعت وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کے موافق ہو خواہ تم تنہا ہی ہو''۔

اسی طرح جماعت سے مراد علماء سنت اور منہج سلف کے حاملین فقہاء ہیں:

امام ابن المبارک سے ''جماعت'' کے بارے میں پوچھا گیا: تو فرمایا: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ کہا گیا: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو مر چکے ہیں! فرمایا: تو فلاں فلاں لوگ جماعت ہیں۔ کہا گیا: فلاں اور فلاں بھی مر چکے ہیں؟ تو ابن المبارک نے فرمایا: ابوحمزہ سکری جماعت ہیں۔ (شرح السنۃ، از بغوی: ۱/۲۱۶)۔

یہی معنیٰ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کئی علماء سے نقل فرمایا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۱۳/۳۷، ۳۱۶)۔

۲۔ ما أنا علیہ وأصحابي (میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ):

یہ فرقہ ناجیہ کی وہ صفت ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری حدیث میں بیان فرمایا ہے، یعنی جس راہ پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم گامزن ہیں، اس راہ پر چلنے والے جنتی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ١١٥﴾ [النساء:۱۱۵]۔

’’جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے‘‘۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: ”أَنَا، وَالَّذِينَ مَعِي، ثُمَّ الَّذِينَ عَلَى الْأَثَرِ، ثُمَّ الَّذِينَ عَلَى الْأَثَرِ“(مسند أحمد طبعة الرسالة: 14/ 186، حدیث: 8483، محققین نے اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے)۔

’’رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور وہ جو میرے ساتھ ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، اور پھر وہ جو ان کے بعد ہیں‘‘۔

۳۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر اعتماد واکتفا:

فرقہ ناجیہ کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر اعتماد واکتفا کرتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ۝٥٩﴾ [النساء:۵۹]۔

’’اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے‘‘۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”خلفت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما: كتاب الله وسنتي ولن يتفرقا حتى يردا علي الحوض“ (صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، نمبر: 3232)۔

’’میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے: اللہ کی کتاب اور میری سنت‘‘۔

۴۔ کتاب وسنت کو عقل ورائے پر مقدم کرنا:

فرقہ ناجیہ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو عقل ورائے پر مقدم کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُقَدِّمُواْ بَيۡنَ يَدَيِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ ۝١﴾ [الحجرات:۱]۔

’’اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے‘‘۔

”عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ. فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ قُلْتُ: لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ، وَلَكِنِّي أَسْأَلُ. قَالَتْ: كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ“(صحیح مسلم، حدیث:۳۳۵)۔

’’معاذہ سے مروی ہے کہتی ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضا کرتی ہے نماز کی قضا نہیں کرتی؟ انہوں نے کہا: کیا تم حروریہ ہو؟ میں نے کہا: نہیں، حروریہ نہیں ہوں، بلکہ سوال کر رہی ہوں۔ فرمایا: ہم حائضہ ہوا کرتی تھیں تو ہمیں روزہ کی قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا نماز کی قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا!‘‘۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ؛ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ، أَعْيَتْهُمُ الْأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا، فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"۔ (سنن دار قطنی: ۱۴۶/۴، والمدخل بیہقی: ۲۱۳، و شرح الاعتقاد، لالکائی: ۲۰۱، و الاحکام: ۱۳۲/۲، ۴۸/۴، ۲۱۳/۶، و فتح الباری: ۲۸۹/۱۳)۔

"اہل رائے سے ہوشیار رہو؛ کیونکہ وہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں یاد نہ ہوسکیں تو رائے سے فتویٰ دینے لگے، لہٰذا خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا"۔

۵۔ بدعت سے دوری اور اس کی مذمت:

فرقہ ناجیہ کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ عقیدہ وعمل کی بدعات سے دور رہتے ہیں اور دین میں اس کی مذمت کرتے ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ [الأنعام: ۱۵۳]۔

"اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ؛ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔ (مسند احمد: ۱۴۴/۱۷، و ترمذی: ۲۶۷۶، و مستدرک حاکم: ۳۲۹)۔

"...اور دیکھنا نئی نئی ایجاد کردہ باتوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِالْاسْتِقَامَةِ وَالْأَثَرِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْبِدَعِ"۔ (الابانۃ الکبری ابن بطہ: ۱۵۷، ۱۵۸، والاعتصام شاطبی: ۱۱۰/۱۔

"استقامت اور نقش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑو، اور بدعات سے بچو"۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالتَّبَدُّعَ وَالتَّنَطُّعَ والتَّعَمُّقَ، وَعَلَيْكُم بِالْعَتِيقِ"۔ (سنن دارمی: ۶۶/۱، والبدع ابن وضاح: ۳۲، و الابانۃ الکبری: ۱۶۹، وذم التاویل ہروی: ۶۰، وشرح اصول الاعتقاد لالکائی: ۱۰۸)۔

"بدعت ایجاد کرنے سے، شدت پسندی سے اور بے جا گہرائی میں جانے سے بچو اور اپنے پرانے دین پر قائم رہو"۔

۶۔ مسلمانوں میں وحدت و اجتماعیت کی کوشش اور دعوت:

فرقہ ناجیہ کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں باہم وحدت و اجتماعیت کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]۔

"اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو"۔

ارشاد نبوی ہے:

"إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ مِنْهَا: وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"۔ (صحیح مسلم حدیث: ۱۷۱۵)

’’بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزیں پسند فرماتا ہے، اور اُن میں یہ بات بھی ذکر فرمائی: یہ کہ تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو‘‘۔

نیز ارشاد ہے:

’’مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى‘‘(مسلم:۲۵۸۶)۔

’’مومنوں کی باہمی محبت اور رحمت وشفقت کی مثال جسم جیسی ہے، کہ جب اس کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کی زد میں چلا جاتا ہے‘‘۔

۷۔ صحابہ کرام کی تعظیم وتوقیر اور ان کے فہم پر اعتماد:

فرقۂ ناجیہ کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی بھرپور تعظیم وتوقیر کرتے ہیں، ان کے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور انہیں معیار ہدایت سمجھتے ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ١٠٠﴾[التوبۃ:۱۰۰]۔

’’اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے‘‘۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ‘‘۔ (صحیح بخاری:۳۶۷۳،وصحیح مسلم:۲۵۴۰)۔

’’میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو اُن میں سے کسی کے مد یا آدھے مد کے برابر نہ پہنچے گا‘‘۔

صحابہ کے ایمان کو معیار قرار دیتے ہوئے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنۡ ءَامَنُواْ بِمِثۡلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهۡتَدَواْۖ وَّإِن تَوَلَّوۡاْ فَإِنَّمَا هُمۡ فِي شِقَاقٖۖ فَسَيَكۡفِيكَهُمُ ٱللَّهُۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ١٣٧﴾ [البقرۃ:۱۳۷]۔

اور اسی بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’... فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ‘‘۔(مسند احمد:۱۷۱۴۴، وترمذی:۲۶۷۶،ومستدرک حاکم:۳۲۹)۔

’’...اس وقت تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے دانتوں سے خوب اچھی طرح پکڑ لینا‘‘۔

صحابہ کے مقام اور دین میں ان کی حیثیت واضح کرتے ہوئے امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاعْلَمْ أَنَّهُ زِنْدِيقٌ ... وَإِنَّمَا يُرِيدُونَ

أَنْ يُجَرِّحُوا شُهُودَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ، وَالْجَرْحُ بِهِمْ أَوْلَى، وَهُمْ زَنَادِقَةٌ"۔(الکفایۃ:۹۷،وتاریخ دمشق:۳۸/۳۲/۳۲،وتہذیب الکمال:۱۹/۹۶)۔

"جب تم کسی شخص کو رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق (کافر) ہے، درحقیقت یہ لوگ ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کتاب وسنت کو مجروح ومطعون کردیں، جبکہ جرح انہی کو سزاوار ہے، یہ لوگ زندیق ہیں"۔

۸۔ زمان ومکان کے اختلاف کے باوجود اعتقادی امورمیں اتفاق:

فرقۂ ناجیہ کی آٹھویں صفت یہ ہے کہ زمان ومکان کے اختلاف اور دوریوں کے باوجود وہ ایک عقیدہ پر متفق ہیں کہیں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ فرقۂ ناجیہ اہل الحدیث کی اس صفت کو آشکارا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**وَمِمَّا يدل عَلَى أَن أهل الحَدِيث هم عَلَى الْحق، أَنَّك لَو طالعت جَمِيع كتبهمْ المصنفة من أَوَّلهمْ إِلَى آخِرهم، قديمهم وحديثهم مَعَ اخْتِلَاف بلدانهم وزمانهم، وتباعد مَا بَينهم فِي الديار، وَسُكُون كل وَاحِد مِنْهُم قطرا من الأقطار، وَجَدتهمْ فِي بَيَان الِاعْتِقَاد عَلَى وتيرة وَاحِدَة، ونمط وَاحِد يجرونَ فِيهِ عَلَى طَرِيقَة لَا يحيدون عَنْهَا، وَلَا يميلون فِيهَا، قَوْلهم فِي ذَلِكَ وَاحِد ونقلهم وَاحِد، لَا ترى بَينهم اخْتِلَافا، وَلَا تفرقا فِي شَيْء مَا وَإِن قل، بل لَو جمعت جَمِيع مَا جرى عَلَى ألسنتهم، ونقلوه عَن سلفهم، وجدته كَأَنَّهُ جَاءَ من قلب وَاحِد، وَجرى عَلَى لِسَان وَاحِد، وَهل عَلَى الْحق دَلِيل أبين من هَذَا؟**"۔(الحجۃ فی بیان المحجۃ:۲/۲۳۹)۔

"اہل الحدیث ہی کے برحق ہونے کے ایک دلیل یہ ہے کہ اگر آپ اُن کی اول تا آخر قدیم و جدید تمام تصنیف شدہ کتابوں کا مطالعہ کریں گے، تو ان کے ممالک اور زمانوں کے اختلاف، اوران کی بستیوں میں دور دراز فاصلوں نیز ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ بستیوں میں رہنے بسنے کے باوجود آپ انہیں عقیدہ کے بیان ووضاحت میں ایک ہی وطیرہ اورطرز وانداز پر پائیں گے۔وہ اس میں ایک ہی راستہ پر گامزن ہوتے ہیں، اس سے ذرا بھی میلان وانحراف کا شکار نہیں ہوتے، ان کی بات ایک اوران کا حوالہ ایک ہوتا ہے، آپ کو ان کے درمیان کسی چیز میں کوئی اختلاف یا ذرا بھی فرق نظر نہیں آئے گا۔یہی نہیں بلکہ اگر آپ ان تمام باتوں کو اکٹھا کریں گے جو ان کی زبانوں سے نکلی ہیں اور جسے انہوں نے اپنے اسلاف سے نقل کیا ہے تو آپ اُسے ایسا پائیں گے گویا وہ ایک ہی دل سے نکلی ہیں اور ایک ہی زبان سے جاری ہوئی ہیں، بھلا کیا ان کے حق ہونے کی اس سے بھی واضح کوئی دلیل ہوسکتی ہے؟"۔

نیز اس اتحاد کا سبب واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**أهل الحَدِيث أخذُوا الدّين من الْكتاب وَالسّنة، وَطَرِيق النَّقْل، فأورثهم الِاتِّفَاق والائتلاف**"۔(الحجۃ فی بیان المحجۃ:۲/۲۲۶)۔

"اہل الحدیث نے دین کو کتاب وسنت اور نقل (سند) کے راستے سے لیا، جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان اتحاد و یگانگت اور باہمی الفت قائم ہے"۔

۹۔ تمام فرقوں کے مابین وسطیت:

فرقۂ ناجیہ کی نویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام فرقوں کے مابین افراط وتفریط سے پاک منہج وسط پر قائم ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرۃ: ۱۴۳]۔

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوجائیں''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ فِي الْإِسْلَامِ كَأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي الْمِلَلِ''۔(منہاج السنۃ النبویۃ: ۵/۱۶۶)۔

''اہل سنت اسلام میں ایسے ہی ہیں جیسے اہل اسلام دیگر ملتوں میں''۔

نیز فرماتے ہیں:

''أَهْلُ السُّنَّةِ فِي الْإِسْلَامِ مُتَوَسِّطُونَ فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ. فَهُمْ فِي عَلِيٍّ وَسَطٌ بَيْنَ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ. وَكَذَلِكَ فِي عُثْمَانَ وَسَطٌ بَيْنَ الْمَرْوَانِيَّةِ وَبَيْنَ الزَّيْدِيَّةِ. وَكَذَلِكَ فِي سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَسَطٌ بَيْنَ الْغُلَاةِ فِيهِمْ وَالطَّاعِنِينَ عَلَيْهِمْ. وَهُمْ فِي الْوَعِيدِ وَسَطٌ بَيْنَ الْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَبَيْنَ الْمُرْجِئَةِ. وَهُمْ فِي الْقَدَرِ وَسَطٌ بَيْنَ الْقَدَرِيَّةِ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَنَحْوِهِمْ. وَبَيْنَ الْقَدَرِيَّةِ الْمُجْبِرَةِ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ وَنَحْوِهِمْ. وَهُمْ فِي الصِّفَاتِ وَسَطٌ بَيْنَ الْمُعَطِّلَةِ وَبَيْنَ الْمُمَثِّلَةِ''۔(منہاج السنۃ النبویۃ: ۵/۱۷۲)۔

''اہل سنت اسلام کے تمام مسائل میں متوسط ہیں، چنانچہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خوارج اور روافض کے درمیان وسط ہیں اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروانیہ اور زیدیہ کے درمیان وسط ہیں۔ اسی طرح تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اُن میں غلو کرنے والوں اور طعنہ زنی کرنے والوں کے درمیان وسط ہیں۔ اسی طرح وعید کے سلسلہ میں خوارج و معتزلہ اور مرجئہ کے درمیان وسط ہیں۔ اسی طرح تقدیر کے بارے میں معتزلہ کے قدریہ وغیرہ اور جہمیہ کے قدریہ مجبرہ وغیرہ کے درمیان وسط ہیں۔ نیز اللہ کی صفات کے بارے میں معطلہ اور ممثلہ کے درمیان وسط ہیں''۔

۱۰۔ احکام وعقیدہ میں متواتر وآحاد سنت صحیحہ سے استدلال:

فرقہ ناجیہ کی دسویں صفت یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صحیح سنتوں سے خواہ متواتر ہوں یا آحاد تمام امور میں خواہ احکام ہوں یا عقدی مسائل سب میں بلاتفریق استدلال کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''أيحسب أحدكم متكئا على أريكته قد يظن أن الله لم يحرم شيئا إلا ما في هذا القرآن؟! ألا وإني والله قد أمرت، ووعظت، ونهيت عن أشياء، إنها لمثل هذا القرآن أو أكثر...''۔(الصحیحۃ: ۸۸۲)۔

''کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے تخت پر ٹیک لگائے یہ خیال کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیزیں حرام کی ہیں جو اس قرآن میں ہیں؟! خبردار! اللہ کی قسم! یقیناً میں نے بہت ساری چیزوں کی بابت حکم دیا ہے، نصیحت کی ہے، اور منع کیا ہے، بیشک وہ اس قرآن کریم جیسی ہیں یا اس سے بھی زیادہ ہیں''۔

نصوص کتاب وسنت میں احکام وعقیدہ کے اثبات کی بابت متواتر وآحاد کی کوئی تفریق نہیں ہے، بلکہ سلف امت دونوں قسموں کی احادیث سے دونوں مسلکوں پر استدلال کرتے رہے ہیں۔

۱۱۔ علم اور عبادت دونوں کا اہتمام:

فرقہ ناجیہ کی گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ علم اور عبادت دونوں کا اہتمام کرتے ہیں، جہالت کی بنیاد پر عبادت نہیں کرتے کہ نصاریٰ کے مشابہ قرار پائیں اور گمراہوں میں شامل ہوں اور علم کے بعد بے عملی نہیں کرتے کہ یہود کے مشابہ قرار پائیں اور غضب الٰہی کے مستحق ٹھہریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧﴾ [الفاتحۃ:۶-۷]۔

’’ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا (یعنی وہ لوگ جنہوں نے حق کو پہچانا، مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے) اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے برگشتہ ہوگئے)‘‘۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

’’مَنْ فَسَدَ مِنْ عُلَمَائِنَا كَانَ فِيهِ شَبَهٌ مِنَ الْيَهُودِ، وَمَنْ فَسَدَ مِنْ عُبَّادنا كَانَ فِيهِ شَبَهٌ مِنَ النَّصَارَى‘‘۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱۳۸/۴)

’’ہمارے جو علماء بگڑے ہیں ان میں یہودیوں کی مشابہت ہے اور ہمارے جو عبادت گزار بگڑے ہیں ان میں نصاریٰ کی مشابہت ہے‘‘۔

اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَٱعْلَمْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ وَٱسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَىٰكُمْ ۝١٩﴾ [محمد:۱۹]۔

’’سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی، اللہ تم لوگوں کی آمد ورفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے‘‘۔

۱۲۔ عدل وانصاف اور علمی امانت:

فرقۂ ناجیہ کی بارہویں صفت یہ ہے کہ وہ عدل وانصاف اور امانتداری پر قائم رہتے ہیں خواہ کوئی ان کا دوست ہو یا دشمن، عدل وامانت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝٨﴾ [المائدۃ:۸]۔

’’اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے‘‘۔

اور ارشاد نبوی ہے:

’’إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ،

الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا“(صحیح مسلم،حدیث:۱۸۲۷)۔

”یقیناً عدل و انصاف کرنے والے اللہ کے پاس ، رحمٰن عزوجل کے دائیں جانب، نور کے ممبروں پر فائز ہوں گے- اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں- جو اپنے فیصلوں میں، اہل وعیال میں اور منصبی ذمہ داریوں میں عدل کا معاملہ کرتے ہیں“۔

امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ علماء سنت کی علمی امانت داری کے بارے میں فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ يَكْتُبُونَ مَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ، وَأَهْلَ الْأَهْوَاءِ لَا يَكْتُبُونَ إِلَّا مَا لَهُمْ“۔(ذم الکلام، از ہروی،ص:۳۳۸)

”بیشک علماء سنت اپنے موافق ومخالف تمام باتیں لکھتے ہیں، اور نفس پرست بدعتی حضرات صرف اپنے موافق باتیں لکھتے ہیں“۔

۱۳۔ دین میں بے جا بحث وتکرار اور جھگڑے سے اجتناب:

فرقہ ناجیہ کی تیرہویں صفت یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کو سلف امت کے منہج کے مطابق سمجھتے اور عمل کرتے ہیں، اہل الرائے، عقل پرستوں اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے والوں کی طرح بے جا حجت وتکرار اور بحث ومباحثہ نہیں کرتے ہیں، کیونکہ یہ ہدایت کے بعد ضلالت وانحراف کا پیش خیمہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الجَدَلَ“ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الآيَةَ: ﴿مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾[الزخرف:۵۸]“۔(سنن ترمذی، حدیث: ۳۲۵۳، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے)۔

”جو بھی قوم ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ وہ بے جا حجت وتکرار کرنے لگے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (ترجمہ): تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو“۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَنْ جَعَلَ دِينَهُ غَرَضًا لِلْخُصُومَاتِ أَكْثَرَ التَّنَقُّلَ“۔(طبقات ابن سعد:۵/۳۷۳، وسنن دارمی:۳۰۴، وشرح اصول الاعتقاد، لالکائی:۲۱۶، وجامع بیان العلم، ابن عبدالبر:۴۱۲)۔

”جو اپنے دین کو جھگڑوں کی آماجگاہ بنالے گا بہت زیادہ ادھر اُدھر منتقل ہوگا“۔

ہیثم بن جمیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قُلْتُ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، الرَّجُلُ يَكُونُ عَالِمًا بِالسُّنَّةِ أَيُجَادِلُ عَنْهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ يُخْبِرُ بِالسُّنَّةِ؛ فَإِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ وَإِلَّا سَكَتَ“۔(جامع بیان العلم، ابن عبدالبر:۴۱۴)۔

”میں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابو عبداللہ! جو شخص سنت کا علم رکھنے والا ہو کیا وہ بدعات کے بارے میں بحث ومباحثہ کرسکتا ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ سنت کے ذریعہ بتلائے؛ اگر سنت قبول کی جائے تو ٹھیک ورنہ خاموش ہوجائے“۔

۱۴۔ دوستی اور دشمنی دین کی بنیاد پر:

فرقہ ناجیہ کی چودہویں صفت یہ ہے کہ وہ دوستی یا دشمنی دین کی بنیاد پر، اللہ کے واسطے کرتے ہیں، اس کے پیچھے کوئی دنیوی غرض، مفاد پرستی، خواہش نفسانی، شخصیت پرستی، فرقہ واریت یا حزبیت نہیں ہوتی، کیونکہ یہی اللہ تعالی کی توحید اور اس کے دین کا تقاضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْآخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ﴾ [المجادلۃ:۲۲]۔

"اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے"۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا۟ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ﴾ [الممتحنۃ:۴]۔

"مسلمانو! تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض و عداوت ظاہر ہوگئی"۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ وَطَعْمَهُ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ فِي اللَّهِ، وَأَنْ يَبْغُضَ فِي اللَّهِ، وَأَنْ تُوقَدَ نَارٌ عَظِيمَةٌ فَيَقَعَ فِيهَا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا"۔(سنن نسائی، حدیث:۴۹۸۷، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

"تین خوبیاں جس کے اندر ہوں گی وہ ان کے ذریعہ ایمان کی مٹھاس اور اس کی لذت پا لے گا: اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ اُسے دیگر تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور وہ اللہ کے لئے ہی کسی سے محبت کرے اور اللہ کے لئے ہی کسی سے بغض ونفرت رکھے۔ اور ایک بہت بڑی آگ جلا کر اُسے اُس میں ڈال دیا جانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک ٹھہرائے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"فَإِنَّ تَحْقِيقَ الشَّهَادَةِ بِالتَّوْحِيدِ يَقْتَضِي أَنْ لَا يُحِبَّ إِلَّا لِلَّهِ وَلَا يُبْغِضَ إِلَّا لِلَّهِ، وَلَا يُوَالِيَ إِلَّا لِلَّهِ، وَلَا يُعَادِيَ إِلَّا لِلَّهِ"۔(مجموع فتاوی ابن تیمیہ:۸/۳۳۷)۔

"توحید کی سچی گواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے محبت کی جائے اللہ ہی کے لئے نفرت کی جائے، اور اللہ ہی کے لئے دوستی رکھی جائے اللہ ہی کے لئے دشمنی کی جائے"۔

نیز فرماتے ہیں:

"وَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يُنَصِّبَ لِلْأُمَّةِ شَخْصًا يَدْعُو إِلَى طَرِيقَتِهِ وَيُوَالِي وَيُعَادِي عَلَيْهَا غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُنَصِّبَ لَهُمْ كَلَامًا يُوَالِي عَلَيْهِ وَيُعَادِي غَيْرَ كَلَامِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَا اجْتَمَعَتْ

عَلَيْهِ الْأُمَّةُ"۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۲۰/ ۱۶۴)۔

''کسی کے لئے جائز نہیں کہ امت کے لئے کسی شخص کو کھڑا کر کے اس کے راستے کی طرف بلائے اور اسی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کرے سوائے نبی کریم ﷺ کے، نہ یہی جائز ہے کہ اُن کے لئے کوئی کلام (عقلی موقف) طے کر کے اُس کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کرے سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام اور اجماع امت کے''۔

۱۵۔ تکفیر سے اجتناب:

فرقۂ ناجیہ کی پندرہویں صفت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے جب تک کہ تکفیر کے شرعی اسباب فراہم نہ ہوں اور موانع ناپید نہ ہوں، کیونکہ تکفیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے۔ اور کسی کی تکفیر کرنا سنگین ترین جرم ہے، یہ خوارج، معتزلہ، نفس پرست عقلانیوں، تحریکیوں اور اخوانیوں وغیرہ کا طریقہ ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلَا تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَىٰٓ إِلَيْكُمُ ٱلسَّلَٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ [النساء: ۹۴]۔

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ نے اس کی سنگینی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لاَ يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالفُسُوقِ، وَلاَ يَرْمِيهِ بِالكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ"۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۴۵)۔

''جو بھی شخص کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا، اگر وہ شخص ویسا نہ ہوگا تو وہ تہمت اُسی پر لوٹ آئے گی''!۔

امام ابوالحسن بربہاری رحمہ اللہ تکفیر کے بارے میں فرقہ ناجیہ کا منہج بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولا نخرج أحدا من أهل القبلة من الإسلام حتى يرد آية من كتاب الله، أو يرد شيئا من آثار رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو يذبح لغير الله، أو يصلي لغير الله"۔ (شرح السنۃ، از بربہاری، ص: ۶۴)

''ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو اسلام سے خارج نہیں کرتے، تا آنکہ وہ کتاب اللہ کی کسی آیت کو رد کر دے، یا احادیث رسول میں سے کسی حدیث کو رد کر دے، یا غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، یا غیر اللہ کے لئے نماز پڑھے''۔

اسی طرح اس بارے میں فرقۂ ناجیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَلَا نُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ، مَا لَمْ يَسْتَحِلَّهُ، وَلَا نَقُولُ لَا يَضُرُّ مَعَ الْإِيمَانِ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ"(شرح العقیدۃ الطحاویۃ، ص: ۲۹۶)۔

''ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کسی گناہ کے سبب کافر نہیں قرار دیتے جب تک کہ اُسے حلال نہ سمجھے، نہ ہم گناہ کرنے والے کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ نقصان دہ نہیں ہے''۔

هذا ما عندى ، والله أعلم، وصلى الله و سلم على نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين۔

۲۱/ نومبر ۲۰۲۲ء

رد بدعت اقوال سلف کی روشنی میں

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی
(استاذ حدیث جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

دین اسلام کامل اور مکمل ہے، اس میں من مانی اپنی طبیعتوں کی بنیاد پر یا خاندانی، علاقائی وملکی رسم ورواج کی وجہ سے کوئی بھی نئی چیز یا نیا راستہ نکالنا باطل و بے بنیاد اور قابل مواخذہ گناہ نیز کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ چاہے اسے نیکی سمجھ کر انجام دیا جائے یا محبت رسول اور عشق نبی ﷺ کا نام ہی کیوں نہ دے دیا جائے بہرصورت یہ نا قابل قبول ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں دین کے نام پر کتنی بدعتیں انجام دی جارہی ہیں اور کتنی سنتوں کو اسکی وجہ سے پامال کیا جارہا ہے کہ اللہ کی پناہ، ایسا لگتا ہے کہ اب مسلمانوں نے کتاب وسنت کے مستند وثابت شدہ احکام کو چھوڑ کر ہر نئی چیز کو شریعت سمجھ لیا ہے، اور کوئی بھی چیز اب غیر شرعی نہیں رہ گئی ہے۔ اس لئے ہمیں چوکنا رہنے اور بدعتوں کو پہچاننے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا دین وایمان سلامت رہے اور ہم گمراہیوں سے بچ سکیں۔

ذیل کے سطور میں بدعت اور اسکی مذمت کی سلسلے میں سلف صالحین کے کچھ چیدہ اقوال کو حیطہ تحریر کرکے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے تاکہ ہم اسکی تباہ کاریوں کو سمجھنے کے ساتھ یہ جان سکیں کہ ہمارے اسلاف کرام اس بابت کس قدر چوکنا رہا کرتے تھے اور امت کو بھی اسکی باربار یاددہانی کرایا کرتے تھے۔ اللہ ہمیں بدعتوں سے بچنے اور اس باب میں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بدعت کا لغوی معنی:

☆ بدعت کا اصل اشتقاق عربی زبان میں ابدع، تبدع، بدیع، مبدع ومبتدع سے ہے جس کے لغت میں دو معانی ہیں۔

● بلا سابق مثال کے کسی چیز کو بنانا اور ایجاد کرنا اور اسی معنی میں آیت کریمہ ہے: ﴿بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾ [البقرہ:۱۱۷] "اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو بلا کسی سابق مثال کے پیدا کرنے والا ہے۔"

دوسری آیت میں ہے: ﴿قُلۡ مَا كُنتُ بِدۡعٗا مِّنَ ٱلرُّسُلِ﴾ [احقاف:۹] "کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔"

اور اسی سے ہے: ﴿وَرَهۡبَانِيَّةً ٱبۡتَدَعُوهَا مَا كَتَبۡنَٰهَا عَلَيۡهِمۡ﴾ [الحدید:۲۷] "اور یعنی رہبانیت جس کو ان لوگوں نے بلا کسی سابق مثال کے ایجاد کرلیا ہے، ہم نے ان کے اوپر اسے متعین نہیں کیا ہے۔"

● تھکاوٹ اور اکتاہٹ: عربی میں کہا جاتا ہے کہ **ابدعت الراحلة** یعنی اونٹنی تھکاوٹ اکتاہٹ کی وجہ سے بیٹھ گئی پہلے نہیں بیٹھتی تھی۔ [لسان العرب: 9/351، مقاییس اللغۃ: 1/209]

بدعت کا اصطلاحی معنی:

علماء نے بدعت کی مختلف تعریفات کی ہیں جن میں شیخ

الاسلام ابن تیمیہ، علامہ سیوطی اور علامہ شاطبی رحمہم اللہ اور دیگر کئی علماء وفقہاء ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ جامع تعریف علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی ہے آپ لکھتے ہیں:

"البدعة اذن طريقة فى الدين مخترعة تضاهي الشريعة يقصد بالسلوك عليها المبالغة فى التعبد لله سبحانه"۔

"بدعت ایک ایسا راستہ ہے جسے دین میں ایجاد کرلیا گیا ہو اور شریعت کے مخالف ہو اور اس پر چلنے کا مقصد زیادہ عبادت ہو۔" [الاعتصام للشاطبی 36/1۔37]

بدعت کی شرعی حیثیت:

قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ وائمہ کی روشنی میں بدعت ایجاد کرنا اس پر عمل کرنا اور اسے ترویج دینا حرام ہے۔ شریعت اسلامیہ نے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور بدعت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ رہبانیت ایک ایسی بدعت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے۔

﴿وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحدید:۲۷] "اور رہبانیت یعنی جوگ جسے ان لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔"

☆ بدعت سے بچنا ضروری ہے کیونکہ گمراہی اور ضلالت کا راستہ ہے۔

حدیث عرباض بن ساریہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"اياكم ومحدثات الأمور فان كل محدثة بدعة"** [ابوداود 4607، ترمذی 2972]

"اور تم نئی ایجاد شدہ چیزوں سے بچنا اس لئے کہ ہر ایجاد شدہ چیز بدعت ہے۔" اور جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے: **وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة** [مسلم: 53/2 نووی]

"اور سب سے بری چیز نئی ایجاد شدہ چیزیں ہیں اور ہر نئی ایجا شدہ چیز (جو دین میں ہو) بدعت ہے۔" اور ایک روایت میں ہے: **وكل ضلالة فى النار** [النسائی 80/3 بسند صحیح]

اس حدیث میں لفظ "کُلّ" ہر بدعت کو شامل ہے اس سے بدعت حسنہ مستثنیٰ نہیں۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ لفظ کل علماء کے نزدیک اپنے عموم پر محمول ہے اس سے کوئی چیز مستثنیٰ نہیں اور اس میں دراصل کوئی ایسی بدعت نہیں ہے جو حسنہ ہو۔

☆ ہر بدعت اور محدث (نوایجاد شدہ شئی) مردود ہے کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من أحدث فى أمرنا هذا ماليس منه فهو رد [مسلم] اور ایک روایت میں: **من صنع أمرا على غير أمرنا فهورد** [ابوداود]

"جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے یا جس نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے حکم کے خلاف ہے تو وہ قابل رد ہے"۔

☆ سنت کی خلاف ورزی اور بدعات پر عمل ہلاکت خیزی کا باعث ہے۔

حدیث رسول ہے: **لكل عمل شرة ولكل شرة فترة فمن كانت فترته الى سنتي فقد اهتدى ومن كانت فترته الى غير ذلك هلك** "کہ ہر عمل کے لئے برائی ہے اور ہر برائی کے لئے کچھ وقت ہے تو جس کا وقت سنت کی

طرف ہوتو وہ ہدایت یاب ہے اور جس کا اس کے علاوہ ہوتو وہ ہلاک ہے''۔[صحیح الترغیب 52 باسناد حسن، واصلہ فی مسند احمد 2188]

☆ بدعتی آدمی ملعون ہے اور اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: **ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة حتى يدع بدعته** کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب بدعت کی توبہ کو قبول کرنے سے روک دیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔[صحیح الترغیب 54]

بدعات کی تردید اور مذمت اقوال سلف کی روشنی میں:

یہ بات ہر ذی علم کو معلوم ہے کہ صحابہ کرام نے جس قدر سنت کی اتباع میں اپنی زندگی کے قیمتی اوقات اور متاع عزیز صرف کیا اسی قدر وہ بدعتوں سے حد درجہ دور رہے اور اہل بدعت کے لئے تیغ براں رہے، تاریخ شاہد ہے کہ اس طرح کے بے شمار نمونے اور مثالیں کتب احادیث اور سیرت و تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں جن سے بدعات اور اس کی تباہ کاریوں کے سلسلے میں صحابہ کرام وغیرھم کا حقیقی موقف اور مثالی کردار بالکل واضح ہے۔ ذیل میں ہم حسب استطاعت بعض اجلۂ صحابہ کرام اور اسلاف عظام کے اقوال تحریر کر رہے ہیں جن سے بدعات وخرافات اور غیر شرعی اعمال واطوار کے سلسلے میں ان کے موقف کی ترجمانی ہوتی ہے، ویسے تو اس طرح کے بے شمار اقوال ہیں اگر تحریر کیا جائے تو ایک مستقل دفتر تیار ہوسکتا ہے، مگر مشتے نمونہ از خروارے چند صحابہ کرام کے اقوال زیب قرطاس ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول:

☆ اتباع سنت لازم ہے اور بدعات کی پیروی کج روی ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں تم میں کا ایک آدمی ہوں میرا خیال ہے کہ شاید تم مجھے اس چیز کا مکلف بنا رہے ہو جس کی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو آفات ومصائب سے بچائے رکھا اور دنیا والوں کے لئے آپ کو منتخب کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **يا ايها الناس انما انا متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعينوني وان زغت فقوموني** ''کہ اے لوگو! میں سنت کی اتباع کرنے والا ہوں اور بدعتوں کی پیروی کرنے والا نہیں اگر اپنے معاملات میں سنت پر قائم رہوں اور اچھا کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں کج رو ہو جاؤں تو مجھے راہ راست پر لانا''۔[الطبقات الکبریٰ ابن سعد: 3183]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول:

☆ بدعتی اور ھویٰ پرست کی توبہ قابل قبول نہیں اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بری ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ: **ان لكل صاحب ذنب توبة غير اصحاب الاهواء والبدع ليس لهم توبة أنا برئى منهم وهم مني براء** ''کہ ہر صاحب گناہ کی توبہ قبول ہوگی سوائے بدعتی اور ہویٰ پرست کے ان کی توبہ قابل قبول نہیں میں ان سے بری ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں''۔[السنۃ لابن ابی عاصم بتخریج الشیخ البانی رقم 38،22]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول:

☆ اتباع ضروری ہے اور ابتداع حرام ہے:

''عن عثمان الازدي قال : دخلت على ابن عباس فقلت : أوصني فقال : نعم، عليك بتقوى الله والاستقامة اتبع ولا تبتدع''۔

''کہ عثمان الازدی کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ آپ مجھے کچھ وصیت کیجئے، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اور دین پر استقامت کو لازم پکڑو اور سنت کی اتباع کرو بدعات مت اختیار کرو''۔ [سنن الدارمی المقدمہ باب من ہاب الفتیا 150]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول:

☆ دین میں کوئی بدعت حسنہ نہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :**كل بدعة ضلالة وان رآها الناس حسنة** ''کہ ہر بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اس کو اچھا ہی کیوں نہ سمجھیں''۔ [شرح اصول اہل السنۃ والجماعۃ للالکائی 126، المدخل الی السنن للبیہقی 191]

☆ بدعتی سے قطع تعلق ضروری ہے:

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست ملک شام سے آپ کے پاس خط و کتابت کرتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس ایک خط لکھا

اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ اس آدمی نے آپ کو سلام بھیجا تو آپ نے فرمایا:

کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے سلسلے میں کچھ کلام کرتے ہو اس لئے خبردار تم میرے پاس آئندہ خط نہ لکھنا، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے جواب دیا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس نے بدعت اختیار کر لیا ہے، اس لئے اس کا سلام مجھے مت پہنچاؤ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چہرہ مسخ کیا جانا، دھنسا دیا جانا اور قذف کا عذاب ہوگا اور یہ تقدیر کے منکرین میں ہوگا۔ [سنن ابی داود 4613، سنن ابن ماجہ 4041، المشکاۃ 106،112]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

☆ سنت کی پیروی میں میانہ روی بدعات میں جدوجہد سے بہتر ہے۔قال : " **الاقتصاد فی السنة احسن من الاجتهاد فی البدعة** "''سنت میں میانہ روی بدعات میں اجتہاد اور محنت کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے''۔ [صحیح الترغیب للالبانی 41 وقال صحیح موقوف]

☆ بدعتیوں کی سرزنش کرنا ضروری ہے۔

عمرو بن زرارۃ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میرے پاس کھڑے ہوئے اور میں قصہ گوئی کر رہا تھا مجھے زور سے ڈانٹ کر کہا:

اے عمرو! تم نے گمراہی اور بدعت اختیار کر لیا ہے اور یا تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت یاب ہو چنانچہ میں نے دیکھا کہ لوگ یہ سن کر وہاں سے چلے گئے یہاں تک کہ میں نے اپنی اس جگہ کسی کو نہیں دیکھا۔[صحیح الترغیب للالبانی 1/ 132،60 وقال صحیح لغیرہ موقوف]

☆ حلقہ بنا کر کنکریوں سے تسبیح پڑھنے والوں کی ضلالت و گمراہی اور بدعت کا بھیانک انجام:

عمرو بن سلمہ الہمدانی روایت کرتے ہیں کہ ہم فجر کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوتے تھے، جب آپ گھر سے نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد جاتے، ایک دن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کے پاس آئے اور کہا: ابوعبدالرحمن (ابن مسعود) ابھی تک نہیں نکلے۔ ہم نے کہا کہ نہیں، آپ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور ان کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے جب وہ نکلے تو ہم ان کے پاس جمع ہو گئے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن میں نے ابھی ابھی

مسجد میں ایک عجیب وغریب کام دیکھا ہے اور میں نے خیر ہی دیکھا ہے، آپ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اگر زندہ بخیر وہاں پہنچ گئے تو خود ہی دیکھ لیں گے، میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا جو حلقہ بنا کر بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے تھے، ہر حلقہ میں ایک آدمی سردار تھا، بقیہ لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں وہ آدمی کہتا ہے۔ سو بار اللہ اکبر کہو تو سب اللہ اکبر کہتے ہیں، پھر کہتا سو بار سبحان اللہ کہو تو سو بار تسبیح کہتے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ان سے کیا کہا؟ ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں نے آپ کی رائے معلوم کرنے اور آپ کا حکم ملنے سے پہلے ان سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ان سے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں۔ میں ضمانت لیتا ہوں کہ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کی کوئی نیکی ضائع نہ ہوتی۔ پھر سب لوگ مسجد میں آئے۔ اور آپ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ایک حلقہ کے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور کہا: تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کنکریاں ہیں ہم اس کے برابر تکبیر، تہلیل اور تسبیح کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی برائیوں کو شمار کرو اور میں ضامن ہوں کہ تمہاری کوئی نیکی رائیگاں نہ ہوگی، اور اس کے بعد سرزنش کرتے ہوئے کہا:

”ویحکم یا امة محمد ما اسرع هلکتکم ! هولاء صحابة نبیکم صلی الله علیه وسلم متوافرون وهذه ثیابه لم تبل و آنیته لم تکسر، والذي نفسي بیده انکم لعلی ملة أهدی من ملة محمد أو مفتتحوا باب الضلالة“۔

کہ اے امت محمدیہ! افسوس ہے کہ تم کتنے جلدی ہلاکت کی ڈگر پر چل پڑے، یہ دیکھو، اصحاب رسول ابھی زندہ ہیں آپ کے کپڑے ابھی پرانے نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یا تو تم اس راستے پر ہو جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے یا گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! قسم اللہ کی! اس کام سے ہمارا مقصد نیکی اور خیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں، آپ (ابن مسعود) نے کہا: **وکم من مرید للخیر لن یصبیبه** کہ کتنے ایسے لوگ ہیں جو خیر اور نیکی کے متلاشی ہیں لیکن اس کو نہیں پاتے، فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کی کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن کی تلاوت کریں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، اللہ کی قسم! شاید اس حدیث کے مصداق تم میں سے اکثر لوگ ہیں اور پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے، عمرو بن سلمہ کہتے ہیں جنگ نہروان کے موقع پر اس حلقہ کے اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا تو خوارج کے ساتھ پایا وہ ہم پر تیر برسا رہے تھے۔ [سنن الدارمی 6869 / 1 السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی 13012 / 5]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله فلا تعبدوها“ ”ہر وہ عبادت جسے اصحاب رسول نے نہیں کیا، اس کو نہ کرو، آگے فرمایا: کیونکہ انہوں نے بعد میں آنے والوں کے لئے کچھ باقی نہ چھوڑا، اے طالبان علوم شریعت! اللہ سے ڈرو اور اسلاف کے نقش قدم پر چلو“۔ [الاعتصام للشاطبی 386 / 1، حجۃ النبی للالبانی: 101]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول:

☆ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمہارے پیچھے ایسے فتنے ہیں جن میں مال کی کثرت ہوگی اور اس میں قرآن پڑھا جائے گا، اسے مومن ومنافق، مرد وعورت، چھوٹا وبڑا، آزاد اور غلام ہر کوئی پڑھے گا اور عنقریب ہی کوئی کہے گا کہ لوگ میری اتباع کیوں نہیں کرتے ؟ حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے : **ماهم بمتبعي حتي ابتدع لهم غيره فاياكم وما ابتدع فان ما ابتدع ضلالة** ''وہ میری اتباع اس وقت تک کرنے والے نہیں جب تک میں ان کے لئے قرآن کے سوا کوئی نئی چیز نہ لاؤں، خبردار! تم اس نئی چیز سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ وہ نئی چیز جو دین میں ایجاد کی گئی سراسر گمراہی ہے اور سنو میں تمہیں حکیم (عالم) کی کج روی سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی کبھار حکیم کی زبان سے گمراہی کے کلمات نکلواتا ہے جب کہ منافق بھی کبھار کلمہ حق کہہ دیتا ہے''۔ [سنن ابی داود/ السنۃ/ باب من دعا الی السنۃ، قال الشیخ الالبانی صحیح الاسناد موقوف، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی : 1/88]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول:

☆ بدعات سے اجتناب ضروری ہے۔

فرماتے ہیں : میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اس کے فرامین پر عمل کرنے، سنت رسول کی اتباع کرنے اور بدعتیوں کی بدعت سے بچنے کی وصیت کرتا ہوں۔ [سنن ابی داود/ کتاب السنۃ/ باب لزوم السنۃ]

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول:

☆ بدعتیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری کا سبب ہیں۔

فرماتے ہیں : جس نے بدعت کیا پھر وہ سنت کی طرف لوٹ نہ سکا۔ [سنن الدارمی: 1/61]

امام سفیان الثوری رحمہ اللہ کا قول:

☆ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور بدعات سے بچنا لازمی ہے۔

فرماتے ہیں : غلط چیز کو چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا کیا تو حق پر نہیں ہو، سنت پر عمل کرو، بدعتوں سے دور رہو، میں درست بات یہ سمجھتا ہوں کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلا جائے اور فرمایا کہ مزدور، پردہ نشین خواتین اور مکاتب میں پڑھنے والے جس اقرار وعمل پر ہیں اس کو اپنے لئے لازم کرلو۔ [شرح السنہ للبغوی: 1/217]

☆ بدعت ابلیس کا پسندیدہ عمل ہے :

امام سفیان فرماتے ہیں کہ ابلیس کو بدعت معصیت سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ معصیت سے توبہ ممکن ہے لیکن بدعت سے توبہ ممکن نہیں۔ [شرح اعتقاد اہل السنۃ/ اللالکائی/ 1885 حلیۃ الاولیاء ابو نعیم 7/36]

محمد بن اسلم الطوسی رحمہ اللہ کا قول:

☆ اہل بدعت کی تعظیم وتکریم جائز نہیں۔

فرماتے ہیں کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے قلعہ کو ڈھانے میں مدد کیا۔ [شرح اعتقاد اہل السنۃ/ اللالکائی : 3/139، حلیۃ الاولیاء ابونعیم: 5/218]

یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ کا قول:

☆ اہل بدعت اور ان کے طور وطریقے سے دور رہنا چاہئے۔

فرماتے ہیں : جب کسی جگہ تم سے کسی بدعتی سے ملاقات ہو جائے تو تم دوسرا راستہ اختیار کرلو۔ [الشریعہ للآجری: 940]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا قول:

☆ بدعتی اور سنی کے مابین لوہے کی مضبوط دیوار سے زیادہ

پناہ گاہ ہونا چاہیے۔

فرماتے ہیں: جو کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھے تو تم اس سے دور رہو اور جو کسی بدعتی کے پاس بیٹھے گا تو حکمت سے محروم کر دیا جائے گا اور میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ میری اور بدعتی کے مابین لوہے کا مضبوط قلعہ ہو۔[الحلیۃ لابی نعیم:8/103]

امام اوزاعی رحمہ اللہ کا قول:

☆بدعتی سے زیادہ بحث ومباحثہ شکوک وشبہات کو جنم دیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بدعتی سے بحث ومباحثہ کی زیادہ کوشش مت کرو جس کی وجہ سے تمہارے دلوں میں فتنے (شکوک) پیدا ہو جائیں۔[البدع والنہی عنہا القرطبی:ص52]

☆صاحب سنت اور اہل حدیث کا مقام بہت اونچا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کہتا ہے میں اہل حدیث کے ساتھ بھی بیٹھتا ہوں اور اہل بدعت کے ساتھ بھی تو میں نے جواب دیا: کیا یہ آدمی حق اور باطل کے درمیان برابری پیدا کرنا چاہتا ہے۔[حوالہ سابق]

سعید المسیب رحمہ اللہ کا قول:

☆عبادت اور نیک نیتی سے انجام دیئے جانے والے اچھے کام بھی اگر سنت کے خلاف ہوں تو عذاب کا باعث ہیں: حضرت سعید ابن المسیب نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ طلوع فجر کے بعد دو رکعت سے زیادہ نماز پڑھ رہا ہے جس میں رکوع اور سجدے بھی زیادہ کرتا ہے اس آدمی نے کہا کہ اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دے گا، آپ نے فرمایا کہ نہیں، نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا لیکن سنت کی خلاف ورزی کرنے پر عذاب دے گا۔[سنن الدارمی 1/112، سنن البیہقی 2/466]

قتادۃ بن دعامہ السدوسی رحمہ اللہ کا قول:

☆بدعت اور اہل بدعت سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور بچانا ضروری ہے۔فرماتے ہیں کہ آدمی جب کسی بدعت کو اختیار کرے تو مناسب ہے کہ اس کی بدعتوں کو ذکر کیا جائے تاکہ لوگ بچ سکیں۔[الآداب الشرعیہ لابن مفلح:1/210]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول:

☆بدعتی عبادت گزار کی صحبت سے غیر بدعتی فاسق کی صحبت بہتر ہے، فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا کسی شاطر فاسق کی صحبت میں رہے جو صاحب سنت ہو تو یہ میری لئے اس بات سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی ایسے عبادت گزار کی صحبت میں رہے جو بدعتی ہو۔[الابانۃ الصغری لابن بطہ:133]

عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کا قول:

☆اہل بدعت کی صحبت سے بہتر فقراء ومساکین کی صحبت وہم نشینی ہے۔فرماتے ہیں کہ مسکینوں کے ساتھ بیٹھا کرو لیکن بدعتیوں کے ساتھ کبھی نہ بیٹھو۔(سیر اعلام النبلاء:8/368]

ابو قلابہ رحمہ اللہ کا قول:

☆اہل بدعت کی مجالست گمراہی کا چور دروازہ ہے۔

فرماتے ہیں: اہل بدعت کی صحبت اختیار نہ کرو اور نہ ہی ان سے بحث ومباحثہ کرو اس لئے کہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں تمہیں اپنی گمراہی میں مبتلا کر دیں یا شکوک وشبہات میں نہ ڈال دیں۔[سنن الدارمی المقدمہ باب اجتناب اہل الاہواء]

قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ کا قول:

☆صحابہ وتابعین کا اہل بدعت کے بائیکاٹ پر اجماع ہے۔

فرماتے ہیں: کہ صحابہ اور تابعین کا اہل بدعت کے بائیکاٹ کرنے اور ان سے قطع تعلق رکھنے میں اجماع ہے۔[ہجر المبتدع:

ص32]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول:

☆سنت کے برخلاف بدعات کی طرف جانا ہلاکت خیزی کا باعث ہے۔

فرماتے ہیں: کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو چھوڑ دیا اور رد کر دیا۔ (بدعات کی طرف چلایا گیا) تو وہ ہلاکت کے دہانے پر پہنچ گیا۔ [طبقات الحنابلہ 15/2، الا بانہ: 1/260]

☆بدعت سے دوری اہل سنت کا مذہب ہے:

فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اصول سنت یہ ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور ان کی اقتداء کی جائے اور بدعات کو ترک کر دیا جائے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ [اصول السنہ: ص25]

امام مالک رحمہ اللہ کا قول:

☆دین میں بدعت حسنہ سمجھنا رسالت محمدیہ میں خیانت کا اقرار ہے۔

فرماتے ہیں: جس نے بدعت ایجاد کی اور اسے بدعت حسنہ خیال کیا تو گویا اس نے رسالت محمدیہ میں خیانت کا اقرار کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

:''**اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا**'' چنانچہ جو زمانہ رسالت میں دین نہیں تھا وہ آج دین نہیں ہوسکتا۔ [الاعتصام للشاطبی: 1/49]

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول:

☆اہل بدعت کے عجائبات وغرائب ناقابل تسلیم ہیں۔

فرماتے ہیں کہ امام لیث نے نرمی سے کام لیا میں اگر اہل بدعت کو ہوا میں اڑتے دیکھوں تو تسلیم نہ کروں گا۔ [تلبیس ابلیس لابن جوزی 14، شرح اصول اعتقاد السنہ للالکائی 145/1]

امام عزّ بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا قول:

☆بدعات کا قلع قمع کرنا باعث ثواب عمل ہے۔

فرماتے ہیں کہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لئے جو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنایا جائے چنانچہ وہ بدعتوں کو ختم کرنے اور سنتوں کے فروغ کی کوشش اور جدوجہد کرے۔ [مساجد علمیہ: ص 10]

امام بغوی رحمہ اللہ کا قول:

☆اہل بدعت کا بائیکاٹ اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے۔

فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افتراق کے بارے میں پہلے ہی خبر دی تھی اس لئے اہل بدعت اور اہل ہویٰ کا بائیکاٹ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کریں۔ [شرح اللسنہ للبغوی: 224/1-227]

بدعات کی تردید اور اہل بدعت کی مذمت اور ان کی مجالست و ہم نشینی سے دوری کے سلسلے میں سلف صالحین کے یہ اقوال زریں اس بات کی بیں دلیل ہیں کہ دین اسلام میں بدعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور بدعات گمراہیوں کا چور دروازہ ہیں، سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و پاسداری کی خاطر امت کے ہر فرد کو بدعات سے بچنا اور اہل بدعت سے دور رہنا چاہئے۔

فليتدبر اولوا الابصار

وراثت کی شرعی تقسیم اور ائمہ مساجد کی ذمہ داریاں

کفایت اللہ سنابلی (داعی اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی)

(1) علم وراثت سیکھنا:

ائمہ مساجد واہل علم کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس علم کو سیکھیں اور اس کے مسائل پر مہارت حاصل کریں ،افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ائمہ وعلماء میں اس خاص علم سے دلچسپی اور واقفیت رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

(2) علم وراثت کے مطابق عمل کرنا:

ائمہ واہل علم کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خود اس علم کے مطابق عمل کریں اور اپنے خاندان میں سختی سے اس پر عمل کروائیں ، یہ تلخ سچائی ہے ائمہ وعلماء کی بھی ایک بڑی تعداد اسلامی قانون وراثت پر عمل سے دوری بنائے ہوئے ہے۔

(3) علم وراثت کی تقریری اشاعت:

ہمارے ائمہ وعلماء کا حال یہ ہے کہ وہ شاذ ونادر ہی علم وراثت پر وعظ ودرس اور خطبات وتقاریر کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بعض مساجد میں پچاس پچاس سال سے علم وراثت پر نہ کبھی کوئی درس ہوا نہ جمعہ کا خطبہ ، یہ صورت حال بدلنے کی سخت ضرورت ہے۔

(4) علم وراثت کی تحریری اشاعت:

علم وراثت پر تصنیف تالیف کا کام بھی بہت کم ہوا ہے، دو چار کتابیں جو ملتی بھی ہیں وہ صرف نصابی طرز پر تالیف کی گئی ہے ۔ضرورت ہے کہ اسلام کے نظام وراثت کی اہمیت وضرورت، اس پر عمل کے فوائد اور اس سے روگردانی کے دنیوی واخروی نقصانات پر بھی تصنیف تالیف کا ایک سلسلہ ہو۔

(5) علم وراثت کی تدریسی اشاعت:

علم وراثت کو عام طور سے طلبہ ایک مشکل فن جانتے ہیں ،اور طلبہ کے لئے جو کتابیں لکھیں گئی ہیں ان میں بیشتر مسائل بہت مشکل بنا کر پیش کئے گئے ہیں ، ساتھ ہی بہت ساری غیر ضروری اور مطول بحثین بھی شامل ہیں ،ضرورت اس بات کی ہے علم وراثت کی مرحلہ وار تدریس کی جائے ۔ پہلے ابتدائی اور بنیادی مسائل سکھائے جائیں اور دوسرے مرحلہ میں تفصیلات پیش کی جائیں۔

(6) علم وراثت پر مختصر کورس:

مختلف مساجد میں علم وراثت پر مختصر کورس کا سلسلہ رکھنا چاہئے ،جس کے ذریعہ کوشش ہو کہ ہر شخص علم وراثت کے بنیادی مسائل سے آگاہ ہوجائے۔

(7) تحریری فتاوی کا انتظام:

اسلامی قانون وراثت پر عمل کے لئے بعض لوگ اس وقت تک تیار نہیں ہوتے جب تک ان کے سامنے ایک تحریری فتوی نہ پیش کیا جائے جس میں وارثین کے شرعی حقوق کا مدلل بیان ہو۔اس لئے اہم اور مرکزی مساجد میں دار الافتاء کا انتظام ہونا چاہئے ، یا کم ازکم وہاں سے کسی مستند دارالافتاء کی طرف رہنمائی ہونی چاہئے۔

(8) وراثت سے متعلق فیملی کاؤنسلنگ:

بعض فیملی میں وراثت سے متعلق اختلاف ہوجاتا ہے کچھ وارثین شرعی طور پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں جبکہ دوسرے اس کے خلاف ہوتے ہیں ایسے میں دونوں فریق کو سامنے بٹھا کر ان کی کاؤنسلنگ ہونی چاہئے اور ان کے سامنے اسلامی قانون وراثت پر عمل کے فوائد اور اس پر عمل نہ کرنے کے نقصانات بتانے چاہئیں۔

(9) قانون وراثت کی تنفیذ کے لئے بااثر علماء کی طرف سے ممکنہ اقدامات:

جو ائمہ وعلماء سماج ومعاشرے میں اثر ورسوخ رکھتے ہیں، ان کی ذمہ داری ہے وہ آگے بڑھ کر قانون وراثت کی تنفیذ کی کوشش کریں اور اس راہ میں رکاوٹ بننے والوں کے خلاف ہر ممکن کارروائی کریں۔

(10) قانون وراثت کی تنفیذ کے لئے خواتین کی خصوصی ذہن سازی:

وراثت میں اپنے حقوق پانے سے متعلق خواتین سب سے زیادہ مظلوم ہیں، لیکن غور کیا جائے تو اس کے پیچھے زیادہ تر خواتین ہی کا کردار ہے، ایک طرف خواتین اپنے باپ کے مال میں اپنے حقوق کا مطالبہ نہیں کر پاتی اور دوسری طرف جب انہیں موقع ملتا ہے تو یہ بھی دوسروں کا حق وراثت غصب کر لیتی ہیں۔ مزید یہ کہ بعض دشمنان اسلامی قانون وراثت میں خواتین کے حقوق سے متعلق غلط فہمیاں پھیلا کر خواتین کو اسلام سے متنفر کرتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ائمہ وعلماء وراثت سے متعلق ان کی خصوصی رہنمائی کریں، اور اس حوالے سے ان کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیں۔

❁ ❁ ❁

اہل حدیث دین کے محافظ ہیں

خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: اللہ تعالی نے انہیں (اہل حدیث) کو ارکان شریعت بنایا اور ان کے ذریعہ سے ہر شنیع بدعت کی سرکوبی فرمائی تو یہ لوگ اللہ تعالی کی مخلوق میں اللہ تعالی کے امین ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے درمیان واسطہ ورابطہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ ان کی روشنی واضح اور ان کے فضائل پھیلے ہیں اور ان کے اوصاف روز روشن کی طرح عیاں ہیں، ان کا مسلک ومذہب واضح وظاہر اور ان کے دلائل قاطع ہیں اہل حدیث کے علاوہ ہر ایک گروہ اپنی خواہشات کی پیچھے چلتا اور اپنی راہیں بہتر قرار دیتا ہے جس پر اس کا انحصار ہوتا ہے۔ لیکن اہل حدیث یہ کام نہیں کرتے اس لیے کہ کتاب اللہ ان کا اسلحہ اور سنت نبویہ ان کی دلیل وحجت ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا گروہ ہیں اور ان کی طرف ہی ان کی نسبت ہے۔ وہ اہواء وخواہشات پر انحصار نہیں کرتے اور نہ ہی آراء کی طرف ان کا التفات ہے جو بھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات بیان کی ان سے وہ قبول کی جاتی ہیں، وہ حدیث کے امین اور اس پر عدل کرنے والے ہیں۔ اہل حدیث دین کے محافظ اور اسے کے دربان ہیں، علم کے خزانے اور حامل ہیں، جب کسی حدیث میں اختلاف پیدا ہوجائے تو اہل حدیث کی طرف ہی رجوع ہوتا ہے اور جو وہ اس پر حکم لگا دیں وہ قبول ہوتا اور قابل سماعت ہوتا ہے۔

(شرف اصحاب الحدیث ص:15)

شعور وآگہی

تکفیر کا فتنہ اور ائمہ مساجد کی ذمہ داریاں

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

تکفیر میں غلو کا فتنہ امت میں اٹھنے والے فتنوں میں شدید ترین فتنہ ہے، اس فتنے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فتنہ محض عقیدہ ونظریے کی سطح پر اختلاف کی حد تک محدود نہیں رہا بلکہ اس فتنے کا شر جنگ کے میدانوں تک پہنچا ہے، اس اختلاف کے نتیجے میں محض صفحہ قرطاس پر سیاہیاں ہی نہیں بکھیری گئیں بلکہ جنگ کے میدانوں میں مسلمانوں کا خون تکبیر کے نعروں کے ساتھ بہایا گیا، ان کی عزت وآبرو اور جان ومال اللہ کے تقرب کے لیے حلال کیا گیا ہے، ان کی حرمت اللہ کا نام لے کر پامال کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو جتنا اس فتنے سے ڈرایا ہے کسی فتنے سے نہیں ڈرایا، احادیث نبویہ ﷺ میں خوارج کے ظہور سے امت کو بار بار آگاہ کیا گیا ہے اور ان کے اوصاف بھی بہت تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں، نبی ﷺ نے امت میں کسی گروہ کے ظہور سے اتنا نہیں ڈرایا جتنا خوارج سے ڈرایا، ان خوارج کے فتنے کی جڑ ہی مسلمانوں کی تکفیر ہے۔

احادیث میں مسلمان کی تکفیر کو بہت سنگین معاملہ قرار دیا گیا ہے، ایک مسلمان کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر اس نے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہہ دیا تو کفر کا یہ کلمہ لوٹ کر اسی کی طرف آجاتا ہے، ایک مسلمان کے جان ومال کی حرمت اور اسکی عظمت کو مختلف تعبیروں میں واضح کیا گیا ہے، بار بار اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ کلمہ گو کی ظاہری حالت کی بنیاد پر اس کے اسلام کا فیصلہ کیا جائے گا، گمان کی بنیاد پر کسی کو کافر نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، ان کے سرائر اللہ کے حوالے کیے جائیں گے۔ مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانا فتنہ ہے اور فتنوں کے دور میں زبان میں منہ اور تلوار میان میں رکھنے کا حکم دیا گیا۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمان کی تکفیر اس کے قتل کی طرح ہے۔(صحیح الجامع:710) ایک مسلمان کو کافر قرار دینا بہت سنگین اور بڑا امر ہے، کسی کلمہ گو کو کافر قرار دینے کا مطلب اس کو امت سے خارج کر دینا، اسلامی اخوت کے دائرے سے باہر نکال دینا، وہ سارے حقوق جو مسلمان ہونے کے ناطے اسلام اس کو دیتا ہے وہ اس سے چھین لینا، اس کا مسلمان عورت سے نکاح فاسد قرار دینا، اس کے ماں باپ اور رشتے داروں کی وراثت میں اس کا حق ختم کر دینا، اس کی وراثت سے اس کی اولاد اور رشتے داروں کا حق ختم کر دینا، ایک کلمہ گو کو کافر قرار دینے کا مطلب ایک مسلمان کے ساتھ حسن سلوک اور تعاون کا جو ثواب ہے اب اس کلمہ گو کے ساتھ تعاون اور حسن سلوک پر وہ ثواب نہیں ملے گا، مسلمانوں کے طریقے پر اس کی تجہیز وتکفین نہیں ہوگی، اس کے جنازے کی اتباع نہیں کی جائے گی، نہ اس کی جنازے کی نماز پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمان قبرستان میں دفنایا جائے گا اور ان سب سے بڑھ ایک مسلمان کی تکفیر کا مطلب وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اللہ کی رحمت اس پر حرام ہے، اس کے لیے مغفرت اور جنت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہیں۔

ایک مسلمان اگر تکفیر کے ان نتائج پر ہی غور کرلے تو وہ سمجھ لے گا کہ تکفیر کا مسئلہ کتنا سنگین ہے اور ایک مسلمان کو اس معاملہ میں کس قدر احتیاط سے کام لینا چاہیے بلکہ یہ کام علماء کے سپرد کردینا چاہیے اور خود کو خطرات کے اس سمندر کے کنارے سے بھی دور رکھنا چاہیے۔ اسی لیے سلف کہا کرتے تھے کہ میں غلطی سے کسی کافر کو مسلمان قرار دے دوں یہ مجھے منظور ہے بنسبت اس کے کہ میں کسی مسلمان کو غلطی سے کافر قرار دے دوں۔

تکفیر کی اس سنگینی کے باوجود تکفیر میں غلو کا فتنہ ہر دور میں موجود رہا ہے، کیونکہ تکفیر شدت پسندی کے پیٹ سے جنم لیتی ہے اور شدت پسندی انسانی طبیعتوں کا حصہ ہے اور کچھ انسانوں میں یہ شدت پسندی حد سے زیادہ پائی جاتی ہے اور ایسے لوگ ہی تکفیری فتنوں کے شکار ہوتے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر دور میں اہل حق علماء نے اس شدت پسندی کا مقابلہ علم وحکمت اور فراست وبصیرت کے ساتھ کیا ہے اور اللہ کے بندوں کو شدت پسندی کی اس دلدل سے نکال کر لائے ہیں۔ حتی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور کے خوارج سے مناظرہ کیا اور ہزاروں کے تعداد میں خوارج نے اس ایک مناظرہ کی وجہ سے خارجیت سے توبہ کی اور مسلمان کے خلاف تلوار اٹھانے سے باز آ گئے۔

خارجیت کا فتنہ کیونکہ شہوات سے زیادہ شبہات کے پیٹ سے جنم لیتا ہے اس لیے اس کا مقابلہ علماء حق ہی کرسکتے ہیں کیونکہ شبہات جہالت کے اندھیروں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کا علاج علم کی روشنی سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ خارجی اور تکفیری مزاج دین کی سطحی علم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور دین کا گہرا علم ہی اس مزاج کا سدباب کرسکتا ہے۔

اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ ایک خارجی، تکفیری بدعتی جتنا علماء حق سے نفرت کرتا ہے اتنا کفار بھی نہیں کرتے، ان کی رگوں میں علماء حق کا بغض دوڑ رہا ہوتا ہے اور ان کی زبانیں علماء حق کے خلاف شعلے اگل رہی ہوتی ہیں، تکفیری اپنے منہج کی طرف بلانے سے زیادہ عوام کو علماء حق سے دور کرنے کے لیے محنت کرتے ہیں بلکہ ان کی دعوت کا آغاز ہی علماء حق کی تکفیر وتضلیل سے ہوتا ہے کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ انہیں علماء حق کے پاس ان کے سحر کا توڑ اور ان کے زہر کا تریاق ہے، ان علماء کو راستے سے ہٹائے بغیر ان کے لیے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنا ممکن نہیں۔

ہمارے دور میں مساجد کے ائمہ بالخصوص اس فتنے کی سرکوبی میں اہم رول ادا کرسکتے ہیں، ایک مسجد کا امام محض نمازوں کا امام نہیں ہوتا بلکہ وہ دینی، عقدی اور منہجی امور میں اپنے مصلیین کی قیادت کرتا ہے، اس لیے کسی مسجد کے نمازیوں کے منہج وعقیدہ پر ان کی مسجد کے امام کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے اگر واقعتاً وہ امام عقیدہ ومنہج کی تربیت کے معاملہ میں سرگرم اور سنجیدہ ہے تو۔

ذیل میں ہم ائمہ مساجد کی خدمت میں چند گزارشات رکھتے ہیں جن پر عمل ان شاء اللہ تکفیر کے فتنے کی سرکوبی کے لیے معاون ہوگا۔

1) سب سے پہلے تو امام خود بھی تکفیری روش سے باز رہیں، اپنی تحریر وتقریر کو تکفیری لہجے سے پاک رکھیں۔

2) امام مسجد کو یہ چاہیے کہ اس کی ذمہ داری محض پنجوقتہ نمازوں میں امامت اور خطبہ جمعہ کی نہیں، بلکہ وہ اس امت کا امین اور اپنے مصلیان اور سامعین کی ہر طرح کی تربیت کا ذمہ دار ہے، اس کی حیثیت نائب رسول ﷺ کی ہے اور اس کو پورے اخلاص کے ساتھ اس نیابت کا حق ادا کرنا ہے، اور نیابت کے حقوق میں سب سے اہم حق منہجی اور عقدی تربیت کا ہے۔

3) فتنے ہر دور میں نام اور رنگ بدل کر آتے ہیں، جب یہ فتنے چلے جاتے ہیں تو بہت لوگ ان کو پہچان جاتے ہیں لیکن جب وہ آرہے ہوتے ہیں تو ان کو پہچاننے والے صرف علماء ہوتے ہیں، اس لیے وقت کے فتنوں سے آگاہی کے لیے مسلسل کبار علماء سے رابطے میں رہیں، ان کی کتابوں اور دروس سے استفادہ کرتے رہیں، اور ان کی کتابوں اور دروس کی روشنی ہی میں اپنے خطبات اور دروس تیار کریں۔

4) اپنی مسجد کے نمازیوں کو مسلسل علماء حق کی عظمت کا احساس دلائیں اور ان سے جڑے رہنے کی تلقین کریں، ان کو بتائیں کہ فتنے کے دور میں امت کے علماء حق ہی اس امت کے محافظ ہیں، گمراہیوں کے سیلاب میں علماء حق کشتی نوح کے مانند ہیں، جو ان پر سوار ہوگا وہی نجات پاسکے گا، اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے زمانے میں علماء سے چمٹے رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

5) اپنے دور کے کبار علماء کا اپنی مسجد کے نمازیوں سے تعارف کرائیں اور ان کی تحریر وتقریر سے استفادے پر ابھاریں۔ بالخصوص وہ علماء جو اس دور کے فتنوں کا مقابلے میں سینہ سپر ہیں ان سے اپنے مصلیان اور سامعین کو جوڑیں۔

6) کبار علماء کے دروس کا انعقاد اپنی مسجدوں میں کرائیں، اپنے پرگراموں میں ان کو مدعو کریں تاکہ عوام کو ان سے مل کر گفتگو کرنے، شبہات کا جواب جاننے اور مسائل حل کرنے کا موقع ملے۔

7) تکفیر کے فتنے کی سنگینی کو وقتا فوقتا اپنی گفتگو کا موضوع بناتے رہیں۔ اس ضمن میں وارد احادیث وآثار کی شرح اپنے نماز بعد کے صباحی مسائی دروس میں کریں۔ ایک دو دروس پر اکتفاء کرنے کے لیے بجائے اس موضوع پر سلسلہ وار گفتگو کریں۔

8) عوام کو تکفیر سے روکیں، ان کے ذہن میں یہ بات ڈالیں کہ ایک کلمہ گو مسلمان کو اسلام سے خارج کرنا بڑا سنگین مسئلہ ہے، کسی عام آدمی کے لیے جس کو تکفیر کے اصول وضوابط کا گہرائی سے علم نہ ہو اس نازک مسئلے میں ہاتھ ڈالنا جائز ہی نہیں، لہٰذا یہ کام اس کے اہل علماء کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اپنے ایمان وعمل کو ایک مسلمان کی تکفیر کر کے رسک پر نہیں لگانا چاہیے۔

9) نواقض اسلام کو اپنے خطبات اور دروس کا موضوع بنائیں، تکفیر کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے نواقض اسلام کا علم بہت موثر ہے، کیونکہ تکفیر کے فتنے کے شکار اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں جو ان امور سے واقف ہی نہیں ہوتے جن کی بنیاد پر ایک مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے تو بعض مرتبہ وہ کسی فروعی اختلاف کی بنیاد پر ایک مسلمان پر کافر ہونے کا حکم لگادیتے ہیں۔

10) عوام کو اس بات سے آگاہ کریں کہ ہر وہ عمل جس کو نصوص میں کفر کہا گیا ہے اس کا مرتکب اسلام سے خارج نہیں ہوجاتا ہے، اس لیے علماء نے کفر کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: **كفر يخرج عن الملة**، اور **كفر لا يخرج عن الملة**۔ جس کو کفر عملی اور کفر اعتقادی بھی کہا جاتا ہے۔

بعض اعمال کو احادیث میں کفر کہا گیا ہے لیکن ان کے مرتکب کو دیگر نصوص میں مومن قرار دیا گیا ہے۔ مثلا احادیث میں مسلمان سے قتال کو کفر کہا گیا ہے، لیکن قرآن میں قتال کرنے والے دو گروہوں کو اللہ نے مومن قرار دیا ہے۔ بلکہ مسلمان مقتول کو مسلمان قاتل کا بھائی کہا گیا ہے، یعنی قتل کے بعد بھی اسلامی اخوت کا یہ رشتہ نہیں ٹوٹتا۔

اس لیے علماء ایسے اعمال کے لیے "کفر دون کفر" کی تعبیر استعمال کرتے ہیں۔ یعنی ایسا کفر جو کفر اکبر کے علاوہ ہے۔

11) عوام کو اس بات سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے کہ کفر اکبر کا مرتکب بھی ہر حال میں کافر نہیں ہوتا، اس لیے علماء نے قاعدہ بتایا ہے۔"**ليس كل من وقع في الكفر وقع الكفر عليه**"یعنی ہر کفر کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

12) عوام کو اس اصول سے آگاہ کریں کہ کسی فعل پر کفر کا حکم لگانا اور اس کے کرنے والے پر کفر کا حکم لگانا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ قاعدہ ہے "**الحكم على الفعل شيء، والحكم على الفاعل شيء آخر**"یعنی فعل پر حکم لگانا الگ شئی اور فاعل پر حکم لگانا الگ شئی۔

مطلق تکفیر اور معین تکفیر میں فرق کیا جاتا ہے، یعنی مطلق کسی عمل کے کرنے والے کے بارے میں یہ کہنا کہ ایسا کرنے والا کافر ہے اور متعین ایک شخص کے بارے میں حکم لگانا کہ اس عمل کے ارتکاب کی وجہ سے یہ کافر ہوگیا اس کے ضوابط زیادہ سخت ہیں جو علماء نے تکفیر کے اصول وضوابط پر لکھی گئی کتابوں میں درج کیے ہیں۔

13) علماء نے کسی کلمہ گو کو کافر قرار دینے کے لیے جو شرطیں ذکر کی ہیں شیخ ابن عثیمین نے اس کا خلاصہ بہترین کیا ہے، فرماتے ہیں:

ولا بد في التكفير من شروط أربعة:

الأول:ثبوت أن هذا القول أو الفعل أو الترك كفر بمقتضى دلالة الكتاب أو السنة.

الثاني:ثبوت قيامه بالمكلف.

الثالث:بلوغ الحجة.

الرابع:انتفاء مانع التكفير في حقه.

مجموع فتاوى ورسائل العثيمين (3/ 52)

تکفیر کی چار شرطیں ہیں۔

پہلی: جس قول یا عمل یا ترک کی وجہ سے تکفیر کی جارہی ہے اس کا کفر (مخرج عن الملۃ) ہونے کا ثبوت ہونا چاہیے قرآن وسنت سے

دوسری: مکلف سے اس کے صدور کا ثبوت ہونا چاہیے

تیسری: حجت قائم کی گئی ہے۔

چوتھی: تکفیر کے موانع (رکاوٹوں) میں سے کوئی مانع نہ پایا جارہا ہو۔

یہ ان اصول وضوابط کا خلاصہ ہے جو علماء نے تکفیر کے باب میں بیان کیے ہیں، ان شرائط کی جزئی تفصیلات بہت طویل ہیں، بالخصوص موانع تکفیر کا باب بہت وسیع ہے۔

14) تکفیر کے اصول وضوابط پر لکھی گئی کتابیں مطالعے میں رکھیں، پچھلی چند دہائیوں میں علماء عرب نے بالخصوص اس موضوع پر بہت کام کیا ہے، تکفیر کے ایک ایک مانع پر مستقل تصانیف موجود ہیں، اور مختلف شخصیتوں کے منہج تکفیر پر بھی مقالات لکھے گئے ہیں۔ اس موضوع پر دکتور سعید بن علی القحطانی کی"**قضية التكفير بين أهل السنة وفرق الضلال في ضوء الكتاب والسُّنَّة**" جامع اور مختصر ہے۔ جس کا اردو ترجمہ شیخ عنایت اللہ مدنی کی قلم سے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے شائع ہوا ہے۔

15) اہل بدعات کر رد کریں اور ان کے رد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں لیکن رد کے ساتھ ہی ایسے اہل بدعات جن کی مطلق تکفیر نہیں کی گئی ان کی تکفیر سے بچنے کی تلقین بھی کریں۔

16) فقہی اختلاف کے اسباب بیان کرتے رہا کریں، اس سے لوگوں کو فقہی مسائل میں امت میں جو توسع ہے اس کی سمجھ آئے گی۔ ورنہ عوام چھوٹے چھوٹے فقہی اختلاف کو بھی رسول

کی مخالفت کا عنوان بنا کر تکفیر شروع کر دیتے ہیں، ہندوستان میں تکفیریوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ان تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے جو رکوع کے بعد ہاتھ نہیں باندھتے، ایسے لوگ فقہی اختلاف کو ولاء براء کا مسئلہ سمجھنے لگتے ہیں۔

17) مسلمانوں کے حقوق، اتحاد کی اہمیت، تفرقے کی مذمت کو دروس کا موضوع بنائیں، ایک مسلمان سے محبت کا جذبہ دلوں میں پیدا کریں، اس سے تکفیری مزاج کا علاج ہوگا، کیونکہ تکفیری مسلمان سے جتنی نفرت کرتا ہے اتنا کسی کافر اصلی سے بھی نہیں کرتا۔ اس کے دل میں کافر کے لیے ہمدردی ہوسکتی ہے لیکن مسلمان پر رحم نہیں کھاتا۔

ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک معتزلی کسی خارجی کے ہاتھوں میں آ گیا، معتزلی سے اس خارجی نے پوچھا تم کون ہو، اس معتزلی نے کہا "مشرک مستجیر" میں ایک مشرک ہوں جو پناہ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَـٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُۥ﴾ [التوبہ:٦] ''اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں''۔

یہ حیلہ اس معتزلی نے اس لیے اختیار کیا کہ اسے پتہ تھا کہ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تو یہ خارجی اسے قتل کر دیتا۔

18) جاہل داعیوں، بدعتی مبلغین اور فتنہ پرور مقررین کو مسجد کے منبر و محراب سے دور رکھیں، امت میں تکفیر کا فتنہ انہیں لوگوں سے پھیلتا ہے۔

19) نا اہل بردرز کو دروس اور خطابات کا موقع نہ دیں، بہت سارے فتنوں سمیت تکفیر کا فتنہ پھیلانے میں بھی بردرز کا رول بہت اہم ہے۔

20) گمراہ دعاۃ اور جماعتوں کے فتنوں سے عوام کو آگاہ کرتے رہیں اور ان سے بچنے کی تلقین کریں، بلکہ گمراہ جماعتوں اور شخصیات کا نام لے کر ان کا رد کریں، علماء نے لکھا ہے کہ گمراہ دعاۃ کی نشاندہی بھی نہی عن المنکر کے تقاضوں میں سے ایک تقاضہ ہے۔

21) تکفیر سے متعلق بعض اصولوں سے خود بھی آگاہ رہنا ضروری ہے اور سامعین کا بھی آگاہ رکھنا لازم ہے۔

مثلا: **لازم القول ليس بالقول** یعنی کسی کے قول کا لازم اس کا قول نہیں ہوتا۔

نحن نحكم بالظواهر والله يتولى السرائر یعنی ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور سرائر اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔

لا يجوز تكفير مسلم بمجرد الشك محض شک کی بنیاد پر کسی کی تکفیر جائز نہیں۔

من ثبت إسلامه بيقين فلا يزول عنه إلا بيقين یعنی جس کا اسلام لا نا یقین سے ثابت ہو اس کو اسلام سے خارج بھی یقین کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح نص کے انکار اور نص سے متعلق کسی خاص شخص کے فہم کا انکار دو الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں۔

22) نوجوانوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں کیونکہ بالعموم تکفیری فتنے کا شکار نوجوان طبقہ ہی ہوتا ہے۔

اللہ ہم سب کو ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور ان کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

شعور وآگہی

فتنۂ ارتداد اور ائمہ مساجد کی ذمہ داریاں

ابواحمد محمد ارشد سکراوی (ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ممبرا)

دین اسلام اللہ تعالی کی عظیم نعمت اور سب سے محبوب وپسندیدہ دین ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ﴾ [آل عمران:۱۹] بلا شبہ حقیقی دین اللہ کے یہاں اسلام ہی ہے۔ انسانیت کی نجات اور کامیابی کے لئے دین اسلام ہی اللہ کے یہاں قابل قبول ہے، اسلام آنے کے بعد دوسرے ادیان ومذاہب اللہ تعالی کے نزدیک باطل ہیں، جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ﴾ [آل عمران:۸۵] اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

اسلام اللہ تعالی کا بھیجا ہوا آخری دین ہے، جس میں دنیا وآخرت کی کامیابی اور سعادت مندی کا راز پنہاں ہے، دین اسلام ہی ایک واحد دین ہے جو ساری انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہے، اس کے سوا تمام ادیان ومذاہب شریعت محمدی کے ذریعہ منسوخ اور ہمیشہ کے لئے غیر معتبر قرار پا چکے ہیں، اللہ تعالی کے نزدیک آخری دین اسلام ہے اور اس کے سوا سب باطل اور کفر ہیں، دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرے ادیان ومذاہب کو اختیار کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے، جس کی بنا پر انسان ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم کا مستحق بن جاتا ہے، ایک سچا مسلمان دین وایمان کی حفاظت کی خاطر دنیا کی ہر قیمتی شیء قربان کرسکتا ہے، پر متاع دین وایمان کو کسی قیمت پر ضائع نہیں ہونے دے سکتا ہے، اس وقت ہمارا سماج ومعاشرہ مختلف طرح کے فتنوں سے گھرا ہوا ہے، رہ رہ کر کئی طرح کے فتنے سر اٹھا رہے ہیں، بلکہ یہ دور ہی درحقیقت فتنوں کے ظہور کا دور ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الفِتَنْ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"۔ (مسلم:۲۸۶۷)

موجودہ حالات کے فتنوں میں سے ایک سنگین اور ہلاکت خیز فتنہ ارتداد اور اپنے دین وایمان سے پھر جانے کا فتنہ ہے۔

ارتداد کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم:

ارتداد کے لغوی معنی ہیں: پلٹ جانا، پھر جانا، واپس ہونا۔ "إرتد: تحوّل ورَجَعَ، ومنه الرِّدَّة عن الإسلام، أى: الرجوع أو التحول عنه، وارتدَّ فلان عن دِينه: إذا كفر بعد اسلامِه" (لسان العرب:۱۵۳/۴، تہذیب اللغۃ: ۱۹۶/۶، تاج العروس: ۹۰/۸) اسی سے ہے: "الردة عن الاسلام" اسلام سے پلٹ جانا، پھر جانا، جب آدمی اسلام قبول

کرنے کے بعد اس سے پھر جائے تو کہا جاتا ہے: **"ارتدَّ فلان عن دِينِهِ"** ''کہ آدمی اپنے دین سے پھر گیا'' جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ﴾ [آل عمران: ۱۴۹] وہ (کفار) تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹا دیں گے،، اور فرمایا: ﴿يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَـٰنِكُمْ﴾ [البقرہ: ۱۰۹] ''تم کو ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں''۔

☆ علامہ راغب الاصفہانی رحمہ اللہ (متوفی: ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں: **"الارتداد و الرِّدَّہ : الرجوع فی الطريق الذی جاء منه"** (المفردات: ۱/ ۱۹۲) ارتداد کا معنی ہے: جس راستے سے آیا ہے اسی سے لوٹ جانا۔

☆ اصطلاحی وشرعی حیثیت سے ارتداد کا مفہوم یہ ہے کہ: ایک کلمہ گو مسلمان مرد وعورت کا اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لینا، فقہاء کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ: **"قطْعُ الإسلامِ بنيّة أو قولِ كفرأو فِعل ،سَواء قالَهُ استِهزَاء أو عِنادا أو اعتقادا"** (منہاج الطالبین: ۱/ ۲۹۳) ''کفریہ نیت یا کفریہ قول وفعل کے ذریعہ اسلام کو توڑ دینا، ایسا کہنا استہزاء ومذاق کے طور پر ہو یا عناد ودشمنی میں ہو یا اعتقادی طور پر ہو''۔

☆ قولی وفعلی اور اعتقادی طور پر ارتداد کی متعدد شکلیں ہیں، جیسے: فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اس کی وحدانیت وربوبیت کا انکار کرے، یا کسی کو اللہ تعالی کا بیٹا قرار دے، یا کسی دیوی دیوتا، سورج چاند کا سجدہ کرے، یا صفات باری تعالی میں سے کسی ثابت شدہ صفت کا انکار کرے، یا اس کی نازل کردہ کتابوں اور رسولوں میں سے کسی رسول کی تکذیب کرے، یا اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے اور استہزاء واہانت کرے، یا شریعت کے کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دے، یا کسی شرعی واجب کا انکار کرے، نبوت کا دعوی کرتا ہو یا کسی مدعی نبوت کی تصدیق کرے، یا دین کے کسی حکم کا استہزاء ومذاق اڑائے، مرنے کے بعد کی زندگی، حساب وکتاب، اور جنت وجہنم کا انکار کرے، یا استخفاف وگستاخی کرتے ہوئے مصحف قرآنی یا اس کے اجزاء کو کسی گندگی سے آلودہ کرے یا جلا کر بے حرمتی کا ارتکاب کرے، تو ایسا شخص شرعا اسلام سے خارج اور مرتد قرار پائے گا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، اور مختار ہو، (تفصیل کے لئے: زاد المستقنع: ۱/ ۲۲۴، منہاج الطالبین: ۱/ ۲۹۳)

اسی لئے مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے: **"ألذی يكفر بعد اسلامه نطقا ، أو اعتقادا ، أو شكا ، أو فعلا"**۔ (کشاف القناع: ۶/ ۱۶۷) ''جو اسلام لانے کے بعد زبانی یا اعتقادی طور پر کفر اختیار کرے یا اسلام کے بارے میں شک وتردد کرے یا کفریہ فعل کا ارتکاب کرے۔ اس سے ارتداد لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم بآسانی سمجھا جا سکتا ہے''۔

ارتداد کی تباہی وسنگینی کتاب وسنت کی نظر میں:

اسلام کی نظر میں ارتداد ایک سنگین جرم ہے، سماج ومعاشرہ کی حفاظت، اسلامی بنیادوں کی سلامتی واستحکام اور مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور اس کے روک تھام کے لئے اسلام نے حکمت ومصلحت پر مبنی بڑا ہی سخت موقف اختیار کیا ہے، اللہ

تعالی نے متعدد آیات میں ارتداد کی سنگینی ،اس کے برے اثرات، دنیا وآخرت میں بدترین نتائج کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾[البقرہ:۲۱۷] ”اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے، یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے“۔

امام قرطبی رحمہ اللہ: اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جو شخص اسلام سے کفر کی طرف پلٹ جائے اور حالت کفر میں وفات پائے، تو اس کے سارے اعمال اور نیکیاں برباد ہو جائیں گے۔

مزید لکھتے ہیں: ”وفِي هَذِهِ الْآيَةِ تهْدِيد لِلمسْلِمين لِيثْبُتُوا على دِينِ الإسْلاَمِ“ (تفسیر القرطبی: فی تفسیر الآیۃ) ”اس آیت میں مسلمانوں کے لئے سخت قسم کی تہدید ہے تاکہ وہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں“۔

علامہ نیسا پوری رحمہ اللہ (متوفی: ۸۵۰ھ) ”فی الدنیا والآخرۃ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: دنیوی حیثیت سے ارتداد کی بنا پر اس سے قتال کیا جائے گا، اسلامی تعلقات وموالات ختم ہو جائیں گے، اس کی بیوی نکاح سے جدا ہو جائے گی، میراث سے محروم کر دیا جائے گا۔ (غرائب القرآن: ۲/۳۱۸)

جس طرح اسلام قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح کفر وارتداد اختیار کرنے سے پہلے کی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں، الا یہ کہ پھر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے، جس نے بھی کسی دنیاوی مفاد کے تحت کفر کو اختیار کر لیا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہا تو اس کی شناعت و بدبختی اصلی کافر سے بھی بڑھ جاتی ہے، لہٰذا مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ﴾[المائدہ:۵۴] ”اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) عنقریب اللہ ایسے لوگ لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھتا ہو اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں“۔

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مرتد ہونے والوں کے بارے میں آپ کی زندگی ہی میں خبردار کر دیا گیا جب کہ یہ معاملہ غیب کا تھا، جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا، امام ابن اسحاقؒ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو تین مسجدوں کو چھوڑ کر عرب کے بہت سے قبائل مرد ہو گئے، مسجد نبوی، مسجد حرام، اور جواثی بستی کی مسجد کے لوگ، اور ان مرتدین میں دو طرح کے لوگ تھے: ایک وہ جنہوں نے پوری طرح اسلام سے خروج اختیار کر لیا تھا، دوسرے وہ جو ارکان اسلام اور وجوب زکاۃ کا اعتراف کرتے تھے مگر کہتے تھے کہ ہم نماز روزہ ادا کریں گے لیکن زکاۃ نہیں دیں گے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں سے قتال کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے

ساتھ اسلامی فوج بھیج کر ان کی سرکوبی فرمائی،، (تفسیر قرطبی: فی تفسیر الآیۃ:۶/۲۱۹) مرتدین کی سب سے پہلی جماعت بنوحنیفہ کے مدعی نبوت مسیلمہ الکذاب اوراس کے ماننے والوں کی تھی،

امام حسن بصری رحمہ اللہ: ''يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ'' کے بارے میں کہتے ہیں: ''هو وَ اللهِ أبو بكر وأصحابه'' (ابن کثیر:۳/۱۲۳) ''اللہ کی قسم! اس سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی مراد ہیں'' جنہوں نے مرتدین سے قتال میں حصہ لیا تھا۔

کفر وارتداد کی سنگینی بیان کرتے ایک اور جگہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ءَامَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ٱزْدَادُواْ كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ ٱللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾ [النساء:۱۳۷] ''بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، اور نہ ہی انہیں سیدھی راہ دکھائے گا''۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ان سے مراد منافقین اور مرتدین کا گروہ ہے، جو ہر وقت مذبذب ہی رہتے کہ جس طرف کا پلہ بھاری نظر آئے اس میں شامل ہو جائیں، ایسے لوگ ہوا کا رخ دیکھتے، حالات کا جائزہ لے کر اپنی خواہش نفس کے پیروکار ہوتے ہیں، اور جتنی دفعہ بھی ہوا کا رخ بدلے اتنی دفعہ ہی ان کا ایمان اور کفر بدلتا رہتا ہے، ایسے ایمان کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا لہذا ان پر کفر ہی کی چھاپ مضبوط ہوتی جاتی ہے، اور کفر میں بڑھتے چلے جانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ خود تو کافر ہی ہیں دوسروں کو بھی کافر بنانے کے لئے اور اسلام کی راہ روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی''۔ (تیسیر القرآن:۱/۴۷۴)

احادیث صحیحہ میں بھی ارتداد کی شناعت وبدبختی کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان شخص کا خون حلال نہیں ہوسکتا جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں یعنی: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، سوائے تین چیزوں کے، شادی شدہ ہوکر زنا کرے، (تو اسے رجم کیا جائے گا) کسی کو قتل کردے تو بدلے میں قصاصا قتل کیا جائیگا، اور ایسا شخص جو دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے اور مسلمانوں کی جماعت سے علاحدگی اختیار کرلے''۔ (صحیح مسلم:۱۶۷۶)

امام نووی رحمہ اللہ (متوفی:۶۷۶ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''**فهو عام في كل مرتد عن الإسلام بأي ردة كانت ،فيجب قتله إن لم يرجع إلى الاسلام**'' (شرح مسلم للنووی:۶/۱۶۶) یہ اسلام سے پھر جانے والے ہر مرتد کے لئے عام ہے، اس کا ارتداد جس نوعیت کا بھی ہو، پس اگر وہ اسلام کی طرف واپس نہیں پلٹتا تو اس کا قتل واجب ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (متوفی:۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: ''**التارك لدينه**'' سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ارتداد کا جرم مرتد کے قتل کو واجب کردیتا ہے، اس کا کفر جس نوعیت کا بھی ہو، (وہ عیسائیت ویہودیت جیسے محرف ومنسوخ دین کو قبول کرے، یا

مجوسیت، بدھ ازم اور ہندو مذہب قبول کرے) اور جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے جس سے کفر وارتداد کی بنا پر علاحدگی اختیار کرنا ہے، (نیل الاوطار: ۷/۷) اور اس کی مزید تشریح علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے: **العده على أحكام الأحكام :۲۹۹/۴)** میں ذکر کیا ہے۔

کتاب وسنت کے واضح نصوص اور صحابہ وتابعین کے آثار ومرویات، اور جمہور اسلاف امت کی تشریحات وصراحت کے باوجود بعض مغرب زدہ مفکرین نے فتنۂ ارتداد کی سنگینی کو بالکل معمولی بنا کر پیش کرنے کی جسارت کی ہے، اس قدر حساس اور بنیادی مسئلے میں عقلی گھوڑا دوڑا کر امت کے ایمان وعقیدے سے کھلواڑ کرنے کی جرأت کی ہے، شریعت کے مسلمات اور اس کے حدود وتعزیرات کو زمان ومکان اور حالات وظروف کے لحاظ سے بدل دینے کی ناروا کوشش کرتے ہوئے استاذ جمال البنا کہتے ہیں: "**التحول من الاسلام إلى المسيحية أو اليهودية ليس خروجا من الايمان الى الكفر وأن الاسلام لم ينسخ أيا من الديانتين ، لكنه اشترط أن يظل المتحول معترفا بالاسلام كدين سماوى وبرسوله ﷺ**"۔ (بحوالہ: التبیان فی بیان حکم المرتد فی الاسلام، لسوہاجی: ۵) اسلام چھوڑ کر یہودیت ومسیحیت قبول کر لینا ایمان سے کفر کی طرف خروج کرنا نہیں ہے، اور نہ ہی اسلام نے ان دونوں مذاہب میں سے کسی کو منسوخ کیا ہے، بشرط یہ کہ دھرم بدلنے والا اسلام کو ایک آسمانی دین کی طرح تسلیم کرتا ہو، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلیم کرتا ہو۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ کہتے ہیں: ''کہ جو شخص اسلام سے نکل کر یہودیت ومسیحیت کو اختیار کر لے تو ایمان سے نہیں نکلتا ہے، کیونکہ وہ ایک سماوی دین سے دوسرے آسمانی دین کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور سب کی دعوت اللہ پر ایمان کی ہے''۔ (حوالہ سابق)

اسی طرح دکتور علی جمعہ جو مصر کے مفتی ہیں کہتے ہیں: اللہ تعالی نے انسان کو کسی بھی دین کے اختیار کرنے کا حق دیا ہے اس پر جبر واکراہ نہیں کیا جا سکتا، اسلامی تاریخ میں مرتد کو دنیاوی سزا اس وقت دی گئی ہے جب وہ دین سے پھر جانے کے ساتھ سماج کی تخریب اور اس کی بنیادوں کو بھی ڈھا دینے کی کوشش کرے،،۔ (حوالہ سابق)

دکتور حسن الترابی کہتے ہیں: کسی مسلمان کا اسلام سے خروج کرنا یا اس میں باقی رہنا اس کا شخصی مسئلہ ہے، بشرط یہ کہ وہ ہمارے مشترکہ نظام میں خلل وفساد نہ ڈالے،....مزید لکھتے ہیں: کسی بھی ملک میں جیسے ایک عیسائی کو اپنا دین بدلنے کا حق ہے اسی طرح ایک مسلمان کے لئے بھی ایسا کرنا جائز ہے، (حوالہ سابق) اسی طرح کی گمراہ کن باتیں غلام احمد پرویز جیسے عقلانیت پرست نے بھی لکھا ہے: ارتداد جرم ہی نہیں تو سزا کیسی؟/قتل مرتد، ص: ۳۷)

☆اسلام نے جرم ارتداد کے لئے جو سخت تیور اختیار کئے ہیں وہ دوسرے ادیان ومذاہب کے اثر ورسوخ اور خاص کر مسیحیت کے تبلیغی مشن پر کاری ضرب لگاتا ہے، اس قسم کے منحرف افکار در اصل تجدد پسندی، عقل پرستی، مرعوبیت اور فکری گمرہی کے سبب پیدا ہوتا ہے، اور یہ ایسے ہی حلقوں میں مقبول ہوتا ہے جن کے دلوں سے کتاب وسنت کی بالا دستی واحترام ختم

ہوجاتا ہے، قرآن وسنت نے حدود وتعزیرات اور ارتداد کے مختلف پہلوؤں کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کسی بھی شخص کو جبر واکراہ کی بنیاد پر دین میں داخل نہیں کیا جاسکتا، ہر شخص کو فکر ونظر اور عقیدہ ومذہب کی آزادی حاصل ہے، اس باب میں دنیا کا کوئی معاشرۃ اتنی وسعت وفراخ دلی کا مظاہرہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی مذہب اسلام سے بہتر ضابطہ حیات پیش کرسکتا ہے، انسان کی مذہبی آزادی کو اسلام نے بڑے کھلے دل کے ساتھ تسلیم کیا ہے کہ مذہب کے اختیار کرنے پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے، یہ محض ایک اختیاری یا توفیقی امر ہے: ﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ﴾[البقرہ:۲۵۶] ’’دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہوچکی ہے‘‘۔اور فرمایا: ﴿فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡۚ﴾[الکہف:۲۹] ’’اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے‘‘۔ البتہ عملی طور پر اسلام حق اور سچائی کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، اپنی دعوت کو مضبوط دلائل سے ثابت کرتا ہے، پھر جب کوئی شخص اپنی خوشی سے اسلام کو قبول کرلیتا ہے تو وہ اسلامی نظام اور معاشرے کا حصہ بن جاتا ہے، جس پر کچھ حد بندیاں عائد کی جاتی ہیں، اسے کئی طرح کی ذمہ داریوں کا پابند کیا جاتا ہے، اب وہ پہلے جیسا شتر بے مہار نہیں رہ جاتا، بلکہ جس سماج کا حصہ بنتا ہے اس کے امن وامان کو برباد کرنے والی ہر حرکت پر سزا کا مستحق قرار پاتا ہے، لہٰذا اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے پھر جانے کو سنگین جرم مانا جاتا ہے، کیونکہ ارتداد ایک طرح کا نقض عہد اور دینی وسماجی غداری ہے، یہ ایک ایسا فعل ہے جو بدترین اخلاقی جرم ہونے کے ساتھ معاشرہ کے امن وامان میں خلل اندازی اور اسلامی عقائد ونظریات کی توہین کا باعث بنتا ہے، حتی کہ اس سے صرف مرتد کے متعلقین متاثر نہیں ہوتے بلکہ پورا مسلم معاشرۃ اضطراب وبے چینی میں مبتلا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے افراد امت پر شبہات وتردد کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اصل حقیقت یہ ہے کہ ارتداد کا بدترین عمل ہی اسلام کے خلاف نفرت وحقارت کا اعلان ہے جسے مرتد ہونے والے کے رویہ اور کردار سے سمجھا جاسکتا ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا سبب بنتا ہے، جس کی روک تھام کے لئے مذہب اسلام اپنے اختیار کردہ موقف میں بالکل حق بجانب ہے، اسی لئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ’’مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ‘‘ (صحیح بخاری:۳۰۱۷) ’’جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین قبول کرے اسے قتل کردو‘‘۔

ارتداد کے بنیادی اسباب ووجوہات:

۱) اسلام دشمنوں کے فریب اور چالوں سے عدم واقفیت:

اسلام دشمن عناصر کی ہمیشہ یہ دلی خواہش اور کوشش رہی ہے کہ کسی بھی طرح سے مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دیں، جس کے لئے وہ مختلف طرح کا ہتھکنڈہ استعمال کرتے آئے ہیں، یہود مدینہ نے مسلمانوں کو اپنے دین سے برگشتہ کرنے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا تھا، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ ءَامِنُواْ بِٱلَّذِيٓ أُنزِلَ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَجۡهَ ٱلنَّهَارِ

وَأَكْفُرُوٓاْ ءَاخِرَهُۥ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ﴾[آل عمران: ۷۲]"اور اہل کتاب کی ایک جماعت نے کہا کہ جو کچھ ایمان والوں پر اتارا گیا ہے اس پر دن چڑھے تو ایمان لاؤ اور شام کے وقت کافر بن جاؤ تاکہ یہ لوگ بھی پلٹ جائیں"۔

امام سدّی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: یہودی علماء واحبار کی ایک جماعت نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ دن کے شروع میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں داخل ہوجاؤ اور کہو کہ ہم شہادت دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق اور سچے ہیں، اور شام ہوتے ہوتے پھر جاؤ، اور کہو کہ ہم نے اپنے علماء سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ محمد جھوٹے ہیں، اور تم لوگ کسی دین پر نہیں ہو، اس لئے ہم اپنے دین کی طرف پلٹ آئے جو تمہارے دین سے بہتر ہے، تو مسلمان شک میں پڑ جائیں گے، اور کہیں گے کہ ان کے پھر جانے کی کوئی تو وجہ ہوگی، پس اللہ تعالی نے اپنے رسول کو خبر دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی،، (تفسیر طبری: ۵/۴۹۶)

۲) دین وایمان کی کمزوری:

جب آدمی اپنے ایمان وعقیدے کو علم ویقین کی روشنی میں سیکھتا ہے، تو اس کا ایمان مضبوط و مستحکم ہوتا ہے، کوئی بھی سختی وآزمائش اسے پھیر نہیں سکتی ہے، بادشاہ ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا:" **هَلْ يَرتَدُّ أحَدمِنهُم عَنْ دِينِهِ بَعدَ أنْ يَدْخُلَ فِيه سَخْطَةَ لَهُ، فزَعمْتَ أنْ لاَ ، وكذلك الإيمانُ إذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ**"۔ (بخاری: ۲۹۴۱، مسلم: ۱۷۷۳) کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں کوئی مرتد بھی ہوجاتا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا: نہیں، (جس پر ہرقل نے کہا) ایمان کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے جب وہ دلوں میں رچ بس جائے۔ جس پر صحابہ کرام کی جانی ومالی قربانی شاہد ہیں، عموما ارتداد کا شکار ہونے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کا ایمان انتہائی کمزور ہوتا ہے، ان کا یقین اللہ اور یوم آخرت پر متزلزل ہوتا ہے، ایمان وعقیدے پر اپنے بچوں کی مضبوط تربیت وفکرمندی ہی اس سنگین فتنے سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غزوہ احد میں جو مسلمان عبداللہ بن اُبَی منافق کے پروپیگنڈے اور فتنے کا شکار ہوئے ان کا ایمان بہت کمزور تھا، وہ سچے پکے مومن نہ تھے، اور یہی حال ہمارے زمانے کے اکثر مسلمانوں کا ہے،، (الفتاوی: ۷/۲۸۱)

۳) مخلوط تعلیم اور نئی نسل کی بے راہ روی:

نئی نسل کی بے راہ روی اور اپنے دین سے دوری فتنہ ارتداد کا ایک اہم سبب ہے، جس کے بہت سے اسباب وذرائع ہیں، ہمارے نوجوانوں کا غیر اسلامی کلچر اور تہذیب وثقافت سے مرعوب ہونا، غیر مسلم تہواروں اور مراسم میں شریک ہونا، کفر وشرک اور اسلام کے مابین مضبوط دیوار کو ڈھا دینے کا ذریعہ بنتا ہے، بے جا میل جول سے کفریہ اعمال کی شناعت دلوں سے ختم ہوجاتی ہے، اسلام اور کفر کی سرحدیں ٹوٹ جاتی ہیں، پھر آہستہ آہستہ نوجوان الحاد ودہریت کی رَو میں بہ جاتے ہیں، دوسری طرف ہمارے گھروں کا دینی ماحول اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اس گہوارے میں تربیت پانے والے بچے پر ایمان وعقیدہ اور اخلاق وتربیت کا کوئی گہرا چھاپ نہیں ہوتا، پھر اسکولوں اور

کالجوں کے تعلیمی مراحل میں دینی تربیت کا خلا پُر نہیں ہو پاتا، اس سے آگے نکل کر جب مسلمان بچے اور بچیاں اعلیٰ تعلیم کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں تو وہاں کے آزادانہ ماحول اور مخلوط نظام تعلیم کے برے اثرات سے اپنے آپ کو بچا نہیں پاتے، اعلیٰ تعلیم کے نام پر گرل فرینڈ، بوائے فرینڈ کے ساتھ کھلے عام گھومنا آج کے کلچر اور سماج میں ایک عام سی بات بن چکی ہے، آہستہ آہستہ مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی غیرت فنا ہوجاتی ہے اور ایمان وعقیدہ کی کمزور شعاعیں بجھتی چلی جاتی ہیں، غیروں کی بری صحبت کے نتیجے میں الحاد ودہریت کے گہرے سائے منڈلانے لگتے ہیں، نظریات بدلنے لگتے ہیں، سوچ وفکر میں تبدیلی پیدا ہونے لگتی ہے، پھر ہمارا نوجوان سیکولر بن جاتا ہے، بالآخر سوشل میڈیا کے خونی پنجے اپنی چپیٹ میں لے لیتے ہیں، مسلم بچیاں عشق ومحبت، اچھی سروس اور کامیابی کے سنہرے خواب کے جھانسے میں اپنے گھروں سے غیر مسلموں کے ساتھ فرار ہوکر ارتداد کا شکار ہوجاتی ہیں، پوری پلاننگ کے ساتھ مختلف طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرکے انہیں سبز باغ دکھایا جاتا ہے، پھر دھوکے سے عصمت فروشی اور جنسی جرائم میں ڈھکیل کر ان کی دین ودنیا تباہ کردی جاتی ہے، ہم آئے دن ایسی خبریں اخبارات اور سوشل میڈیا پر دیکھتے ہیں، آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم ایسے مخلوط سماج میں سانس لے رہے ہیں جہاں ہر قدم پر فکرمند اور بیدار رہنے کی سخت ضرورت ہے، صورت حال یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم لڑکی اپنی خوشی سے کسی مسلم نوجوان سے نکاح کرتی ہے تو اسے فوراً لو جہاد کا نام دیکر پورے ماحول کو خراب کرنے کی سازش کی جاتی ہے، جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی مسلم لڑکی کسی غیر مسلم کے ساتھ شادی کرتی ہے تو پولیس محکمہ اور عدلیہ تک کی جانب سے نرم پہلو اختیار کیا جاتا اور سیکورٹی مہیا کی جاتی ہے، جب کہ اسلام میں اس بات کی اجازت ہی نہیں ہے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم لڑکی سے نکاح کرے، یا لالچ دے کر کسی کا دھرم پریورتن کرایا جائے، اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے، ایسے حالات میں علماء وائمہ اور مختلف جماعتوں وتنظیموں کے قائدین کو مل بیٹھنے کی ضرورت ہے تاکہ فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے مضبوط لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

فتنہ ارتداد کی روک تھام میں ائمہ مساجد کی ذمہ داریاں:

مسجد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ ہے، اور مسجد کو آباد رکھنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، لہذ کئی حیثیت سے امام مسجد کا شرف ورتبہ اور اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے، امامت بہت ہی عظیم منصب ہے، جب ایک امام لوگوں کی امامت کی ذمہ داری سنبھالتا ہے، تو اس کے ساتھ ہی بہت ساری ذمہ داریاں اس کے کندھے پر عائد ہوجاتی ہیں، وہ صرف ڈیوٹی بجانے کا مکلف نہیں ہوتا بلکہ مصلیان مسجد اور پورے محلے کی تعلیم وتربیت کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، مسجد میں آنے جانے والوں کے دینی حالات سے آگاہی حاصل کرنا، وقت کے تقاضے اور ضرورت کے مطابق جمعہ کے خطبے کا انتخاب کرنا، صبح وشام کے دروس ومحاضرات کے ذریعہ لوگوں کے عقیدہ ومنہج کی پختگی اور اعمال کی درستگی پر مسلسل محنت کرنا، لوگوں میں دینی شعور وآگہی پیدا کرنا امام کی ذمہ

داریوں کا حصہ ہوتی ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ عموماً فتنوں کا شکار وہی لوگ ہوتے ہیں جو مسجدوں اور دینی مجلسوں سے دور ہوتے ہیں، نوجوانوں کو ہر طرح کے فتنوں سے بچا کر مسجد سے جوڑے رکھنا ایک تجربہ کار امام کا فرض ہوتا ہے، تاکہ زیغ وضلالت کا ڈسا ہوا علیم اللسان کسی بھی طرح سے انہیں اچک نہ سکے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " الإِمَامُ ضَامِن، والمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَن، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ ،وأَغْفِرْ لِلْمُؤَ ذِّنِين" (سنن الترمذی: ۲۰۷،صحیح) "امام اپنے مقتدیوں کا ضامن اورنگراں ومحافظ ہوتا ہے، اور مؤذن امانت سونپا گیا ہے، اے اللہ! ائمہ کرام کی صحیح رہنمائی فرما، اور موذنین کی مغفرت فرما"۔

امام اپنے مصلیوں کی نمازوں کا محافظ ہوتا ہے، قرأت وقیام میں، رکوع وسجود میں مصلیوں کی رعایت کرنا امام پر ضروری ہے، اسی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ نے امام کو ضامن، نگراں اور کفیل قرار دیا اور ان کے حق میں صحیح راستے پر قائم رہنے کی دعاء فرمائی، یہ اسی بنا پر ہے کہ جس شخص کے کندھے پر منصب امامت کا بار گراں اور ذمہ داریوں کا اتنا عظیم بوجھ ہو تو اسے ارشاد ورہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اچھی طرح اپنے فرض کو ادا کرسکے، علامہ الرحیلی حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں: "ان مسؤولية الإمام أعظم من مسؤولية المؤذن"۔ (شرف امام المسجد: ۱۷) امام کی مسؤلیت مؤذن کی ذمہ داریوں سے بڑھ کر ہے،، اور مسجد کا موذن وقت کی رعایت اور پابندی کرنے میں لوگوں کے نماز وروزے کا امین ہوتا ہے، وقت وقت پر لوگوں کو نماز کے لئے نداء دینا، وقت پر نماز کے لئے اقامت کہنا بڑی امانتداری کا کام ہے، جس کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے مؤذن کے حق میں مغفرت کی دعاء فرمائی،، دوسری روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص بارہ سال تک اذان کی ذمہ داری سنبھالے، تو "وجبَتْ لَه الجنَّة" تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے، ہر دن کے اذان اور اقامت کے بدلے ساٹھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اذان کے لئے تیس اور اقامت کے لئے تیس"۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸، صحیح)

اسی طرح الحمدللہ اکثر مساجد میں بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے مکاتب قائم ہیں، جو عموماً امام مسجد کی نگرانی میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں، اس طرح گویا قوم کے نونہالوں کا دینی مستقبل ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے، ہماری مخلصانہ کوششیں اس نوعیت کی ہونی چاہئے کہ مختصر وقت میں بچوں کو صحیح اسلامی عقیدہ، کلمہ توحید اور اس کے منافی اعمال کا علم ان کے دل ودماغ میں اس طرح اتار دیں کہ پوری زندگی کوئی متزلزل نہ کر سکے، ہماری یہی کوششیں ارتداد کی لہر کو دبانے اور اس کی جڑوں کو کاٹ دینے کا مضبوط ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے ذمہ داروں کی کوششوں کو قبول فرمائے، ممبئی جمعیت وجماعت کی حفاظت فرمائے، فتنہ ارتداد سے امت کے نوجوانوں اور بہن بیٹیوں کی حفاظت فرمائے، علماء وائمہ کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات ۔

دعوت وارشاد

دعوت اِلی اللہ کا نبوی منہج

مصطفی اجمل مدنی (استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ، ممبرا)

اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا انبیائی مشن ہے، اسی کے ساتھ یہ ایک نہایت اشرف وافضل عمل بھی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلٗا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ﴾ [فصلت:۳۳] ''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں''۔

دعوت اِلی اللہ کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم وبصیرت کی بنیاد پر دعوت کا کام کریں ورنہ اصلاح سے زیادہ افساد کا سبب بنیں گے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ﴾ [یوسف:۱۰۸] ''آپ کہہ دیجئے میری یہی راہ ہے میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ''۔

دعوت اِلی اللہ کا کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ مانیں اس لئے کہ آپ سے بڑا کوئی معلم ومربی نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے اسالیب سے چند نمونے ہدیۂ قارئین کئے جارہے ہیں جو ایک داعی کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان اسالیب کو حرزِ جاں بنانے کی اشد ضرورت ہے ورنہ کما حقہ دعوت کے ثمرات ونتائج برآمد نہیں ہوسکتے:

۱۔ حکمت وموعظت:

اس چیز کا حکم نہایت واضح انداز میں قرآن نے دیا ہے:

﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ﴾ [النحل: ۱۲۵] ''اپنے رب کے راستے کی طرف اے نبی حکمت اور اچھی موعظت کے ساتھ بلائیے اور ان سے اَحسن طریقے سے مجادلہ کیجئے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں کہ آپ اپنی قوم کو حکمت کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے۔

مثال کے طور پر سیدنا معاویہ بن حکم السلمی ایک مرتبہ نماز میں باتیں کرنے لگے انہیں یہ حکم معلوم نہیں تھا کہ نماز میں کلام کرنا ممنوع ہوگیا ہے، جب نماز ختم ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: نماز میں باتیں کون کررہا تھا؟ سیدنا معاویہ ڈر گئے کہ شاید نبی اب مجھے ڈانٹیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قریب بلایا اور سمجھایا

کہ یہ نماز ہے اس میں گفتگو مناسب نہیں ہے، اس عمل سے نماز باطل ہوجاتی ہے، سیدنا معاویہ کو جب نبی ﷺ نے اس حسین اسلوب سے سمجھایا تو فرماتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللَّهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي"(صحیح مسلم حدیث رقم:۵۳۷)

"میں آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی معلم نہیں دیکھا آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا بھلا کہا"۔

موجودہ دور کے واعظوں اور داعیوں کو اگر دیکھیں تو بیشتر اس اسلوب سے نا آشنا نظر آتے ہیں جبکہ دعوت کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے میں حکمت کا بڑا اہم رول ہے۔

۲۔ نرمی اور شفقت:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ایک اہم صفت یعنی صفتِ رحمت وشفقت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّوا۟ مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۸۹] "اللہ کی رحمت کے نتیجے میں آپ لوگوں کے لئے نرم اور سہل ہوگئے اور اگر آپ سخت گیر، سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے بدک جاتے"۔

ہمارے نبی ﷺ دعوت وتبلیغ میں سختی کے قائل ہرگز نہیں تھے، آپ ہمیشہ نرمی اور شفقت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے تھے اسی لئے سخت سے سخت دشمن کا بھی دل نرم ہوجاتا اور وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔

اس اعرابی اور دیہاتی کا واقعہ نہایت مشہور ہے جس نے مسجد کے ایک کونے میں آکر پیشاب شروع کردیا، لوگوں نے جھڑکیاں دینی شروع کردیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پیشاب کرلینے دو، جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو آپ نے محبت سے اپنے پاس بلایا اور نہایت نرم لہجے میں فرمایا: **"إن هذه المساجد لا تصلح لشئى من القذر و البول والخلاء"**(مسند أحمد:۱۲۹۸۴)"یعنی یہ مساجد ہیں ان میں کسی قسم کی گندگی اور پیشاب پاخانہ مناسب نہیں"۔

اس نصیحت کے بعد اس اعرابی نے جو الفاظ کہے وہ قابلِ غور ہیں آپ نے اس قدر نرمی اور شفقت سے سمجھایا کہ وہ بے ساختہ پکار اٹھا: **"اللهم ارحمنى ومحمداً ولا ترحم معنا أحدا"**(سنن نسائی:۱۲۱۶) "اے اللہ مجھ پر رحم کر اور محمد ﷺ پر اور کسی پر رحم نہ کر"۔

آج ہمارے بہت سے دعاۃ کا لہجہ اور اسلوب بسا اوقات اتنا سخت ہوتا ہے کہ لوگ بدکنے لگتے ہیں، اس لئے پیارے نبی ﷺ کے اس اسلوب کو اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ دعوت وتبلیغ کا ثمرہ خاطر خواہ سامنے آئے۔

۳۔ حسن اخلاق:

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صفت بیان فرماتے ہوئے کہتا ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم:۴] "یعنی اے نبی آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں"۔

پیارے نبی خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں: **"إنما بعثت لاتمم مكارم الأخلاق"**(الصحیحہ:۴۵)"یعنی مجھے

مبعوث ہی اسی لئے کیا گیا تاکہ میں عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں''۔

نبیٔ کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی مثالیں بے شمار ہیں میں یہاں نہایت اختصار سے صرف فتح مکہ کا واقعہ نقل کررہا ہوں، فتح مکہ کے موقع پر تمام دشمنانِ اسلام آپ کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے اسلام کا وجود مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا تھا، نبی ﷺ سے عداوت اور دشمنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، آپ کو ذہنی اور جسمانی اذیت دینے میں انہیں لطف آتا تھا مگر قربان جایئے پیکرِ اخلاق ﷺ پر کہ آپ نے بدلہ لینے کے بجائے عام معافی کا اعلان فرماکر سب کو حیران وششدر کردیا، اس سے پہلے چشم فلک نے اس طرح کے حسنِ اخلاق کے مناظر شاید کبھی پہلے دیکھے ہوں۔

اس واقع میں واعظوں اور داعیوں کے لئے عبرت وموعظت کے بے شمار پہلو ہیں۔

۴۔ تمام دنیاوی اغراض ومقاصد سے بالاتر ہوکر دعوت کا کام کرنا:

ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دعوت کا کام کرے، کسی دنیاوی مال ومتاع کی طمع اس کے دل میں نہ ہو۔

اس سلسلے میں نبی ﷺ کے اُسوہ کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے متعدد مرتبہ کفارِ مکہ اور سرداران قریش کی جانب سے جاہ ومنصب اور مال ودولت کی پیشکش کی گئی یہ ساری چیزیں آپ قبول کرلیں اور بدلے میں وحدانیت و رسالت کی دعوت ترک کردیں، لیکن آپ نے ان کی ہر پیشکش کو نہایت شانِ بے نیازی سے ٹھکرادیا۔

۵۔ دعوت کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر وتحمل:

ایک داعی کو بے شمار دشوار گذار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، نہ جانے کیسے کیسے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے دعوت کی راہ میں درپیش مشکلات پر اگر صبر وتحمل کا جذبہ نہ ہو تو آدمی دل برداشتہ ہوکر اس راہ سے کنارہ کشی اختیار کرلیگا۔ اس لئے ایک داعی کے لئے اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں پیارے نبی ﷺ کا طائف کے اوباشوں، بدمعاشوں اور کمینوں کے طرف سے ملنی والی اذیت ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ کس طرح آپ نے اس خوفناک خونی اذیت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ فرشتے کے عذاب کی پیشکش کو بھی ٹھکرادیا اور نہایت متانت اور سنجیدگی سے گویا ہوئے: ''بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا'' (صحیح مسلم:۱۷۹۵) ''یعنی مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشت سے ایسی ذریت نکالے گا جو صرف اللہ وحدہ کی عبادت کرے گی اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے گی''۔

اللہ سے دعاہے کہ وہ ہم داعیوں کو نبی ﷺ کے نہج کو اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

بحث ومطالعہ

میدان دعوت میں

بحث وتحقیق اور مطالعہ کی افادیت واثرات

ڈاکٹر اجمل منظور مدنی (وکیل الجامعۃ، جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله واصحابه أجمعين، وبعد:

یہ مسلمہ حقیقت ہیکہ دین اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین اور آخری پیغمبر ہیں، اب کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا، علماء انبیاء کے وارث ہیں، وہی اس انبیائی مشن کو نبھائیں گے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت مسلمہ کا مقصد وجود ہی انبیائی مشن یعنی دعوت وتبلیغ بتایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران:۱۱۰] ترجمہ: تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

سو دعوت دین ایک اہم دینی فریضہ ہے۔ یہ امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ علماء اور امت کے باشعور طبقہ پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ دعوتِ دین کا کام انجام دیں۔ تبلیغِ دین کا مشن ہر زمانے میں جاری رہا ہے اور موجودہ حالات میں بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے اپنے اور اپنی امت کے مشن کو بیان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [یوسف: ۱۰۸] ترجمہ: (اے نبی) آپ کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور میرے ساتھی بھی۔ اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

یہی امت کا اصل مشن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ہر دور میں کم از کم ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو عام لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۴] ترجمہ: تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اندر ضرور بالضرور ایک ایسی جماعت ہونی ہی چاہیے جو لوگوں کو خیر وبھلائی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔ عربی قواعد کی رو سے اس حکم میں تاکید در تاکید ہے۔ نیز اس آیت کے سیاق میں علماء نے صراحت کی ہے کہ اہل کتاب کا ذکر کرنے کے بعد پہلے تو امت کو ہدایت دی گئی تقوی، ایمان باللہ اور ایک ساتھ متحد ہوکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی اور اختلاف وتفرقہ سے دور

رہنے کی۔ آگے اس آیت میں امت کو خارج کا پروگرام دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اللہ کی بندگی واطاعت کی طرف انہیں بلائیں۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں نبی ﷺ کو صریح الفاظ میں دعوتِ دین کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے النحل:125، آل عمران:64، المائدہ:67، الحج:67، اور القصص:87 میں یہ حکم موجود ہے۔ ان آیات کے مخاطبِ اصلی تو خود نبی ﷺ ہیں لیکن یہ احکام سارے ہی مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ نبی ﷺ کے واسطے سے یہ پیغام پوری امت کو دیا جارہا ہے۔ فرداً فرداً سارے ہی مسلمان ان احکامِ قرآن کے مخاطب ہیں اور ان کا فرض بنتا ہے کہ اللہ کی طرف بلانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اس دعوت کو لے کر پوری دنیا پر چھا جائیں۔ عام مسلمان ان احکام کی ادائیگی میں غفلت کے شکار ہو جائیں تو بات کسی حد تک سمجھ میں آسکتی ہے اور ان کو نظر انداز بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن وارثین انبیاء بھی اس مشن کو بھلا دیں اور دعوت دین کا کام سرے سے ترک کر دیں، کسی طرح قبول نہیں کیا جاسکتا۔

دعوت دین دنیا کا سب سے عمدہ کام: اس دنیا کی سب سے بڑی سچائی اسلام ہے اور یہی نجات کا واحد راستہ ہے۔ اس کی طرف لوگوں کو بلانا، سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت اللہ کا وجود ہے۔ توحید کا پیغام عام کرنے اور انسانیت کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا ہی سب سے بہتر کام ہے۔ ظاہر ہے جو لوگ اسلام کی دعوت دیں گے ان کی پہلی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس پر عمل کریں۔ نیک بنیں اور اپنے اعمال و کردار سے اس سچائی کو ثابت کریں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اسی بات کو بڑے خوب صورت انداز میں کہا گیا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ﴾ [حم السجدۃ:۳۳] ترجمہ: اور اس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا میں مسلمان ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں کارِ دعوت کے فضائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ فتح خیبر کے موقع سے جب آپ ﷺ نے آخری دن جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا تو ان سے فرمایا: پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور اے علیؓ! تمہارے ذریعہ اگر ایک بھی شخص اسلام قبول کرلے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں کے حصول سے بھی بہتر ہے۔

میدان دعوت میں بحث وتحقیق اور اسکی افادیت واثرات:

بحث عربی کا لفظ ہے جس کا معنی تلاش کرنا، کسی چیز کے بارے میں دقت نظری اور گہرائی سے پتہ لگانا، اور تحقیق حق سے ہے، حق معلوم کرنا، حق تک رسائی حاصل کرنا، حق کو سمجھنا، حق کی وضاحت کرنا، حق کو پیش کرنا، حق کو ثابت کرنا، حق کی حجت قائم کرنا، یہ سارے تحقیق کے مراحل ہیں۔ حق کی تلاش انسانی فطرت ہے، کوئی بھی انسان جو ذی شعور اور ذی فہم ہو، حتیٰ کہ کوئی چھوٹا سا بچہ بھی جب کوئی چیز دیکھتا ہے تو اس کی اصل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ چھوٹا سا بچہ ہے، کوئی چیز دیکھی ہے، اگر اس بچے میں تھوڑی بہت عقل موجود ہے تو وہ اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ضرور کرے گا، اس کی توڑ پھوڑ بھی کرے گا، اس کو کھولے گا، بظاہر نقصان بھی کرے گا، لیکن اس کی کوشش ہوگی کہ وہ یہ دیکھے کہ یہ چیز ہے کیا؟ یہ انسان کی نیچر ہے، فطرت ہے اور صرف دین یا علم کے حوالے سے نہیں، ہر شعبے میں انسانی تجسس کا یہ حال ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ لے لیں، کوئی پہلو لے لیں، حق کو معلوم

کرنا، حقیقت کو معلوم کرنا، وہاں تک پہنچنا، حق تک رسائی حاصل کرنا یہ انسان کی ضرورت ہے انسان کی نیچر ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ حق تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور حق کی تلاش کی کوشش کرتا ہے۔ جو اس کی ضرورت بھی ہے کہ وہ حق کو پہچانے اور پہچان کر اس کے مطابق زندگی بسر کرے، یہ انسان کی طبعی اور فطری ضرورت ہے۔

اور دعوتی میدان ایک دینی میدان ہے، یہاں تو انسانی ضرورت کے ساتھ شرعی واجب بھی ہے کہ ایک داعی بحث وریسرچ اور تحقیق و جستجو کے بعد ہی کوئی بات لوگوں تک پہونچائے، آج دنیا کی بات چھوڑیں مسلم معاشرے میں جھوٹ کی کثرت ہے اور سچ ناپید ہے پھر بھی نبی کریم ﷺ کی صرف ایک حدیث پر عمل کر کے مسلم ملک و معاشرے کو جھوٹ، جعلی خبروں اور افواہوں سے محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے پھیلا دے“۔ (صحیح مسلم)۔

اکثر سنی سنائی باتوں کو پھیلانے سے ہی ملک و معاشرے میں بغاوت و فسادات پھوٹ پڑتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو بغیر تحقیق و تصدیق کے کوئی بھی پیغام یا خبر شیئر کرنا سخت منع ہے اور صرف اسی ایک قولِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کر کے مسلم ملک و معاشرے کو ان ساری قباحتوں سے بچایا جاسکتا ہے۔

لیکن تحقیق و تصدیق کرنا بھی ہر کسی کیلئے ممکن نہیں، اسکے لئے اللہ کے کچھ خاص بندے ہی مقرر ہیں اور وہ شرعی علوم کے ماہرین ہیں، وہی بحث و ریسرچ اور تحقیق و جستجو کے ذریعے حق تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں، جس کیلئے بھی قرآن میں روشن ھدایت موجود ہے: ﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا۟ بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ﴾ [النساء: ۸۳] ترجمہ: ”اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے پھیلانا (شیئر کرنا) شروع کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں۔

آج کے میڈیائی دور میں لوگ ہر پیغام اور خبر کو بغیر سوچے سمجھے پھیلاتے رہتے ہیں جو کہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ پھیلانے کی ہی ایک قسم ہے، جبکہ مسلمان ہونے کے ناطے اور ایک داعی کی حیثیت سے ہمیں اس بات کا خیال کرنا چاہئے کہ کہیں ہم بھی اسی رو میں بہہ کر جھوٹوں میں شامل نہ ہوجائیں۔ مزید یہ ایسے لوگوں سے اعتماد ختم ہوجاتا ہے، ان پر کوئی بھروسہ نہیں کرتا، صحیح مسلم میں ایک باب ہے: **باب وُجُوبِ الرِّوَايَةِ عَنِ الثِّقَاتِ، وَتَرْكِ الْكَذَّابِين**: باب: ہمیشہ ثقہ اور معتبر لوگوں سے روایت کرنا چاہیے اور جن کا جھوٹ ثابت ہو ان سے روایت نہیں کرنی چاہیے۔ اس باب کے تحت اس حدیث کو نقل کیا ہے: ”**مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِين**“ ترجمہ: جو شخص مجھ سے حدیث نقل کرے اور اسے لگے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں شامل ہے۔

جھوٹ، جعلی خبریں اور افواہیں پھیلانا مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں“۔ (متفق علیہ)۔

لہٰذا ہر مسلمان کو بطور خاص ایک داعی کو بذات خود منبر و محراب، اسٹیج یا ذرائع ابلاغ وغیرہ کے ذریعے تحقیق و تصدیق کا ٹھوس موقف اپنانا چاہئے اور کسی بھی خبر یا پیغام کو پھیلانے میں

جلد بازی سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ جھوٹ، دھوکہ اور خیانت کے ساتھ شرمندگی کا باعث بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾ [الحجرات:۶] ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم نادانستہ کسی قوم کا نقصان کر بیٹھو پھر تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔ اور آپ ﷺ نے بھی جلد بازی کے بارے میں فرمایا: ''متانت اور سنجیدگی اللہ کی طرف سے ہے، اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے''۔

لہٰذا کتاب وسنت کی اِن تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بغیر سوچے سمجھے کسی بھی خبر یا پیغام (خواہ وہ قرآن یا حدیث کا نام لے کر کہی گئی ہو) کو پھیلانے کی جلد بازی سے بچنا چاہئے، اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور سچے لوگوں کے ساتھ رہنا چاہئے کیونکہ یہی اللہ کا حکم ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ [التوبہ:۱۱۹] ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہمیشہ سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

ہمیں ہر وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس وعید کو یاد رکھنا چاہئے: ﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌۚ إِنَّ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡبَصَرَ وَٱلۡفُؤَادَ كُلُّ أُوْلَٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔولٗا﴾ [الاسراء: ۳۶] ترجمہ: ''کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے''۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞ﴾ [ق:۱۸] ترجمہ: وہ منہ سے کوئی بات نہیں کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لئے) تیار رہتا ہے۔

پس اگر ہر مسلمان یہ یقین کر لے کہ اس کے ہر قول وفعل کو لکھنے والا ایک نگہبان تیار رہتا ہے تو وہ کوئی بھی گناہ کا کام نہ کرے، کوئی بھی خبر یا پیغام بغیر تحقیق وتصدیق کے شیئر کر کے جھوٹا نہ بنے۔

پس اس فتنے کے دور میں جھوٹ، جعلی خبروں اور افواہوں جیسے فتنوں اور انکی وجہ سے پھیلنے والے فحاشی، فسادات، بغاوت ودہشت گردی وغیرہ سے اپنے آپ کو، اپنے اہل وعیال کو اور ملک وملت کو بچانے کیلئے کتاب وسنت کی جامع تعلیمات کو سیکھنے، سمجھنے، ان پر عمل کرنے نیز انہیں عام کرنے کی ضرورت ہے۔

میدان دعوت میں مطالعہ کی افادیت واثرات:

مطالعہ کے لغت کے اعتبار سے کئی معانی ہیں: ۱۔ کسی چیز کو اس سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھنا۔ ۲۔ غور۔ ۳۔ توجہ دھیان ۴۔ کتاب بینی۔ ۵۔ مشاہدہ۔ چونکہ مطالعہ کا مادہ طلوع سے ہے اور طلوع پردہ غیب سے عالم ظہور میں آنے کو کہتے ہیں اس لیے کہا جاتا ہے کی طلعت الشّمس یعنی سورج عالم غیب عالم ظہور میں طلوع ہوا، اور مطالعہ باب مفاعلہ سے ہے، اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے علم کو کہا جاتا ہے اب مطالعہ کا یہ معنی ہوا کہ ادھر طالب نے اپنی پوری توجہ کتاب کی طرف مبذول کی اور ادھر کتاب نے طالب کو اپنے فیوض وبرکات سے نوازا، اب دونوں کے مابین گہری دوستی ہوگئی۔ اسی لئے اصطلاح میں اس کی یہ تعریف ہے کہ بذریعہ تحریر مصنف یا مؤلف کی کلام کی مراد سمجھنا مطالعہ کہلاتا ہے۔

مطالعہ، ذہن کو کھولتا ہے، نتائج سے باخبر کرتا ہے، دانائی کی باتوں پر مطلع ہونے میں مدد دیتا ہے، فصیح اللسان بناتا ہے، غور وفکر کی صلاحیت بڑھاتا ہے، علم کو پختہ کرتا ہے، اور شبہات ختم کرتا

ہے، تنہا شخص کا غم دور کرتا ہے، غور وفکر کرنے والے کے لیے دلچسپی کا سامان ہے، اور مسافر کے لیے اندھیری رات کا چراغ ہے۔ مطالعہ حصولِ معرفت کا ذریعہ ہے یہ حقیقت ہے کہ انسان کتاب کے مطالعے سے آغاز کرتا ہے پھر کائنات کے مطالعہ، مشاہدہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پھر اس پر درجہ بدرجہ کائنات کے سربستہ رازوں کے پردے کھلتے چلے جاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ انسان معرفتِ نفس و جہاں سے ترقی کرتے کرتے معرفتِ باری تعالیٰ کے راستوں کو حاصل کرلیتا ہے گویا کہ مطالعہ معرفت کے لیے سیڑھی کا کام کرتا ہے۔ مطالعہ انسان کو مختلف قوموں کے حالات اور ان کے تہذیب وثقافت وغیرہ سے آگاہی بخشتا ہے اس آگاہی کے تناظر میں انسان اپنی دیگر تہذیبوں کا تقابل کرتا ہے اور وجہ ترجیح تلاش کرتا ہے۔

حصولِ علمِ دین اور اسکی دعوت کے لیے مطالعہ انتہائی ضروری ہے کہ اچھی اور دینی معلومات سے بھرپور کتب کا مطالعہ نظر وفکر کی درستگی اور حصولِ علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ داعیانِ دین کے لیے بنیادی اور اہم ترین چیز گہرا مطالعہ، مضبوط علم اور ہمہ گیر معلومات ہونا بھی ہیں۔ اصولِ شریعت سے مکمل آگہی، نصوص کے فہم میں کامل دسترس اور استنباطِ احکام میں غیر معمولی مہارت بھی اسی میں شامل ہے۔ حالات حاضرہ سے واقفیت اور سیرت و تاریخ کا فکری، انقلابی اور منہجی مطالعہ بھی کم اہمیت کا حامل نہیں۔ لوگوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ، حالات وظروف کا باریک بینی سے جائزہ اور قرآن وحدیث کی تفہیم میں مہارت، حصول علم، کتب بینی اور مطالعہ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انما العلم بالتعلم، یعنی علم سیکھنے سے ہی آتا ہے۔ (بخاری کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل ص ۹۱) لہٰذا جس علم سے ہر وقت واسطہ پڑتا ہے اس کی مثال غذا کی طرح ہے کہ جس طرح ایک انسان کے لیے غذا لازمی ہے، اسی طرح جس علم سے اس کا تعلق ہے اسے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے مطالعہ ضروری ہے۔

مطالعہ سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور معرفت گمراہی سے بچاؤ کا باعث ہے۔ مضبوط اہل علم ہی ضلالت وگمراہی سے خود محفوظ رہ سکتے ہیں اور دوسروں کو بدعت وضلالت سے بچا سکتے ہیں۔ حقیقی اہل علم کو خشیت الٰہی کے وصف سے متصف بتلایا گیا ہے اور اہل ایمان اصحابِ علم کو دیگر لوگوں سے زیادہ اجر وثواب اور بلند درجات سے نوازے جانے کی نوید سنائی گئی ہے۔ مطالعہ سے علم بڑھتا ہے، یاد رہے کہ علم سیکھنے ہی سے آتا ہے، اس کے حصول کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے، اور سیکھنے کا ایک بہترین ذریعہ مطالعہ ہے۔

ایک کامیاب داعی اور مبلغ بننے کے لیے بھی مطالعہ بے حد ضروری ہے، مطالعہ کرکے تیار کرنے والے داعی کا بیان زیادہ مؤثر ہوتا ہے جب کہ بغیر مطالعے کے بیان کرنے والے داعی سے غلطی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، مطالعہ سے داعی اور مبلغ کو ہی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ مطالعہ کرکے تحقیق کے ساتھ تیار کردہ بیان سننے والوں پر بھی جادو کی طرح اثر کرتا ہے، اور سامعین کے کردار میں نمایاں تبدیلی لاتا ہے۔

ایک داعی کو منہج وعقیدے کے باب میں پختگی لانے کیلئے ہر فن کے اندر اصول کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ دور حاضر میں پائی جانے والی فکری گمراہیوں اور باطل تحریکوں کے گمراہ کن اصولوں اور ان کے افکار ونظریات سے خود بھی محفوظ رہ سکے اور امت مسلمہ کو بھی ان باطل تحریکوں کی جال میں پھنسنے سے بچا سکے۔ اللہ ہم سب کو دین کا سچا داعی اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین۔

۞۞۞

فکرونظر

سوشل میڈیا اور دعوت

مثبت اور منفی پہلو

رشید سمیع سلفی (نائب شیخ الجامعۃ، جامعۃ التوحید بھیونڈی)

سوشل میڈیا ایک عجوبہ روزگار ایجاد ہے جس نے پوری دنیا کو اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے، ہرکس وناکس اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر بنا ہوا ہے، سوشل میڈیا سماجی رابطے کے چند ایپس کیلئے بولا جاتا ہے جو موبائل میں استعمال ہوتا ہے، یہ واٹسپ، فیسبک، انسٹا گرام، ٹیوٹر، ٹیلی گرام، ٹک ٹاک اور ریلس وغیرہ ہیں، 2018 کے سروے کے مطابق دنیا کی کل آبادی 7•6 بلین ہے اور جس میں سے 4•2 ملین لوگ انٹرنیٹ استعمال کر رہے ہیں اور 3•03 بلین لوگ سوشل میڈیا کے صارفین ہیں اور ہر پندرہ منٹس میں سوشل میڈیا میں ایک نئے صارف کا اضافہ ہو رہا ہے، فیس بک پر موجود لوگوں کو اگر ایک ملک کی آبادی قرار دیں، تو یہ دنیا کا تیسرا بڑا ملک ہوگا، اندازہ لگائیں کہ سوشل میڈیا موجودہ دور کی کتنی بڑی انسانی ضرورت بن چکا ہے، اس کے فوائد کی فہرست بہت طویل ہے، سوشل میڈیا نے دنیا کو گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے، زمین کی وسعتیں بے معنی ہو چکی ہیں، جس جام جمشید یعنی جام جہاں نما کے افسانوی قصے سنا کرتے تھے وہ اب موبائل کی شکل میں حقیقت کا روپ دھار چکا ہے، موبائل نے غیب کو حضور میں، جہل کو علم میں، پس منظر کو پیش منظر میں، خاموشی کو پکار میں، انتظار کو وصل میں، بے شعوری کو شعور میں بدل کر دنیا کو ایک مصنوعی طلسم خانے میں تبدیل کر دیا ہے اس کے ذریعے معلومات کا ایک سیلاب ہمہ وقت بہہ رہا ہے، ایک سیکنڈ میں کوئی بھی میسیج دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہونچ جاتا ہے، قلم وکاغذ کی جگہ انگلیوں کے لمس نے لے لیا ہے، معلومات کے جلو میں فحاشی کا منہ زور بہاؤ بھی ہے جس کے سائے سے بھی شرفاء کو دور رہنا ہوتا ہے۔

یہ ہماری دنیا سے ایک علیحدہ دنیا بھی ہے جہاں دھوکہ اور سراب بھی ہے، جہاں فریب اور مکر وخداع بھی ہے، جہاں تلبیس اور جعل سازی بھی ہے، ضروری نہیں کہ سوشل میڈیا پر نظر آنے والا شخص ویسا ہی ہو جیسا آپ اسے دیکھ رہے ہیں، حقیقت کم اور اداکاریاں زیادہ ہیں، صداقت کم ملمع سازیاں زیادہ ہیں، تذکیر وتانیث کا پتہ نہیں چلتا، جوانی اور بڑھاپے کا اندازہ نہیں ہوتا، صحیح وغلط کا سراغ نہیں لگتا ہے، ایک آدمی جس کے لاکھوں فالوورز تھے، وہ مرتا ہے تو جنازے پر بس چند لوگ نظر آتے ہیں، ایک شخص جس کی طبیعت کی ناسازی پر کمنٹس کے طوفان آجایا کرتے تھے، وہ صاحب فراش ہو کر دروازے پر نگاہیں جمائے بیٹھا ہے کہ کوئی تعزیت کیلئے آئیگا، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد، لہٰذا اس وادی کے نشیب وفراز اور داؤ پیچ کو سمجھ کر ہی آگے بڑھنا چاہئے۔

اب یہ صرف سماجی رابطے کا سامان نہیں رہا بلکہ تمام شعبہائے زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، تجارتی امور سوشل میڈیا پر انجام دیے جاتے ہیں، آن لائن شاپنگ ہو رہی ہے، تدریس کا عمل بھی سوشل میڈیا پر انجام دیا جا رہا ہے، میٹنگ اور پروگرام بھی سوشل میڈیا پر ہونے لگے ہیں، بے شک یہ ایک نعمت ہے جسکی

اچھائی اور برائی بندے کے استعمال پر موقوف ہے، کسی نے صحیح لکھاہیکہ یہ ایک بہتا ہوا سمندر ہے، جس میں ہیرے اور موتی بھی ڈالے جاسکتے ہیں اور خس وخاشاک بھی، اس میں صاف شفاف پانی بھی اُنڈیلا جاسکتا ہے اور گندہ بدبودار فُضلہ بھی، اس سے دینی، اخلاقی اور تعلیمی نقطۂ نظر سے مفید چیزیں بھی پہنچائی جاسکتی ہیں اور انسانی و اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے والی چیزیں بھی، یہاں دونوں طرح کی مواقع انسان کو حاصل ہیں، یہ انسان کی ترجیحات پر منحصر ہیکہ وہ اللہ کی نعمت کو خیر کے کام میں لگاتا ہے یا شر کے کام میں استعمال کرتا ہے، سوشل میڈیا کے وسیع پنڈال میں آپ دنیا کے کونے کونے تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں اور اپنے پیغامات ان تک پہونچا سکتے ہیں، اس کے ذریعے علماء کرام کے اہم موضوعات پر بیانات اور تقاریر سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعہ اہم ترین کتابیں ڈاؤن لوڈ کرکے مطالعہ کی جاسکتی ہیں، دینی پیغامات ایک دوسرے کو شیر کئے جاسکتے ہیں، انگلیوں کی جنبش سے حدیث کی تحقیق وتخریج کی جاسکتی ہے، مسائل کا استخراج کیا جاسکتا ہے، نادر ونایاب کتابوں تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے، حوالے چیک کیے جاسکتے ہیں، خطبے کی تیاری بھی کی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ بھی فوائد کی ایک لمبی فہرست ہے۔

لہٰذا ایک مخصوص دائرے میں رہتے ہوئے سوشل میڈیا سے استفادہ بہت مفید ہوسکتا ہے لیکن حد اعتدال سے آگے بڑھنے پر نفع نقصان میں بدل جائے گا، موجودہ یکطرفہ صورتحال کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ہم سوشل میڈیا کو نہیں بلکہ سوشل میڈیا ہمیں استعمال کررہا ہے، ہم اس کے مالک نہیں بلکہ یہ ہمارا مالک بن چکا ہے، ہم اس کو نہیں چلارہے ہیں بلکہ یہ ہمیں چلا رہا ہے، اس کا اندھا دھند اور بے ضابطہ استعمال ہمارے لئے حد درجہ نقصان کا باعث ہے، لہٰذا ایک مخصوص وقت کیلئے ہم سوشل میڈیا پر جائیں اور وقت پورا ہونے پر ایسے ہی لوٹ آئیں جیسے وقت پورا ہونے پر منبر سے اتر جاتے ہیں، ہم سوشل میڈیا کیلئے ان لمیٹڈ نہ بن جائیں، کثرت استعمال زندگی کی بہت سی چیزوں کو متاثر کرنے لگتی ہے، آپ کا مطالعہ، آپ کی عبادت، آپ کے رشتے داروں کے حقوق اور آپ کے دینی و دنیاوی فرائض میں بھی یہ خلل انداز ہوتا ہے، اب صورت یہ ہوچکی ہے کہ دور کے لوگ قریب ہوگئے اور قریب کے لوگ دور ہوگئے، اپنے بیگانے ہوگئے اور بیگانے اپنے ہوگئے۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کُچل دیتے ہیں آلات

سوشل میڈیا پر آپ کو کرنا کیا ہے؟ یہ موبائل کا لاک کھولنے سے پہلے سے طے کرلینا چاہئے، اگر یہ آپ نے طے نہیں کیا ہے تو اس کا مطلب ہیکہ سواری پر بیٹھ کر آدمی یہ سوچے کہ مجھے جانا کہاں ہے؟ اسی لئے وہ انٹرنیٹ کے وسیع وعریض سمندر میں اترتا ہے تو اس کو پتہ نہیں چلتا کہ برقی لہریں اسے کہاں کہاں لے کر پھر رہی ہیں، شاعر کہتا ہے۔

ٹھوکر جدھر کو لگ گئی جاتا ہوں لڑھکتا
اپنا ٹھکانا خود مجھے معلوم نہیں ہے

تفصیلی جائزہ یہ بھی بتاتا ہیکہ سوشل میڈیا ایک اکھاڑہ ہے جہاں دماغوں کی جنگ جاری ہے، جہاں افکار کی آویزش چل رہی ہے، تہذیبوں کا تصادم ہورہا ہے، اب حق وباطل کی فکری جنگ سوشل میڈیا پر چھڑ گئی ہے، اسلام کی شبیہ خراب کرنے کی پوری کوشش ہورہی ہے، تشکیک، الحاد، نیچریت، انکار حدیث، بددینی اور اباحیت کی اشاعت میں شیطانی ٹولہ پوری طرح سرگرم ہے، دوسری باطل قوموں کے ساتھ اس میدان میں

قادیانی بھی پیش پیش ہیں، انہوں نے اسلامی نام سے بہت سی ویب سائٹس بنا رکھے ہیں جن سے دھوکہ کھا کر سادہ لوح مسلمان پڑھتے ہیں اور گمراہی کے دلدل میں گر جاتے ہیں، کیونکہ وہ اسلام مخالف اور زہر خند لٹریچر سے بھرا ہوتا ہے، اس لئے دینی فرض اہل ایمان کو یہاں پر دعوتی مہم جوئی کیلئے پکار رہا ہے، ضرورت ہیکہ اہل ایمان دین کے دفاع اور دعوتی پیش رفت کیلئے پائیداری کے ساتھ قدم بڑھائیں، باطل کا مقابلہ باطل کے مدمقابل آکر کریں، اس محاذ پر فکری و منطقی ہتھیاروں سے لیس ہوکر غنیم سے لوہا لینے کی ضرورت ہے، ان کے ذہنی وفکری صفوں کو الٹنے کی ضرورت ہے، اسلام کا پیغام امن و اخوت، عدل وانصاف، مساوات، انسانی ہمدردی، انسانی حقوق کی پاسداری اور بقائے باہم جیسے تصورات کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

سوشل میڈیا پر منہج وعقیدہ میں تقلیدی وتحریکی در اندازیاں بھی جاری ہیں، یہ داخلی معرکہ بھی اہل حق کے خلاف چھڑا ہوا ہے، سلفیت کے ایوان میں نقب زنی ہورہی ہے، سلفی فکر اور بعض خود ساختہ نظریات کا ایک آمیزہ تیار کرکے اسے معتدل سلفیت کے نام سے فروغ دینے کی کوشش ہورہی ہے لیکن ہماری طرف سے خاطر خواہ نہ تیاری ہے اور نہ پیش قدمی ہے، بعض ہمارے بھائی کوشش کررہے ہیں لیکن وہ کافی نہیں ہے، ضروری ہیکہ اس رخ پر باریکی سے مخالف بیانیے کا جائزہ لیا جائے اور اس کے تار پود بکھیرے جائیں۔

سوشل میڈیا پر ملنے والی کوئی بھی بامقصد، اصلاحی، اور نفع بخش بات شیئر کرنی چاہیے، اس کے فائدے کو عام کرنے کیلئے ان تمام گروپوں میں نشر کرنا چاہیے جس میں آپ موجود ہیں، اور کوئی بھی بات جو لوگوں کیلئے فکری واخلاقی طور پر نقصان دہ ہو وہ آگے شیئر نہیں کرنا چاہیے، تحقیق وصحت کے معیار سے گری ہوئی چیز شیئر کرنا ہمارے معیار ثقاہت کو گرادیتا ہے، اس کا خیال بھی ضروری ہے۔

ان شاءاللہ اس طرح سے ہم نبی ﷺ کے اس فرمان کے مصداق ہونگے جس میں آپ نے فرمایا: **مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَمِثْلُ أُجُورِهِمْ**۔(ابن ماجہ 207)

ترجمہ: جس نے اچھا طریقہ جاری کیا، اس پر اس (کی وفات) کے بعد عمل ہوتا رہا، اسے اس کا اپنا ثواب بھی ملے گا اور ان لوگوں کے برابر (مزید) ثواب بھی ملے گا۔

اسلام کے عالمی دعوتی مشن کے لئے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے انٹرنیٹ کے اسی فارمیٹ کو استعمال کیا جائے جس کی طرف لوگ زیادہ لپکتے ہیں، عالمی طور پر بولی اور سمجھی جانے والی زبان میں دعوتی کام کیلئے اکسپرٹ بھی ہماری صفوں میں ہونے چاہیے، یہ کمی بڑی شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

شارٹ کلپس کی مقبولیت اور چلن کو دیکھتے ہوئے چند سکنڈ کے مختصر دعوتی ویڈیو بنانا اور اسے تبلیغ کیلئے مفید مقصد بنانا انتہائی اہم ہے، کم وقت میں موثر انداز میں ترسیل ہوجاتی ہے، جو پڑھنے سے معذور ہیں، وہ بھی اس طریقے سے مستفید ہوجاتے ہیں۔

ہم کو سوشل میڈیا پر اپنے ہر عمل کیلئے امانتدار اور اللہ کے یہاں جوابدہی کے احساس کے زیر اثر ہونا چاہیے، خواہ وہ ہمارا ایک لائک یا تائیدی کمنٹ ہی کیوں نہ ہو یا پھر ہمارا کسی کے مواد کو شیئر کرنا ہو، کتنے لوگ ہیں جو شخصیت اور تعلقات دیکھ کر لائک اور کمنٹ کرتے ہیں، مقصد ان کو بھی ان سے اپنی پوسٹ پر لائیک اور کمنٹ لینا ہوتا ہے، یہ پورا معاملہ من ترا حاجی بگویم تو مرا

حاجی بگو والا ہو جاتا ہے، کبھی کبھار ہماری یہ روش ایک غلط بات کی تائید اور توثیق بن جاتی ہے۔

سوشل میڈیا پر اسلامی تعلیمات کا پاس ولحاظ بہت ضروری ہے، خاص طور قول وعمل میں یکسانیت بہت ضروری ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ﴾[الصف:۲]

ترجمہ: اے ایمان والوتم وہ بات کیوں کہتے ہو جسے تم خود نہیں کرتے۔

لہٰذا قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے، ایک شخص ماں باپ کی عزت واحترام اور درست دیکھ بھال بالکل نہ کرے، مگر وہ اطاعت والدین کی پوسٹ لگاتا پھرے، جو ہمہ وقت کذب وافتراء میں لگے رہتے ہیں وہ بھی راستبازی اور اعتدال کا لوگوں کو گیان دیتے نظر آتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے کہ آدمی منہ میں سگریٹ دبایے ہوئے (smoking is dangerous for health) کا پوسٹر لگا رہا ہوتا ہے، جس برائی کا ارتکاب کررہا ہے، جگہ پر اسی سے بچنے کی دنیا کو نصیحت دے رہا ہے۔

سوشل میڈیا پر بڑے بڑے مسائل اور دقیق امور میں اظہار خیال سے پرہیز کرنا چاہیے، یہ وہ مسائل ہوتے ہیں جو ماہرین اور راسخین فی العلم کے غور وفکر کیلئے ہوتے ہیں، دیکھا یہ گیا ہیکہ ایسے پیچیدہ مسائل میں سوشل میڈیا پر وہ کلام فرمارہے ہوتے ہیں جنھیں اپنے املا کی بھی خبر نہیں ہوتی، ابتدائی علم رکھنے والے بھی اجتہاد کی کمر توڑتے نظر آتے ہیں، یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ ". قِيلَ : وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ ؟ قَالَ: "الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ"۔

ترجمہ: عنقریب لوگوں پر دھوکے سے بھر پور سال آئیں گے۔ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔ بد دیانت کو امانت دار سمجھا جائے گا اور دیانت دار کو بد دیانت کہا جائے گا۔ اور رُوَیبِضَہ باتیں کریں گے، کہا گیا: رُوَیبِضَہ (کا مطلب) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''حقیر آدمی عوام کے معاملات میں رائے دے گا۔''

فیس بک پر دوسروں کی پگڑیاں بھی اچھالی جاتی ہیں، کردار کشی اور دشنام طرازی ہوتی ہے، عموما لوگ اپنی شناخت چھپا کر کسی بھی باعزت اور سفید پوش شخص کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ کے ڈر اور آخرت کے باز پرس کے تصور سے آزاد ہو، ایسا کرنے والے بدترین قسم کی منافقت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ریاکاری اور خودنمائی بھی سوشل میڈیا کا ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جو لوگ دعوتی ذہن سے کنارہ کش ہوکر سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں، وہ اس میں پیش پیش ہوتے ہیں، غیر ضروری طور پر اپنی تصاویر پوسٹ کرنا، الگ الگ اینگل سے فوٹو نکال کر اپنی وال پر چپکانا، خود میاں مٹھو بن کر اپنی تعریفیں کرنا، خود پسندی اور خودنمائی کا مظاہرہ کرنا، یہ کتاب وسنت کے داعیوں کو زیب نہیں دیتا ہے۔

سوشل میڈیا پر ایک نفسیات لائک، کمنٹ اور ٹی آر پی کی ہوتی ہے، اس کے حصول کیلئے اپنی پوسٹس کے ذریعے سنسنی پیدا کرنا، خاموش سطح پر ہلچل ڈالنا، اس کے باوجود اگر پیش نہیں

جارہی ہے تو شاذ موقف اچھال کر بھڑ کے چھتے پر پتھر مار دینا، ان جیسی حرکات سے اپنی وال پر ہجوم اکٹھا کرنا اور لطف اندوز ہونا، یہ سنجیدہ اور باشعور لوگوں کے شایان شان عمل نہیں ہے۔

ایک آخری بات یہ کہ سوشل میڈیا پر دوستی اور تعلقات کی بابت اسلامی اصول و ضابطے کی پاسداری ضروری ہے، جن کو آپ دوست بناتے ہیں وہ آپ کے عقیدہ و منہج پر اثر انداز ہوتے ہیں، حدیث پاک میں اچھی اور بری صحبت کی مثال خوشبو اور لوہار کی بھٹی سے دی ہے، اس سے مسئلے کی سنگینی کو سمجھا جا سکتا ہے، لہٰذا ولاء اور براء کے قاعدے سے آزاد ہو کر تعلقات رکھنا ہماری دینی زندگی میں بہت بڑی مداہنت تصور کی جائے گی۔

یہ چند گزارشات سوشل میڈیا کے حوالے سے آپ کے گوش گزار کی گیی ہیں جو میرے تجربات کا نچوڑ ہیں، اللہ ہم سب کو ان پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق دے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

شرائط وضوابط برائے تصدیق نامہ/توصیہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

﴿1﴾ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی سے توصیات کی حصول یابی کے لئے درج ذیل کاغذات کا ساتھ لانا ضروری ہے:

- ادارے کے لیٹر ہیڈ پر ادارے کے ذمہ دار (صدر/ناظم) کی جانب سے درخواست مع دستخط، مہر و موبائل نمبر بنام امیر/ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی۔
- متعلقہ ادارہ (سوسائٹی/ٹرسٹ/کمیٹی) کی رجسٹریشن کا پی جس پر ادارہ کی مہر یا تصدیق ہو۔
- اگر زمین کی خریدی میں تعاون کا توصیہ مطلوب ہے تو زمین کے کاغذات کے ساتھ معاہدہ نامہ (M.O.U) کی اصل (Original) دکھا کر اس کی کاپی دفتر میں جمع کریں۔
- متعلقہ ادارے کی جانب سے نامزد سفیر کی تصویر کے ساتھ تصدیق ہونی چاہئے۔

﴿2﴾ شرائط کے مطابق درخواست جمع کرنے کی صورت میں درخواست کی تحقیق وتوثیق کر لینے کے ایک ہفتہ کے اندر کمیٹی کی منظوری سے توصیہ جاری کیا جائے گا۔

﴿3﴾ بیرونِ صوبہ مدارس وجامعات کے لئے توصیہ متعلقہ صوبہ کے ضلعی، صوبائی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اصل (Original) توصیات دیکھنے کے بعد سال میں رمضان کی مناسبت سے صرف دو مہینہ کے لئے جاری کیا جائے گا۔

﴿4﴾ بیرونِ صوبہ مساجد کی تعمیر کے لئے ضلعی، صوبائی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اصل (Original) توصیات دیکھنے کے بعد صرف ایک ماہ کا توصیہ جاری کیا جائے گا۔

﴿5﴾ بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند طلباء درخواستِ توصیہ کے ساتھ اصل تعلیمی (دینی/عصری) اسناد دکھا کر فوٹو کاپی جمع کردیں۔ توصیہ جاری ہونے کے بعد درخواست میں دئے گئے نمبر پر مطلع کردیا جائے گا۔

﴿6﴾ کسی بھی مسجد یا مدرسہ یا جامعہ وغیرہ کے مجوزہ خاکوں یا مستقبل کے منصوبوں پر تصدیق نامہ یا توصیہ قطعاً جاری نہیں کیا جائے گا۔

﴿7﴾ نامکمل یا شرائط کے غیر موافق درخواستیں جمع کرنے کے لئے اسٹاف سے اصرار نہ کریں اور ان سے نہ الجھیں۔

دفتر: صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ، رابطہ نمبر: 9892255244

مدارس اسلامیہ توقعات اور چیلنجز

خالد جمیل مکی (شیخ الجامعۃ، جامعہ اسلامیہ، ممبرا)

مدرسہ ایک عربی لفظ ہے جو کسی بھی تعلیمی ادارے مذہبی ہو کہ غیر مذہبی جہاں طلبہ وطالبات کو تعلیم ابجد سے واقف کیا جاتا ہے اور علوم وفنون کے مبادئیات بتائے اور سکھائے جاتے ہیں یہ وہ کارخانہ ہوتا ہے جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، نونہالان قوم کو علم وادب کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کیا جاتا ہے اور تہذیب وثقافت اور معاشرتی اقدار سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس کا تعلق براہ راست قرآن وسنت سے ہے، چراغ نبوت سے اس کو روشنی ملی ہے اس کا آغاز مدرسہ صفہ کے چھوٹے سے چبوترے سے ہوا اور دیکھتے دیکھتے پورے عالم میں اس کی جڑیں پھیل گئیں، اس لئے یہ عالم گیر ہونے کے ساتھ زندہ وجاوید ہے، مدرسہ ایک مصروف ترین ادارہ ہے، تہذیب وتمدن اور اسلامی اقدار و روایات کی بقاء کا مدار بھی انہیں مدارس پر ہی ہے۔ یہ پوری دنیا میں تراث نبوی کی محافظ اور اس کے امین ہیں۔

سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد برصغیر یعنی موجودہ ہندو پاک و بنگلہ دیش میں جو اسلامی چہل وپہل نظر آرہی ہے انہیں مدارس کی بدولت ہے۔ بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ: برصغیر میں اگر یہ مدارس ومکاتب نہ ہوتے تو سوائے جامع مسجد، لال قلعہ اور تاج محل وغیرہ کے کوئی آثار اور مسلمانوں کے نشانات موجود نہ ہوتے۔

جنہیں تاریخ سے وابستگی ہے وہ سقوط غرناطہ کو نہیں بھول سکتے یہ تاریخ کا وہ سیاہ دن تھا جہاں آٹھ سو سال تک حکومت کرنے کے بعد مسلم حکمراں آنسو بہاتا ہوا اقتدار کی کنجیاں عیسائی حکمرانوں کے حوالے کرتا ہوا چل دیا، یہ بات طے ہے جب بھی مسلمان کتاب وسنت کی راہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا وہ ذلیل وخوار ہوگا۔ اور اپنی تراث سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اس بنا پر دنیا اسپین کے مسلم حکمرانوں کو یہ کہہ کر کوستی ہے کہ اگر انہوں نے وہاں مدرسہ قائم کئے ہوتے تو یہ دن وہاں کے مسلمانوں کو دیکھنے کو نہ ملتے کہ یک لخت آٹھ سو سالہ تاریخ حکومت جاتے ہی مٹ گئی۔

اسی وجہ سے برصغیر کے علماء نے یہاں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا اور جہاں ایک طرف آزادی ہند کے لئے ان کی جہادی سرگرمیاں جاری وساری تھی وہیں ساتھ ہی ساتھ مدرسوں ومکتبوں کی بنیادیں بھی ڈالتے گئے، اس وجہ سے دیار ہند میں مدارس کا ایک جال آپ کو دیکھنے کو مل رہا ہے جو میراث نبوی اور تراث اسلامی کی حفاظت کررہی ہیں اور اس سے مسلمانوں کی ایک شناخت ہے، آج اس شناخت کو مٹانے کی ناروا کوششیں کی جارہی ہیں، لیکن اللہ محافظ ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آج جب ہر طرف عصری علوم کا تسلط اور ہر سو مغربی تہذیب وثقافت کا غلغہ ہے اور یہود و ہنود بھی اپنی تہذیب کو دنیا میں رائج کرنے اور لوگوں کے رگ و ریشہ میں پیوست کرنے کی انتھک کوششیں کررہے ہیں اور ساتھ ہی صلیبی عقائد وتعلیمات کو بالجبر نافذ کرنے کی جہدوجہد میں مشنریاں مشغول ہیں، ایسے وقت میں یہ مدارس مسلمانوں کی دینی حمیت وملی غیرت کا ثبوت ہیں، اور اپنی بے سروسامانی کے باوجود دینی تعلیم وتربیت اور اسلامی عقائد وافکار اور سیاست ومعاشرت میں اسلام کی تعلیمات کی جس طرح شمع روشن کئے ہوئے ہیں اور مسلمان مغربی تہذیب وثقافت کی آندھی میں اپنی شناخت بچانے میں کامیاب ہوا ہے انہیں مدارس ومکاتب کی مرہون منت ہیں۔

ایک زمانہ تھا جب فلسفہ یونانی نے عالم اسلام پر اپنی تہذیب وثقافت کو بحث ومباحثہ کے ہتھیار سے عالم اسلام پر یلغار کیا تھا اس وقت عالم اسلام کے تعلیمی ادارے، مراکز اور علماء اسلام نے اسے وقتی طوفان سمجھ کر نظرانداز کردیا ہوتا اور آنکھ پر پٹی باندھ کر اور منھ میں ستو رکھ کر اس کے گزرجانے کا انتظار کرتے تو اسلامی عقائد وافکار کا پورا ڈھانچہ فلسفہ یونان کی حشر سامانیوں کے نذر ہوجاتا، لیکن انہیں مدارس اور ان سے وابستہ علماء وائمہ نے پورے دم وخم کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

اس وقت ہمارے وطن عزیز میں بھی مدارس کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جارہی ہیں تاکہ ہماری اسلامی شناخت کو مٹایا جاسکے اور ہمارے نونہالوں کو دین وشریعت سے دور کیا جاسکے۔ اور مدارس کی تعلیم کے معاملے میں تو ہم خود بھی بہت غفلت کے شکار ہیں۔ ابھی حال ہی میں یوپی کے بعض مدارس کا جائزہ لینے کا اور اساتذہ کی کارکردگی پر نظر ڈالنے کا اتفاق ہوا تو مجھے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ ان مدارس ومکاتب کو کسی خارجی سازش سے شاید اتنا نقصان نہ ہوا ہو جتنا خود کی لاپرواہی نے نقصان پہونچایا ہے۔ دوسو طلبہ وطالبات کے لئے دو مدرس کیا پڑھائیں اور کیا سکھائیں، وسائل تعلیمیہ کی بات کی جائے تو بعض مکاتب میں صحیح سے بلیک بورڈ تک نہیں ہیں۔

اور تعجب اس پر ہوا کہ سب اس بودی سسٹم سے مطمئن نظر آتے ہیں، ابھی حال ہی میں ایک پروگرام میں میں نے ارباب حل وعقد کے سامنے مدارس ومکاتب کے لئے جامع نصاب کی ترتیب کی بات رکھی تو ایک صاحب اپنے مکتب کی نصاب کی تعریف میں یہاں تک کہہ گئے کہ ہمارا نصاب لائق تقلید ہے، لوگ اسے اپنے مکاتب ومساجد میں داخل کرسکتے ہیں جبکہ وہ نصاب چند کتابوں کے نام پر بس تھا جسے انہوں نے جامع نصاب کہا۔

مدارس ومکاتب کے اجتماعی کردار پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے بلکہ بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے بس میں یہ گزارش کروں گا کہ ہماری ملی قیادت اور ارباب حل وعقد اس صورت حال کا سنجیدگی سے نوٹس لیں اور ایک جامع نصاب مرتب کیا جائے اور ماہر، لائق وفائق اساتذہ کرام کی تقرریاں ہوں جو پیشہ وارانہ نہیں بلکہ خیرخواہانہ وہمدردانہ جذبے سے سرشار ہوں اور مدرسی کو محض پیشہ نہ سمجھیں بلکہ انبیائی مشن سمجھ کر انجام دیں اور مدارس منظم ومستحکم نظام کے تابع ہوں اور منتظمین ہوش منداور ہنرمند ہوں جو دینی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہوں اور تعلیم کی اہمیت سے واقف کار ہوں۔

مدارس میں اصلاح وترقی زمانے اور وقت کے لحاظ سے ہوتی

رہے یہ بہت ضروری ہے مگر اصلاح وترقی ایسی نہ ہو کہ مدرسہ کی شناخت ہی مٹ جائے، آج بہت سے مدارس اس دوڑ میں شامل ہوگئے جو مدارس کے نام تک تبدیل کر چکے ہیں۔

اس معاملے میں سب سے بڑی ذمہ داری علماء کرام پر عائد ہوتی ہے اگر انہوں نے اپنی ذمہ داری سے چشم پوشی کی تو کئی نسل عصری دانش گاہوں کا رخ کرے گی اور ان کے اندر کی مسلمانیت مرجائیگی اس لئے مسلمانوں کو مسلمان بنائے رکھنے کی ذمہ داری کل بھی علماء کرام کی تھی اور آج بھی انہیں کی ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں مدارس کو اپنی شناخت اور حیثیت کو بچانے کے لئے مختلف چیلنجز کا سامنا ہے، اعداء اسلام آج سے نہیں دورِ قدیم سے اسلام کی شمع کو بجھانے اور مسلمانوں کے دلوں سے قرآن کریم کو نکالنے اور قرآن وسنت کی تعلیم سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کی تمام کوششیں کی جارہی تھیں اور وہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ کہیں مدارس کے سروے کے نام پر تو کہیں انہیں دہشت گردی کا اڈہ قرار دیکر، اللہ ان قلعوں کی حفاظت فرمائے۔

دوسری طرف ہمیں مرعوب کرنے کے لئے اور نئی نسل کے ذہن میں زمانے کی ترقی کا دھونس بٹھا کر اور یہ باور کرا کر کہ تم زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے جب تک عصری علوم میں مہارت پیدا نہیں کر لیتے، آج ایک بڑی تعداد ہے بچوں کی جو مدارس سے بیزاری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں، لہٰذا ہمیں بھی وقت کے ساتھ مدارس کے نظام اور نصاب میں تبدیلی واصلاح کی کوشش ہونی چاہئے۔

آج تہذیبوں کا تصادم ہے اور اغیار اپنی تہذیبوں کو عام کرنے میں پہلے سے کہیں زیادہ سنجیدہ ہیں ایسے میں ہم اپنی تہذیب کو اپنے بچوں میں بچپن ہی سے نہ نافذ کر پائے اور انہیں اس کا پابند نہ بنایا تو اغیار کے ثقافتوں سے ہم اپنے بچوں کو نہ روک سکیں گے، اس کی ایک مثال جشن یوم پیدائش (Birth Day) ہے بچے بہت شوق سے اسے مناتے ہیں۔

یاد رکھیں ہماری ایک تہذیب ہے، ہماری تہذیب اور ہمارا کلچر دین اسلام سے معنون ہے اور اس کی حفاظت میں دینی مدارس کا بڑا رول ہے اس رول کو مدارس ہی نبھا سکتے ہیں آج بچے جو کلمہ توحید پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں وہ مدرسے کی چوکھٹ سے گزرے ہوتے ہیں۔

مدارس کو آج ایک اور چیلنج کا سامنا ہے اور وہ مالی و مادی مسئلہ ہے۔ کووڈ ۱۹ر کے بعد پوری دنیا کی معیشت تباہی کے دہانے پر پہونچ گئی ہے اور ہر چھوٹا و بڑا کاروباری اس سے متاثر ہوا ہے، اس میں سب سے بڑے چیلنج کی صورت میں مدارس کے سامنے یہی کھڑا ہے۔ اس میں عوام الناس کی ذمہ داری بڑی ہوجاتی ہے کہ اسلام کا جو نظام زکاۃ وصدقات ورفاہِ اوقاف ہے اس میں دلچسپی دکھائیں اور مدارس کے تقاضے کو ملحوظ رکھیں اور یہ واحد حل ہے اور اس سے آگے صدقہ عامہ جس کا رواج ہماری زندگیوں سے نکل گیا ہے، اسے زندہ کرنے کی ضرورت ہے اور جب یہ فروشانہ عمل شروع ہوجائیگا تو یہ مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے مدارس کی حفاظت فرمائے اور اس کے تئیں ہمیں ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

تعلیم وتعلم

مکاتب اسلامیہ

افادیت واہمیت

انصار زبیر محمدی (صدر اسلامک فقہ اکیڈمی ممبئ)

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ابلیس کی زبان سے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں
وہ کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

ابلیس اپنے خیالات اور خدشات کا اظہار کرتے ہوتے مزید کہتا ہے: "میں جانتا ہوں کہ یہ امت قرآنی پیغام کی حامل اور اس پر عامل نہیں، مال کی محبت، ذخیرہ اندوزی او رنفع رسانی کے بجائے نفع طلبی اور سرمایہ داری اس کا بھی مذہب بنتی چلی جارہی ہے، لیکن زمانے کے انقلابات اور تقاضوں سے مجھے خطرہ ہے کہ وہ کہیں اس امت کی بیداری کا سامان نہ بن جائیں۔"

یہ ایک سچائی ہے کہ اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے ہر فتنہ کے بعد مسلم عوام میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور غیروں میں اسلامی تعلیمات پر غور وفکر کرنے او رمعلومات حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ اسلام اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے لگتے ہیں، اس کی حقیقت کو سمجھنے کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں بہت سے خوش نصیب اسلام کی آغوش میں آجاتے ہیں اور یہ بات قریباً دنیا کے تمام ملکوں میں پائی جارہی ہے، جس کو عالمی میڈیا کبھی نمایاں نہیں کرتا ہے، اسے تو صرف کسی مسلمان کی معمولی، بلکہ فرضی غلطی کو نمایاں کرکے پیش کرنے سے دلچسپی رہتی ہے، کیا یہ حقیقت جھٹلائی جاسکتی ہے کہ وہی اندلس جہاں اقبال نے بڑے درد سے کہا تھا: "آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری زمیں بے اذاں" اب اسی اندلس میں اذان بھی ہونے لگی ہے۔ وہاں پہنچنے والے مسلمان جمعہ اور جماعت کا بھی نظام قائم کرنے لگے ہیں، پاور اور سپر کہے جانے والے بعض مغربی ممالک جہاں سب سے زیادہ اسلام او رمسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں اسلام کے بارے میں معلومات کے جذبات ابھرتے ہیں، پھر اس کا مطالعہ اور حقیقت تک پہنچنے کے بعد بہت سے خوش نصیب ایمان لاتے ہیں۔

اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اسلام پر ہونے والے ہر حملہ کے لئے ہمارے یہ مدارس ومکاتب ہمیشہ ایک مسلح فوج کی طرح سینہ سپر رہتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اسلام کی نشرواشاعت میں ہمارے ان مدارس ومکاتب کا بڑا اہم رول ہے، اسی لئے ان کی حیثیت مجروح کرنے کے لئے ان پر برابر تنقید ہوتی رہتی ہے، ان مدارس کو چلانے والے مخلصین اور بہی خواہان دین وملت تنکے تنکے جمع کرکے اس ماحول میں جہاں تعلیم مہنگی سے مہنگی ہوتی جارہی ہے، طلبا کے لیے نہ صرف یہ کہ مفت تعلیم کا انتظام کرتے ہیں، بلکہ نادار طلبا کے قیام وطعام کا بھی انتظام کرتے ہیں اور خاص حالات میں ان کی دیگر ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں،

انہیں کتابیں تک مفت مہیا کی جاتی ہیں ، پھر انہی طلبا میں سے اچھی خاص تعداد ایسی نکلتی ہے، جو دعوت واصلاح کے کام میں لگ جاتے ہیں ،ایک معتد بہ تعداد مدارس میں تعلیم وتربیت کا کام انجام دیتی ہے، بعض منبرومحراب کی زینت بن کر قوم کی رہنمائی کرتے ہیں،ان میں وہ فارغین بھی ہوتے ہیں جو اپنے علاقہ کی بنجر زمین میں عقیدۂ توحید کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے دینی ادارے قائم کرتے ہیں، بعض ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دوسرے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہنچ کر اسلامی شعائر کو باقی رکھنے میں بڑا کردار ادا کرتے ہیں، اگر ان کی ظاہری وضع قطع میں اہل دین کی نظروں میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے دلوں میں دینی جذبات واحساسات موجزن رہتے ہیں، ان میں وہ جواں مرد بھی ہوتے ہیں جو دوسرے ملکوں میں دین وایمان کی قندیل روشن کرتے ہوئے اسلام کا تعارف کراتے ہیں۔

مکاتب ومدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا جو سب سے کم درجہ ہوتا ہے وہ یہ کہ مدارس میں آنے والے کا ایمان وعقیدہ محفوظ ہو جاتا ہے، اس کی فکر ونظر کا محور صحیح سمت ہو جاتا ہے ، ایسا شاذ ونادر ہی پیش آتا ہے کہ کوئی جدید افکار ونظریات کا شکار ہو کر الحاد و دہریت کی راہ اپنا لے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں جو لوگ اپنے خیالات ومشوروں سے اہل مدارس کو نوازنے کی فکر پیش کرتے ہیں ، یا یہ کہا جائے کہ نوجوانانِ ملت کے بارے میں اپنی فکر وہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، یہ کوئی تعجب خیز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے، جو شخص جس ماحول میں رہتا ہے، اسی دائرہ میں اس کا علم وفکر بھی اپنا کام کرتا ہے اور وہ اسی کا اظہار کرتا ہے ۔ مدارس کی افادیت واہمیت کو وہی لوگ زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں جو اپنے خونِ جگر سے پوری انسانیت کو زندگی کا صحیح رُخ دینا چاہتے ہیں، یا وہ لوگ جو مدارس ومکاتب سے مسلم قوم کا رابطہ کم ہو جانے کے نقصانات کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور روابط کے انقطاع کے خطرناک اثرات کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں، اس سلسلے میں جو انصاف پسند اہل علم اسلام کی تاریخ اصلاح ودعوت اور تجدید دین کی جانفشانیوں کا مطالعہ کریں گے، ان کو صاف معلوم ہوگا کہ روئے زمین پر اس وقت انسانیت کا جو بچا کھچا سرمایہ نظر آ رہا ہے، وہ انہیں بوریہ نشینوں کا کارنامہ ہے، ورنہ تاریخ اسلام میں جو انقلابات آئے ہیں، وہ اس کی رہی سہی طاقت ختم کر دیتے اور اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح تحریف وغلو کا شکار ہو چکا ہوتا ہے، دورِ اکبری میں اگر اس دور کے غیور علماء نے اپنا حکیمانہ رول ادا نہ کیا ہوتا تو آج یہاں اسلام کی اصل تعلیمات کا کیا حال ہوتا؟ پھر اس سرمایہ کی حفاظت خانوادہ وسلسلہ ولی اللہی نے جس طرح کی، اس سے کون انصاف پسند صاحب علم انکار کر سکتا ہے؟ اس کے بعد شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مسند درس نے مسجد کی چٹائی پر بیٹھ کر پورے عالم میں علم کی جو شمع روشن کی اس سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے؟ پھر انکے تلامذۃ نے مکاتب ومساجد کے ذریعہ اسلامی عقیدہ کی جس طرح آبیاری کی اس کے اثرات سے انکار کی جرات کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اللہ کی توفیق سے یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

دراصل اسلامی مدارس ومکاتب حفاظتِ دین کے قلعے اور علوم اسلامیہ کا سرچشمہ ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے جو ایک طرف اسلامی علوم کے ماہر، دینی کردار کے حامل اور فکری اعتبار سے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں، دوسری طرف وہ

مسلمانوں کی دینی و اجتماعی قیادت کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔ان میں تہذیب وثقافت،غیرت وحمیت،ایمان داری، وفاشعاری اوران تمام اخلاقی ومعاشرتی قدروں کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے،جن سے دنیا میں بسنے والے ایک امن پسند شخص کو آراستہ ہونا چاہیے۔

ان مدارس نے امتِ مسلمہ کو دین کے ہر شعبے میں رجالِ کار دیے ہیں؛خواہ عقائد ہوں یا عبادات، یا معاملات، یا معاشرت، یا اخلاق،غرض کہ دینی زندگی کے تمام شعبوں میں امت کی راہ نمائی کے لیے افراد تیار کیے ہیں۔ان اداروں میں امت کے نونہالان غذائے روحانی کے ذریعہ نشوونما پاتے ہیں اور تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوکرایک مضبوط تناور درخت بن کر عوام الناس کواپنے گھنے سائے اور میٹھے پھلوں سے مستفید کرتے ہیں ۔جونازش ملک وملت ہوا کرتے ہیں،جن کے ذریعہ اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہرقسم کے آندھی وطوفان کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

تمام مدارس اور دینی اداروں نے اپنے مقصد تاسیس کی روشنی میں تعلیم کے ساتھ تربیت کو اولیت دی ہے۔اور مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو درست سے درست تر بنایا ہے۔ملک کی شرحِ خواندگی کو بڑھانے میں نہ صرف حکومت وقت کا ہاتھ بٹایا؛ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حکومت کی مدد کی ہے۔اسلامی اخلاق اور انسانی قدروں کی آبیاری کی ہے۔برادرانِ وطن کے ساتھ یک جہتی ورواداری اور صلح وآشتی کے ساتھ پر امن بقائے باہم کے اسلامی اصول پر سختی سے عمل کیا ہے۔فرقہ وارانہ میل جول اور ربط وتعلق کو فروغ دیا ہے اور ملک وقوم کی تعمیر وترقی ،وطنِ عزیز کی آزادی وخودمختاری کے لیے اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے ایک مثال قائم کی ہے۔آزادی کی لڑائی میں کم وبیش پانچ لاکھ سے زائد جن علماء نے اپنی جانوں کی قربانی پیش کی ہے وہ انہیں مدارس ومکاتب کے فیض یافتہ تھے۔

آزادی وطن کی تحریک میں دینی مدارس کے علماء وفضلاء کا جو رول رہا ہے،وہ ایک تاریخی ریکارڈ کا درجہ رکھتا ہے۔فضلائے مدارس نے ہی اسلام کی عزت وناموس کی پاسبانی کی اور بگڑی ہوئی معاشرت کو سنوارا۔ان مدارس سے وطن کے سپاہی ،ملک کے محافظ اور مجاہدینِ ملت پیدا ہوئے ہیں،جنھوں نے باطل کے ایوانوں میں غلغلہ پیدا کردیا اور عملاً میدان میں اتر کر سرفروشی کی بھی سنت تازہ کردی۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ دینی مکاتب ومدارس نہ ہوتے تو امت کو دین متین کی صحیح شکل ملنی مشکل تھی۔معاشرہ میں باطل کے پھیلائے گئے جال سے چھٹکارا نہ ملتا۔صلح وآشتی اور امن وسکون قائم نہ ہوتا۔ملک وقوم کی ترقی نہ ہوتی۔وطنِ عزیز کو سامراجیت سے آزادی نہ ملتی اور ملک کے مسلمان اپنے بہت سارے حقوق سے بھی محروم رہ جاتے۔

ملک کی آزادی کے بعد ملت کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو پھر سے جمع کرنا اور تنکے سے آشیانہ بنانا جیسے مشکل ترین کام کو صحیح معنوں میں مدارس کے تربیت یافتہ علماء نے ہی انجام دیا،مناسب وقت پر ملتِ اسلامیہ کی دست گیری کی اور اسے منزل جستجو میں سرگرم کرنے کا فریضہ انجام دیا۔

اس سلسلے کا سب سے اہم پہلو تعلیم کے پھیلاؤ اور خواندگی کے مشن کو تحریک دینے اور آگے بڑھانے کا ہے۔پہلی وحی ''اقراء'' کے پیغام کو عام کرنے کے لئے مدارس ومکاتب نے بنیادی تعلیم کو اُن پسماندہ اور خاک نشین طبقے کے لیے بھی آسان اور قابل

حصول بنا دیا، جہاں تک پہنچنے میں حکومتی مشنریاں تھک ہار جاتی ہیں۔

تعلیم کے فروغ میں مدارس اور حکومت کی کارگردگی کا موازنہ کیا جائے تو مدارس کی خدمات نمایاں نظر آتی ہیں۔ ملک میں جو تعلیم گاہیں قائم ہیں، چاہے وہ ابتدائی وثانوی تعلیم کے عصری ادارے ہوں یا اعلیٰ تعلیم کے، وہ پرائیوٹ سطح پر چل رہے ہوں یا حکومت کی سرپرستی میں، بچوں کے والدین یا حکومت کی طرف سے اس کی مکمل کفالت کی جاتی ہے۔ جن والدین کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے، وہ اپنے بچوں کے لیے بڑی بڑی ڈگریاں آسانی سے خرید لیتے ہیں۔ ان اسکولوں میں ڈونیشن، ماہانہ اور سالانہ فیس بھی ادا کرنی پڑتی ہیں۔ گویا یہ اسکول اور کالج قوم کے فرزندوں سے روپے اینٹھتے ہیں، پھر انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے برخلاف مدارس ہیں کہ وہ ملک کو دیتے بہت کچھ ہیں؛ لیکن لیتے کچھ نہیں۔

مفت تعلیم، جو ایک فلاحی ریاست کے تصور میں ترجیحی حیثیت رکھتی ہے، ملک کے مدارس اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ تعلیم کو ہر اعلیٰ وادنی طبقہ تک یکساں طور سے پہنچانے میں حکومتی اسکیمیں ناکام رہی ہیں؛ لیکن دینی مدارس کا تعلیمی وتنظیمی ڈھانچہ ہر طبقے کے لیے یکساں طور پر یکساں تعلیم کو یقینی بناتا ہے۔

امداد باہمی اور خدمت خلق کے میدان میں دینی مدارس کے فضلاء کی خدمات نمایاں ہیں۔ قدرتی آفات اور دیگر مواقع پر مدارس کے فضلاء اپنی خدمات فراہم کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ یہ مدارس اپنے طلبہ میں محنت و جفاکشی کا مزاج پیدا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس کے فضلاء آج ایسے عہدوں پر نظر آتے ہیں جو ان کے اختصاص سے ہٹ کر ہیں۔ حال میں کئی یونیورسٹیوں کے ذمہ دار اساتذہ دینی مدارس کے فضلاء ہوئے ہیں اور اب تو جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ اور عالمی زبانوں پر حاوی ہونا ان کے لیے کوئی بڑی چیز نہیں رہ گئی۔ قوم وملت کو عزت وشرافت اور باوقار زندگی عطا کرنے اور ملک کی تعمیر وترقی کو فروغ دینے میں مدارسِ دینیہ نے اَن مٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ مدارس مجموعی طور پر پورے ملک اور قوم کا اثاثہ ہیں۔ ان کی حفاظت اور نصرت واعانت کی کوششوں میں ہاتھ بٹانا ہر ایک کا فریضہ ہے۔

یوں تو امت کا سب سے پہلا مکتب غار حراء ہے، اور پہلا سبق اقرا ہے، اس کے بعد تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ دار ارقم سے ہوتے ہوئے مسجد نبوی شریف کے ایک چبوترہ سے پروان چڑھا، جہاں اصحاب صفہ اپنی علمی پیاس بجھایا کرتے اور پھر وہاں سے کسب فیض کر کے پوری دنیا میں پھیل گئے، اردو کے معروف شاعر فضا ابن فیضی نے سرشاخ طوبی میں ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امیت کو فاضل مکتب حراء کہہ کر بیان کیا ہے۔

روایتی طور پر مدرسہ کا وجود سب سے پہلے اہل نیشاپور کے یہاں عمل میں آیا جہاں نیشاپور کے علماء نے "مدرسہ بیہقیہ" کی بنیاد رکھی تھی۔ نیشاپور میں اس کے علاوہ ایک مدرسہ سلطان محمود غزنوی نے، ایک اس کے بھائی نصر نے مدرسہ سعیدیہ کے نام سے قائم کیا تھا اور چوتھا مدرسہ امام ابن فورک (متوفی ۴۰۶ھ) کا وجود میں آیا تھا۔ اس کے بعد مدرسہ نظامیہ بغداد قائم ہوا، اس مدرسہ کی نسبت اس کے بانی نظام الملک طوسی کی طرف ہے جو سلجوقی دور کا وزیر اعظم تھا۔ یہ مدرسہ ۴۵۹ھ/۱۰۶۶ / میں قائم ہوا۔ شاہی سرپرستی میں چلنے والا یہ مدرسہ طلبہ اور اساتذہ کیلئے ہر قسم کی سہولیات سے آراستہ تھا۔ امام غزالی اور امام ابواسحاق

شیرازی اس مدرسہ کے اساتذہ تھے۔مجد الدین فیروز آبادی اس مدرسہ کے فیض یافتہ تھے۔ (الکامل فی التاریخ لابن الاثیر:۱۰/۷۷)

سلطان محمود غزنوی ہندوستان میں فتوحات کے دوران متھرا شہر کی خوبصورت جامع مسجد سے متاثر ہوئے تو حکم دیا کہ غزنی میں ایک عالی شان مسجد بنوائی جائے۔چنانچہ ایک کثیر رقم خرچ کر کے ایک نادرۂ روزگار مسجد تیار کی گئی جسے عروس الفلک (آسمانی دلہن) کا نام دیا گیا۔اسی مسجد میں علوم نقلیہ وعقلیہ کی تدریس کے لئے ایک بہترین دار العلوم تعمیر کرایا۔یہاں پر کامل ترین علماء وفضلاء ایشیاء بھر کے طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔یہ کالج ایشیاء بھر میں اپنی نظیر آپ تھا۔(دولت غزنویہ،ص:۱۲۸۱)

یورپ کے ملک اندلس (اسپین) میں جو مسلمانوں کے زیر نگین تھا قرطبہ اور غرناطہ علم وفن اور ارباب کمال کے بڑے مرکز بن گئے تھے۔قرطبہ کی مشہور عالَم "جامع مسجد قرطبہ" میں خلیفہ الحکم ثانی نے جامعہ قرطبہ کے نام سے ایک بڑی یونیورسٹی قائم کی تھی۔ جہاں پر مفت تعلیم کا انتظام تھا، یہاں پر مشرق و مغرب کے جلیل القدر اساتذہ تدریس کی خدمت پر مامور تھے اس یونیورسٹی کی عظمت کا اندازہ اس کے کتب خانہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے،جس میں چار لاکھ نادر کتابیں موجود تھیں اور اس کی صرف فہرست چوالیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ (اخبار الاندلس اردو ترجمہ،ص:۶۵۶)

جامعہ ازہر (مصر) فاطمی امراء نے ۳۵۸ھ میں مصر فتح کیا تو قاہرہ کو اپنا مذہبی مرکز بنا کر یہاں ۳۵۹ھ/ ۹۷۰/ میں جامع مسجد ازہر کی بنیاد رکھی۔ پہلے فاطمی خلیفہ العزیز باللہ نے اس میں ایک شاہی مدرسہ کھولا۔ جہاں پر منقولات اور معقولات کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا تھا۔بہت جلد یہاں پر اطراف واکناف کے طلبہ جمع ہو گئے۔جن کی تعلیم، کھانے پینے، رہائش اور دیگر سہولتوں کا مفت انتظام تھا۔فاطمی امراء شیعہ تھے اور انھوں نے اس مدرسہ کو زیادہ تر سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔لہٰذا جب صلاح الدین ایوبی نے مصر فتح کیا تو یہاں پر شافعی مذہب کے مطابق تعلیمات کو رواج دیا۔یہ مدرسہ آج تک جامعہ ازہر کے نام سے قائم ہے اور یہ عالم اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم یونیورسٹی کے طور پر جانی جاتی ہے۔(تاریخ الدولۃ الفاطمیہ،حسن ابراہیم طبع قاہرہ،ص:۳۲۹)

مذکورہ مدارس کی پیروی میں بعد میں بہت سارے مدارس کا قیام عمل میں آیا۔چنانچہ نور الدین محمود بن زنگی نے دمشق اور حلب میں اور پھر صلاح الدین ایوبی اور اس کے خاندان نے مصر، دمشق اور یروشلم میں بڑی تعداد میں مدارس قائم کئے جن کی تفصیل المقریزی کی کتاب "الخطط" اور نُعیمی کی کتاب "الدارس فی تاریخ المدارس" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان مدارس کے پیدا کردہ چند مشہور علماء کرام:

ابتدائی دور کے ان مدارس نے چوٹی کے علماء کرام پیدا کئے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ان کے علم وعمل کا ڈنکا ہزار سال گذرنے کے باوجود آج بھی بج رہا ہے۔ان میں سے چند ایک کا ذکر اجمالی طور پر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

امام محمد بن محمد الغزالی (۴۵۰ھ-۱۰۸۵ھ) میں پیدا ہوئے۔آپ نے امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک الجوینی کے پاس مدرسہ نظامیہ بغداد میں پڑھا۔فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں استاذ مقرر ہوئے اور ترقی کرتے کرتے صدر نشین کے درجہ تک پہنچ گئے۔آپ کی تالیفات میں سے احیاء علوم الدین، یاقوت التاویل (تفسیر قرآن چالیس جلدوں میں) اور مقاصد

الفلاسفہ مشہور ہیں۔(۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) میں وفات پائی ہے۔احیاء علوم الدین کا ایک جامع اختصار {منہاج القاصدین } کے نام سے علامہ ابن قدامہ نے کیا ہے، جو اہل علم کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے، شیخ علی بن عبدالحمید الحلبی الاثری نے اس کی تحقیق بھی ہے۔

ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا (۳۷۰ھ-۹۸۰ء) کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور دینی علوم کے علاوہ ریاضی، منطق اور طبعیات کے علاوہ طب و ادب میں کمال حاصل کیا۔ مختلف شاہی درباروں سے منسلک رہے اور شاہی کتب خانے استعمال کئے۔سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں جن میں "الشفاء" اور "القانون" صدیوں تک یورپ کے طبی کالجوں میں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔(۴۲۸ھ-۱۰۳۷ء) کو ہمدان میں وفات پائی ہے۔

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی خوارزم میں (۳۶۲ھ-۹۷۳ء) کو پیدا ہوئے۔علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔عربی، فارسی، سنسکرت، ترکی، عبرانی اور یونانی زبانوں کے ماہر تھے۔ ہیئت، طبعیات، جغرافیہ اور ریاضی میں عالمی سطح کے محقق تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۱۳ بتائی جاتی ہے۔جن میں سے کتاب الہند اور الآثار الباقیہ مشہور ہیں۔ شاہی درباروں سے منسلک رہے۔ سلطان محمود غزنوی نے آپ کو اپنے دربار میں بلند مقام دیا تھا۔(۴۴۰ھ-۱۰۳۵ء) کو وفات پائی ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۳۸۴ھ تا ۴۵۸ھ) نے نیشاپور کے مدرسہ میں الحاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔آپ بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ اور علم اصول کے ماہر تھے۔آپ کی تالیفات ایک ہزار جلدوں پر مشتمل ہیں۔جن میں المبسوط فی فروع الشافعیہ، کتاب الکبیر اور دلائل النبوّہ مشہور ہیں۔

امام یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر (۳۶۸ھ-۹۷۸ء) کو بمقام قرطبہ، اندلس (اسپین) پیدا ہوئے۔تمام علوم خصوصاً علم حدیث میں بلند مقام حاصل کیا۔آپ کی تصانیف کی ایک لمبی فہرست ہے۔ یہ تصانیف سینکڑوں جلدوں پر مشتمل ہیں جن میں التمہید (ستّر جلدوں میں) الاستیعاب، جامع بیان العلم وفضلہ اور الانتقاء مشہور ہیں۔ ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔

اسلامی تعلیم وتربیت کے احیاء کے لئے اس دور میں قائم کردہ مکاتب ومدارس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1-بادشاہوں اور امراء کے قائم کردہ مدارس۔

2-مخیر علماء کرام کے قائم کردہ مدارس۔

3-عوام کے تعاون سے چلنے والے مدارس۔

4- مساجد میں صباحی ومسائی چلنے والے مکاتب۔ {یہ سلسلہ ملک کے مختلف شہروں میں ماضی قریب سے جاری ہے}

ان تمام کی اہمیت مسلم ہے، اور ہر ایک کی خدمات واضح ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس ومکاتب کے قدیم نظام کا جدید انداز میں احیاء کیا جائے۔اوران کے ذمہ داران کا بھرپور تعاون کیا جائے۔

دنیا بھر میں مدارس کے خلاف اٹھنے والی آوازاور ایوان اقتدار کے گلیاروں میں رہنے والے شایدان مدارس ومکاتب کے نتائج سے واقف ہیں، انہیں یہ خدشہ ضرور ہے کہ اگر یہ چنگاری شعلہ جوالا بن گئی تو پوری دنیا کی قیادت اہل مدارس ومکاتب کے ہاتھ میں ہوگی۔اور یہی خدشہ ابلیس نے بھی ظاہر کیا ہے۔اس لئے ہمیں مکاتب کے نظام کو منظم کرکے افراد سازی پر توجہ دینی چاہئے۔

❁ ❁ ❁

تاریخ وسیرت

جماعت ومنہج کے بے باک ترجمان

شیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ

حیات وخدمات

ولادت:1965ء.....وفات:2020ء

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

جماعت کے بے باک ترجمان، معروف عالم دین ہمارے فاضل شیخ محمد مقیم فیضی صاحب لاک ڈاؤن کے پہلے فترے میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ فیضی رحمہ اللہ سے ہمارا یارانہ اس وقت ہوا جب میں 2001ء میں کاندیولی ممبئی جامعہ رحمانیہ تدریس سے وابستہ ہوا، آپ بھی اسی ادارے کے سینئر مدرس تھے، لیکن مجھ سے کچھ سالوں پہلے ہی جامعہ سے سبکدوش ہوچکے تھے، پورے علاقے اور شہر میں آپ کا بڑا غلغلہ تھا، دعوت کے میدان میں بمبئی شہر کی سطح پر ہرسو چھائے ہوئے تھے۔ میری طبیعت اور عمل دونوں دعوت اور تبلیغ میں دلچسپی کا باعث تھے، میں نے بھی آپ کا ساتھ پکڑلیا، اس وقت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے داخلی اختلافات اور عہدے ومنصب کی رسہ کشی کے بیچ ہچکولے کھا رہی تھی، بس مرکز الاحیاء کے بینر تلے منہج وجماعت کا کام شیخ مقیم کی نگرانی میں رواں دواں تھا۔ میں نے بھی کئی مساجد میں تقریریں کیں، ماحول بنا، شیخ عبدالسلام سلفی اور دیگر علماء کے ساتھ یہ قافلہ چلتا رہا، جماعتی اختلافات اور سردمہری سے کوئی خوش نہیں تھا، دونوں دھڑوں کو ختم کرکے ایک متحدہ پلیٹ فارم بنانے کی سوچ بننے لگی، جماعت کے اساطین واعیان سے سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، شیخ مقیم فیضی اس کام میں سب سے آگے تھے، اور منہجی غیرت بیدار کرنے، افراد کو جوڑنے، اور ذہن سازی کرنے میں ماہر تھے، جلد ہی اپنی اسی تنظیمی صلاحیت ومنہجی غیرت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اتر گئے، اور پھر سب کو سرجوڑ کر بیٹھنے اور ایک نئے اور منظم انتخاب کے لئے مجبور ہونا پڑا، بالآخر دو تین ماہ کی مسلسل محنتوں، دوروں اور تنظیمی افراد کے ساتھ ملاقاتوں اور مشوروں کے بعد ایک منظم انتخاب کے ذریعہ نئے عہدیداران منتخب کئے گئے، جس میں مولانا عبدالسلام سلفی امیر اور مولانا سعید بستوی ناظم اور دیگر عہدیداران کے ساتھ مولانا محمد مقیم فیضی کو نائب ناظم بنایا گیا۔ جمعیت میں جان آگئی اور سلفی کارواں چل پڑا، در اصل ان سب تبدیلیوں اور پیش رفت وترقیوں کے پیچھے اصل میں شیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ ہی تھے۔ ذیل میں آپکی سوانح وخدمات کی مختصر جھلک پیش کی جارہی ہے۔ امید کہ قارئین اور شیخ رحمہ اللہ کے تلامذہ ومحبین کے لئے نفع بخش ہوگی۔

پیدائش، وطن، نام ونسب:

نام ونسب: مولانا محمد مقیم فیضی بن حامد علی بن شمشیر علی۔

پیدائش: آپکا آبائی وطن موضع بھرہ پو، ضلع پرتاپ گڈھ یوپی ہے اور پیدائش 1965ء کلکتہ شہر میں ہوئی، چونکہ آپکے والد یہیں پر ایک کمپنی میں ملازم تھے۔

مراحل تعلیم:

1. ابتدائی تعلیم کلکتہ کے معروف علاقے خضر پور میں ہوئی۔

2. عربی تعلیم * مدرسہ قرآنیہ تنویر العلوم داراپور، پرتاپگڈھ (گلستاں بوستاں وغیرہ۔ (اس وقت شیخ مقصود الحسن فیضی مدرس تھے۔) * جامعہ ریاض العلوم دہلی، عربی تیسری سے پانچویں تک (یہاں بھی شیخ مقصود الحسن مدرس تھے اور انھیں کے واسطے یہاں داخلہ ملا تھا۔اس وقت عبدالمنان برادرخورد مولانا عبدالرشید ازہری ناظم تھے۔ * اسکے بعد جامعہ سلفیہ اور جامعہ فیض عام وغیرہ داخلے کے لئے گئے مگر تاخیر ہوچکی تھی اس لئے بنارس کے ایک مدرسہ چراغ العلوم میں داخل ہوگئے اور ایک سال رہ کر عالمیت مکمل کی۔ * 1983ء میں جامعہ فیض عام مئو میں داخل ہوئے اور یہاں دوسال رہ کر فضیلت کی تعلیم مکمل کی اور 1985ء فارغ التحصیل ہوئے۔ * دوتین سال تدریس کے بعد 1989ء جامعۃ الملک سعود ریاض سعودی عرب میں داخلہ مل گیا یہاں تین سال رہ کر تدریب المعلمین وغیرہ کا کورس مکمل کیا۔اور 1991ء میں فارغ ہوکر بمبئی جامعہ رحمانیہ سے منسلک ہوگئے۔

مشاہیر اساتذہ:

آپکے مشاہیر اساتذہ میں آپکے ہم وطن شیخ مقصود الحسن فیضی (الغاط سعودیہ)، شیخ الحدیث مولانا امان اللہ سلفی رحمہ اللہ (بہار)، مولانا محمد یونس سلفی (بلرامپور)، مولانا محمود الحسن فیضی رحمہ اللہ (دہلی)، مولانا محفوظ الرحمن فیضی (مئو)، مولانا عبدالحمید فیضی (مئو)، قاری نثاراحمد فیضی رحمہ اللہ (مئو)، مفتی حبیب الرحمن رحمہ اللہ (مئو)، اور شیخ عبداللہ ظافر قحطانی اور دکتور راشد ریاض سعودی قابل ذکر ہیں۔

آپکے جونیر اور ہم وطن ساتھیوں میں مولانا ناصر ربانی ممبئی جو کافی عرصہ تک داراپور اور ریاض العلوم میں آپکے ساتھ پڑھ چکے ہیں، اور ہم سبق ساتھیوں میں مولانا امان اللہ سلفی کے صاحبزادہ پروفیسر ولی اختر ندوی تھے جو اسی کرونا کے فترہ میں چند ماہ قبل دہلی میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

تدریسی، دعوتی اور تصنیفی خدمات:

1 ـ فراغت کے بعد دوسال تک جامعہ دارالحدیث رحمانیہ سیڑم، گلبرگہ میں مدرس رہے اور کچھ مہینوں تک اپنے وطن کے قریب مدرسہ ابوبکر صدیق دیلھو پور، پرتاپ گڈھ میں بھی تدریس سے منسلک رہے، اسی اثناء میں ریاض داخلہ ہوگیا..اور پڑھنے کے لئے روانہ ہوگئے۔یہ فترہ 1986ء سے 1989ء تک ہے۔

2 ـ ریاض سعودی سے تین سال (1989ء تا 1991ء) تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1991ـ1992ء میں ممبئی کے مشہور ادارہ جامعہ رحمانیہ کاندیولی سے منسلک ہوگئے اور کم وبیش چھ سالوں تک وابستہ رہے۔صحیح بخاری اور حدیث ودیگر فنون کی اعلی کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں۔شیخ کا زمانہ یہاں مجھ سے چارسال پہلے 1991ء سے 1998ء تک کا تھا 1998 میں رحمانیہ سے سبکدوش ہوکر الاحیاء اور دعوت وغیرہ کے کام سے منسلک ہوگئے۔جامعہ رحمانیہ میں تلامذہ کی ایک بڑی تعداد آپ سے فیض یابی کا شرف پاچکی ہے۔فللہ الحمد

3.آپ فطری طور پر داعیانہ اوصاف وجذبے کے مالک تھے، ہمیشہ منہج ومسلک کی ترجمانی اور جماعت وجمعیت کے مشن کو آگے بڑھانے کا جذبہ تھا، جہاں بھی رہے دعوت سے وابستہ رہے۔ممبئی میں اسی نیک جذبے سے مرکز الاحیاء میں چار پانچ سال اور اسکے بعد صوبائی جمعیت ممبئی سے وابستگی ہوئی۔اور پھر رفتہ رفتہ اسی راہ کے مسلسل مسافر بن گئے۔

*2002ء میں صوبائی جمعیت کا انتخاب ہوا اور اپنے رفیق دعوت شیخ عبدالسلام سلفی کے ساتھ نائب ناظم منتخب ہوئے۔ قسمت نے یاوری کی اور اپنی ہمہ جہت منہجی ودعوتی خدمات اور جماعتی لگاؤ کی وجہ سے 2003ء ہی میں مرکزی جمعیت دہلی سے وابستہ ہوگئے اور دیکھتے دیکھتے اسکے نائب ناظم، خاص طور پر شعبہ دعوت وتبلیغ کے ناظم مقرر ہوئے، اور پھر پورے ہندوستان میں جماعت اور منہج کی ترجمانی، بڑی بڑی کانفرنسوں بالخصوص، پاکوڑ کانفرنس منعقدہ 2004 وغیرہ کے اسٹیج سے سب کے دلوں پر چھاگئے، آپ ہی اس عظیم الشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے کنوینر تھے۔منہجی غیرت ،سلفی دعوت کے گھر گھر پہونچانے اور اسکے عالمی فروغ کا جذبہ پیہم اتنا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ عمر عزیز کی بقیہ بہاریں سب اسی راہ کے لئے وقف کردیں، کچھ سالوں بعد دہلی سے ممبئی واپس لوٹ آئے اور اس کارواں کے سالار شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی رفاقت میں ایک منظم تبلیغ وہمہ جہت خدمات کے لئے صوبائی جمعیت سے جڑ گئے اور آخر تک لگے رہے۔ادھر آخری سالوں میں آپ جمعیت کے نائب امیر بھی تھے۔اور مولانا سعید احمد بستوی کی علالت اور وطن میں اقامت کی وجہ سے عموما ناظم کے سارے کام آپ ہی انجام دیتے تھے، اور پوری فعالیت، نشاط اور دلجمعی سے آفس کے دیگر دعوتی وتنظیمی امور کی نگرانی بھی فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ 2019ء کے اخیر میں جب سے آپریشن ہوا، طبیعت بگڑتی چلی گئی اور اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے سے بالکل معذور ہوگئے۔

4.کچھ دنوں تک مرکز الاحیاء کے زیر اہتمام شائع ہونے والے مجلہ السنہ کے مدیر اعلی رہے، اور برسوں سے صوبائی جمعیت کے ماہانہ میگزین الجماعۃ کے مدیر رہے۔مرکز کے دوران عمل جریدہ ترجمان کے بھی مدیر رہے۔

5.دہلی سے واپسی کے بعد کچھ دنوں تک اقرأ اسکول مجگاؤں ریاض بھائی دانے والے کے ساتھ وابستہ ہوگئے اور شعبہ عربی کے مشرف اور دیگر تعلیمی ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے۔

6.اپنے آبائی وطن میں ایک ادارہ "مدرسہ دارالحکمہ" نامی کچھ سالوں پہلے شروع کیا تھا، جس میں مکتب اور شعبہ نسواں فضیلت تک تعلیم ہوتی ہے۔آپ اس ادارہ کے بانی اور صدر تھے ۔یہ ادارہ آپکے بھائی مولانا عبدالمبین کی نگرانی میں جاری ہے۔

7فن مناظرہ اور اہل بدعت سے مقابلہ میں بھی آپ جری، نڈر اور ماہر تھے۔دوران تعلیم ریاض العلوم مولانا بلال دیوبندی سے باضابطہ لاٹھی بھی سیکھی تھی، اس میں مہارت کی وجہ سے بھی بڑے بےخوف اور ہمتی تھے۔شولہ پور، اڑیسہ اور ممبئی وغیرہ میں آپ نے مختلف موضوعات پر کئی مناظرے کئے ۔اڑیسہ کے مناظرے میں بمبئی سے راقم خاکسار عبدالحکیم مدنی، مولانا عبدالسلام سلفی، مولانا سعید احمد بستوی، اور مولانا عبدالحق سلفی رحمہ اللہ وغیرہم بھی شریک تھے۔اور جنوبی ہندوستان سے شیخ انیس الرحمن اعظمی ودیگر علماء واعیان جماعت نے بھی شرکت تھی۔مناظرہ کچھ دیر چلنے کے بعد حالات کی نزاکت کی وجہ سے صلح وصفائی اور وہاں سارے مسالک کے مسلمانوں کے باہمی

اتحاد اور میل جول پر اختتام پذیر ہوا۔

مشاہیر تلامذہ: ذیل میں جامعہ رحمانیہ ممبئی کے چند مشاہیر تلامذہ کے نام درج ہیں۔* مولانا ابوذر عبدالمجید مدنی ممبئی * مولانا عبدالسلام قمرالدین رحمانی لچھمی نگر (دہلی) * مولانا رضوان اللہ عبدالرحمن چودھری ممبرا * مولانا عتیق الرحمن رحمانی (نوگڈھ) * حافظ نذیر اختر رحمانی (کامن گاوں ممبئی) * مولانا عبدالرحمن سراجی (منکورا، سدھارتھ نگر) * مولانا مشتاق احمد دین محمد (شہرت گڈھ) * مولانا عبداللطیف دین محمد نیپالی * مولانا عبدالحق افتخار احمد نوری دربھنگہ * مولانا عزیز الرحمن شہاب الدین رحمانی ممبئی وغیرہم۔

تصنیفات: شیخ کے قلم میں اللہ نے غضب کی قوت عطا کی تھی، بہترین وعمدہ مضامین، مقالات اور کتابیں ہمیشہ لکھنے نیز عربی کتابوں کی ترجمانی واشاعت کے شوقین رہے۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں:

* پیرزادہ محدثین کی عدالت میں۔ * سلفی دعوت ایک تعارف۔ * قیامت کی نشانیاں۔ * ایمان کی کمزوری۔ * داعش عالم اسلام کے سینے میں گھو پا ہوا ایک خنجر۔ * عظمت صحابہ کے چند پہلو۔ * رقیہ وراقیوں سے متعلق سوال۔ * رقیہ مروجہ کے منکرات یہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جو 1800 صفحات پر مشتمل ہے اور صوبائی جمعیت سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

* اسکے علاوہ درجنوں علمی اور مفید مضامین، مقالات اور تقاریر وخطبات ہیں جو صوبائی جمعیت کے آرگن "الجماعۃ" اور جریدہ ترجمان ودیگر جماعتی رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

پسماندگان: پسماندگان میں ایک بیوہ، تین لڑکے اور پانچ بچیاں ہیں لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں: (۱) مولوی عبدالنافع ریاضی (ممبرا الاحسان اسکول میں مدرس ہیں)، (۲) حمید (آئی ٹی کررہے ہیں) (۳) عبداللہ (یہ کاروبار کررہے ہیں)، اللہ سب کو صبر وحوصلہ دے اور شیخ کے مشن پر چلنے کی توفیق دے۔

بیماری اور وفات: کافی سالوں سے ماوتھ کینسر جیسے مہلک مرض سے دوچار تھے، چنانچہ بیماری اور صحتیابی کے مراحل طے کرتے ہوئے دسمبر 2019 میں جب سے پانچویں بار آپریشن ہوا طبیعت بحال نہ ہوسکی، باتیں اور ملاقاتیں ہوتی رہیں، ادھر لاک ڈاون اور کرونا کی مصیبت درمصیبت۔ ایک دن بقرعید سے پہلے اچانک خبر ملی کہ شیخ کی طبیعت بہت نازک چل رہی ہے، میں اور جماعت کے بزرگ شیخ الطاف حسین فیضی کاندیولی سے ممبرا ملاقات کے لئے فوری روانہ ہوگئے، گھر پر ملاقات ہوئی، ہم سب آپکی جسمانی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے، اور پھر آج تین چار دنوں کے بعد یہ خبر بتاریخ 2 اگست 2020 مطابق 11 ذی الحجہ 1441ھ بروز اتوار، رات 1 بجکر 20 پر بجلی بن کر گری، کہ شیخ اب اس دنیا میں نہ رہے، اور اس طرح جماعت کا یہ مضبوط سپاہی ہم لوگوں سے رخصت ہو چلا، نماز جنازہ مولانا عبدالسلام سلفی نے پڑھایا اور ہزاروں سوگواروں کے پرنم آنکھوں کے ساتھ ممبرا ایم ایم ویلی قبرستان میں تدفین عمل آئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مصادر ومراجع: * ریکارڈ مرکز تاریخ اہل حدیث، بڑھنی سدھارتھ نگر * استفسار از شیخ فیضی وذاتی معلومات * افادات مولانا ناصر ربانی گونڈی، ہم وطن وزمیل شیخ * مجلہ الجماعۃ، ترجمان اور شیخ کی تصنیفات۔

وفیات

علماء کی وفات ایک عظیم خسارہ

مدیر

گذشتہ دوتین سال کا عرصہ جس کسمپرسی اور کلفت ووحشت میں گزرا ہے اس سے ہرکس وناکس واقف ہے، ایک طرف کرونا لاک ڈاون اور اسکی بندشیں اور اسکے پس منظر میں رونما ہونے والی مشکلات وپریشانیاں تو دوسری طرف اموات پر اموات، اورکثیر تعداد میں لوگوں کے دنیا سے چلے جانے کی خبریں، عوام تو عوام، خواص اور علماء کا اٹھ جانا اور دنیا سے رخصت ہوجانا اتنی کثرت سے ہوا کہ کلیجہ منہ کو آنے لگا، اس فترے میں عالم اسلام کی مقتدر وممتاز شخصیات بالخصوص ہمارے ملک ہندوستان کے جید اور کبار علماء، اور ہماری جماعت کی متعدد علمی، دعوتی وسماجی شخصیات ہم لوگوں سے جدا ہوگئیں اور ایسی کیفیت پیدا ہونے لگی کہ موبائل اور سوشل میڈیا پر انا للہ وانا الیہ راجعون کی خبریں دیکھ کر ہراسانی ہونے لگی، لیکن یہ موت ہے جو قدرت کا اٹل فیصلہ ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، آج نہ کل ہر کسی کی باری ہے، اس سے کسی کو رستگاری نہیں **فلنصبر ولنحتسب، فانا لله وانا اليه راجعون**۔ لاک ڈاؤن کے اس طویل فترے میں اور اسکے بعد سے لیکر اب تک ملک کے مختلف خطوں میں رخصت پذیر ہونے والے اپنے تمامی علماء، دعاۃ اور اعیان جماعت وجمعیت بالخصوص: ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی، حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا فضل الرحمن محمدی، مولانا یوسف جمیل جامعی، مولانا عین الباری عالیاوی، حکیم عبدالحنان سلفی، ڈاکٹر عبدالباری خان ڈمریا گنج، شیخ علی حسین السّلفی، مولانا محمد مقیم فیضی، مولانا محمد اسلم جامعی، مولانا عبدالمنان سلفی، حکیم اجمل خان، مولانا عبدالحی اصلاحی، امیر جماعت حافظ محمد یحییٰ دہلوی، مولانا عزیز الحق عمری مئوی، مولانا شہاب الدین مجاہد، ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی، مولانا صفی احمد رائچوری حیدرآبادی، مولانا نعیم الدین مدنی، ڈاکٹر آر۔کے نور محمد عمری، ڈاکٹر ابوحماد صغیر احمد المدنی، مولانا خالد حنیف صدیقی، ڈاکٹر عبدالباری خان مہسلہ، مولانا ابوبکر سلفی پیغمبر پوری، مولانا عتیق الرحمن مدنی، مولانا زکریا پرتاپگڈھی، مولانا نیاز احمد فیضی، حافظ محمد الیاس سلفی، مولانا فضل الرحمن سلفی مظفر پوری، ڈاکٹر عبدالحی مدنی، مولانا عبدالشکور اثری، ڈاکٹر عبدالعلی ازہری، شیخ نیاز احمد مدنی طیب پوری، شیخ عزیر شمس مدنی، مولانا عبدالرشید شائق، مولانا عبدالرحمن ساجدی سلفی، مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی ودیگر علماء واعیان جماعت کی وفات حسرت آیات پر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر وناظم، تمام عہدیداران اورارکان عاملہ وشوری گہرے دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولائے کریم ان کی بشری لغزشوں کی مغفرت فرمائے، انکے درجات بلند فرمائے، انکے اعمال وخدمات کو شرف قبولیت عطا کرے اور انکے اہل خانہ اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ **اللهم اغفرلهم وارحمهم وعافهم واعف عنهم وارفع درجاتهم والهم ذويهم الصبر والسلوان۔ فانا لله وانا اليه راجعون۔**

آئینۂ جمعیت و جماعت

رپورٹ کارکردگی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

(سن 1441ھ تا 1444ھ بمطابق سن 2019ء-2022ء)

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی شہر ممبئی، تھانہ اور دیار کوکن میں جماعت اہل حدیث کی نمائندہ تنظیم ہے۔ تنظیمی سرگرمیوں اور دعوتی جدوجہد کے حوالہ سے صوبائی جمعیت ملک بھر میں معروف ہے۔ وسیع لائحہ عمل، فعال تنظیمی اور دعوتی شعبہ جات اور مختلف دعوتی صلاحیتوں میں مہارت رکھنے والے علماء اور دعاۃ کی مضبوط ٹیم کے حوالہ سے صوبائی جمعیت ملک بھر کے اداروں میں اپنی خصوصی شناخت رکھتی ہے۔ اللہ کے فضل واحسان اور جماعت کے قیمتی تعاون کے ساتھ ہم اپنی وسعت بھر کوشش کر رہے ہیں تاکہ جماعت کی تنظیم اور تنسیق اور دعوت کی ذمہ داریاں جمعیت کما حقہ ادا کر سکے۔ ادھر لاک ڈاؤن اور اس کی بندشوں کی وجہ سے بہت سی سرگرمیاں موقوف تھیں لیکن اب بحمد للہ جمعیت اپنے کاز میں رواں دواں ہے۔ اللہ مزید توفیق بخشے۔ ذیل میں جمعیت کی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

1. شعبۂ تنظیم ورابطہ عامہ: صوبائی جمعیت اپنی ماتحت جمعیتوں کی کارکردگی کا استطاعت بھر جائزہ لیتی رہتی ہے۔ یہ جمعیات صوبائی جمعیت کے ساتھ مستقل رابطہ میں رہتی ہیں۔ صوبائی جمعیت مختلف ضروری اور مطلوبہ سرگرمیوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کراتی رہتی ہے۔

2. شعبۂ دعوت: حسب سابق امسال بھی اجتماعات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور متعدد مقامات پر ان کا انعقاد ہوا۔

- صوبائی جمعیت کے متعدد دعاۃ ممبئی کی مختلف مساجد کی جانب سے دعوت پر دروس اور اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔ موقع بموقع بیرون صوبہ بھی دعوتی پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں۔
- خطبات جمعہ دعوت وتبلیغ کا ایک موثر ذریعہ ہیں اس لئے صوبائی جمعیت ہر جمعہ ممبئی کی مختلف مساجد میں خطبہ جمعہ کی ترتیب کرتی ہے۔
- صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی حلقے کی مختلف مساجد میں دروس، خطبات جمعہ وغیرہ کے لئے علاقہ ہی کے معتبر علماء کی خدمات بھی حاصل کرتی ہے۔
- 4 جنوری 2020ء اتوار کے دن صوبائی جمعیت کی جانب سے حج ہاؤس پلٹن روڈ ممبئی میں ایک عظیم الشان کانفرنس بعنوان: سماجی انصاف اور مذہبی رواداری منعقد ہوئی جس میں شہر ممبئی کے علماء و جماعتی ذمہ داران کے علاوہ نامور سیاسی وسماجی شخصیتوں نے شرکت کی۔ جس سے کثیر تعداد میں لوگ فیض یاب ہوئے وللہ الحمد۔
- ائمہ مساجد کا مقام مسلم معاشرہ میں بہت بلند اور ان کی ذمہ داریاں انتہائی اہم ہیں جس کی وجہ سے صوبائی جمعیت ہر سال بڑے تزک واحتشام سے دورہ تدریبیہ کا انعقاد کرتی ہے۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے یہ سلسلہ منقطع تھا مگر اللہ کی مشیئت وتوفیق سے امسال 27/نومبر 2022ء بروز اتوار صبح نو بجے

سے صلاۃ عشاء تک مسجد اہل حدیث کپاڑیا نگر کرلا میں منعقد ہونے جارہا ہے۔ یہ دورہ جس میں تقریبا400/ائمہ ودعاۃ اور مہمانوں کی شرکت ہوگی۔اور ملک وبیرون ملک کے کبار علماء، دکاترہ اور ماہرین علم وفن محاضرات پیش کریں گے۔ صوبائی جمعیت اپنی روایت کے مطابق شرکاء کے لئے قیمتی تحائف بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے گی۔ اِن شاءاللہ۔

● حسب سابق امسال بھی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا سالانہ کانفرنس جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے تعاون سے ''جھولا میدان، مومن پورہ، بائیکلہ'' میں بتاریخ یکم جنوری ۲۰۲۳ء زیر صدارت مولانا عبدالسلام صاحب سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی منعقد ہونا طے پایا ہے۔ جس میں ملک کے نامور علماء کرام شریک ہوں گے اِن شاءاللہ۔

3. صوبائی جمعیت کی غیر منقولہ جائدادیں:

جوگیشوری ویسٹ ایس وی روڈ پر فیضان اپارٹمنٹ میں مسجد ومدرسہ کے لیے ایک مناسب کمرشیل ایریا صوبائی جمعیت کے نام رجسٹرڈ ہے، وہاں جمعہ، جماعت اور دیگر دینی سرگرمیاں بھی چل رہی ہیں الحمدللہ ابھی سال رواں میں بغل کا گالا بھی خرید کر مسجد کی مزید توسیع کردی گئی ہے جو احباب جماعت کے تعاون سے مکمل ہوا ہے اور اس طرح شہر ممبئی میں جمعیت کی ملکیت میں کل چار جائدادیں شامل ہوگئی ہیں۔

1) صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی موجودہ آفس، کرلا بس ڈپو کے سامنے، ایل بی ایس روڈ، کرلا ویسٹ

2) صوبائی جمعیت اہل حدیث کی قدیم آفس، آشیانہ اپارٹمنٹ، بالمقابل فوزیہ ہاسپٹل کرلا ویسٹ

3) جامع مسجد اہل حدیث کپاڈیہ نگر کرلا ویسٹ کے بغل میں ایک وسیع گالہ

4) مسجد اہل حدیث، ایس وی روڈ، فیضان اپارٹمنٹ، جوگیشوری ویسٹ

4. شعبۂ افتاء وتصفیہ معاملات: یہ جمعیت کا کافی فعال شعبہ ہے، جمعیت کے مفتی صاحبان مختلف مسائل پر آنے والے استفتا کا جواب باقاعدگی سے دیتے ہیں، تحریری وزبانی دونوں طرح سے یہ سرگرمی جاری ہے۔

طلاق وخلع جیسے مسائل میں بھی جمعیت کے ذمہ داران صلح صفائی اور نزاعات کے خاتمے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرتے ہیں اور فریقین کے لئے اپنے وقت کا بڑا حصہ لگاتے ہیں اور ان کی خیرخواہی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔

پورے سال میں تقریبا سو سے زائد فتاوے صوبائی جمعیت کی جانب سے ایشو کیے گئے جن کی نقول دفتر میں موجود ہیں۔

دیگر امور میں بھی باہمی نزاعات کے خاتمے کے لئے جو لوگ جمعیت سے رجوع کرتے ہیں ذمہ داران ان کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں۔

جماعتی احباب یا علماء کے لئے اگر مشیئت الٰہی سے جماعتی یا ملی اعتبار سے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو جمعیت امکانی تعاون کے لئے ہمیشہ تیار رہتی ہے اور ماضی میں کئی معاملات میں جمعیت نے اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کی کوششیں صرف کی گئی ہیں۔ وللہ الحمد۔

جمعیت کے علماء ذاتی ملاقات، فون اور سوشل میڈیا کے ذریعہ بھی عوام کی دینی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔

5. پریس ریلیز: مختلف سیاسی اور دعوتی معاملات میں اپنے موقف کی وضاحت اور عوام کی رہنمائی کے لیے صوبائی جمعیت کے دفتر سے پریس ریلیز جاری ہوتی رہتی ہے۔

6. شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ: اس شعبے کے تحت

مختلف اہم ترین موضوعات پر درجنوں کتابیں اب تک لکھی اور تیار کی جا چکی ہیں، نیز مختلف قسم کے دعوتی پمفلٹ، فولڈر اور کتابچے وغیرہ بھی تیار کئے گئے ہیں اور مزید کتابوں کے ترجمے، تالیف اور ترتیب کا کام جاری ہے۔

7. شعبۂ نشر واشاعت: اس شعبے کے تحت مختلف کتابیں منظر پر آئی ہیں اور یہ کتابیں بڑی تعداد میں مفت تقسیم ہوئی ہیں، اس شعبہ کے تحت شائع ہونے والی حالیہ کتابوں کی ایک سرسری فہرست حسب ذیل ہے:

1. **اتباع سنت یا تقلید مذاہب:** تالیف: امام صالح بن نوح، ترجمہ: عنایت اللہ مدنی، صفحات: 520
2. **اسالیب دعوت:** تالیف: شیخ عاطف سنابلی، صفحات: 72
3. **خطبۂ صدارت: پیغام حق کانفرنس:** تالیف: مولانا عبدالسلام سلفی، صفحات: 27
4. **قادیانیت کی حقیقت:** تالیف: شیخ ابوالقاسم سیف بنارسی، صفحات: 488
5. **خانہ ساز شریعت:** تالیف: شیخ عبدالرؤف ندوی، صفحات: 472
6. **نواقض اسلام:** تالیف: شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، ترجمہ: منتخب علماء کرام، صفحات: 294
7. **بھینس کی قربانی:** تالیف: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 280
8. **مختصر مسائل زکوٰۃ:** تالیف: شیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ، صفحات: 48
9. **صیام رمضان مختصر احکام ومسائل:** تالیف: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 132
10. **صحیح عقائد کی طرف رہنمائی:** تالیف: شیخ صالح بن فوزان، ترجمہ: عبدالتواب محمدی، صفحات: 496
11. **طالب علم کا زیور:** تالیف: علامہ بکر بن عبداللہ ابو زید، ترجمہ: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 112
12. **جدید مناہج کی حقیقت:** تالیف: ڈاکٹر صالح بن فوزان، ترجمہ: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 480
13. **جن وشیاطین: رقیہ مروجہ کے منکرات:** تالیف: شیخ محمد مقیم فیضیؒ، جلد اول صفحات: 912، جلد دوم صفحات: 888
14. **اختلاف امت اور فرقہ بندی (اردو):** تالیف: ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی، صفحات: 159
15. **اختلاف امت اور فرقہ بندی (انگلش):** تالیف: ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی، ترجمہ: حنا منیر قاضی، صفحات: 183
16. **حافظ صلاح الدین یوسف حیات وخدمات:** تالیف: ابوالمیزان، صفحات: 469
17. **خطبۂ صدارت: سماجی انصاف اور مذہبی رواداری کانفرنس (حج ہاؤس):** تالیف: مولانا عبدالسلام سلفی، صفحات: 27
18. **عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت:** تالیف: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 132
19. **نبی رحمت کے معجزات اور پیشینگوئیاں:** تالیف: محمد ناظم عبدالمجید، صفحات: 158
20. **فتنوں سے نجات کیسے؟:** تالیف: ڈاکٹر سلیمان الرحیلی، ترجمہ: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 126
21. **علماء کے حقوق:** تالیف: ڈاکٹر عبدالرحمن بن معلا، ترجمہ: شیخ عنایت اللہ مدنی، صفحات: 280
22. **ناموس مصطفی اور آپ کی نصرت وتائید:** تالیف: یوسف بن حسن الحماوی، ترجمہ: الطاف الرحمن سلفی، صفحات: 24
23. **قسم اور حلف اسلامی عقیدے کی روشنی میں:** تالیف:

مقصود الحسن فیضی، صفحات:80

24. **مقالات و مضامین بر حجیت حدیث:** تالیف: شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، تحقیق: عبدالاحد اُحسن جمیل آل عبدالرحمن، صفحات:544

25. **سلفی دعوت کے اصول:** تالیف: عبدالسلام بن برجس آل عبدالکریم، ترجمہ: ڈاکٹر اجمل منظور سنابلی مدنی، صفحات:72

26. **امتِ محمدیہ کے فضائل:** تالیف: ڈاکٹر عبدالقیوم محمد شفیع بستوی مدنی، صفحات:120

27. **منہج حق کی وضاحت اور فرقہ الاخوان المسلمون:** تالیف: ڈاکٹر ہشام بن عبدالملک بن عبداللہ بن محمد آل شیخ، ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ مدنی، صفحات:71

28. **اولاد کی تربیت میں کوتاہی:** تالیف: ڈاکٹر محمد ابراہیم الحمد، ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ مدنی، صفحات:123

29. **بدعات کی پہچان:** تالیف: ڈاکٹر محمد بن حسین بن حسن جیزانی، ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ مدنی، صفحات:284

30. **منہج سلف کا تحقیقی جائزہ:** تالیف: ڈاکٹر سلیمان الرحیلی، ترجمہ: ڈاکٹر محمد اجمل منظور مدنی، صفحات:312

8. شعبۂ تقسیم کتب: جمعیت کی شائع کردہ کتابوں کی مفت تقسیم کے علاوہ صوبائی جمعیت دیگر اداروں کی مطبوعات اور تراجم قرآن ان اداروں کے تعاون سے مسلسل تقسیم کرتی رہتی ہے۔

9. صوبائی جمعیت کا کلینڈر: صوبائی جمعیت پورے اہتمام کے ساتھ مفید معلومات اور مناسب دعاؤں پر مشتمل نہایت ہی خوشنما اور دیدہ زیب کلینڈر منظر عام پر لاتی ہے جس میں نماز کے اوقات بھی ہوتے ہیں، یہ کلینڈر جماعتی وغیر جماعتی احباب کی طرف سے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور اس کی کھپت ہزاروں کی تعداد میں ہوتی ہے مگر طلب اس سے بھی زیادہ رہتی ہے۔

10. رمضان کا ٹائم ٹیبل: یہ کام بھی صوبائی جمعیت کی طرف سے مستقل ہوتا ہے اور صوبائی جمعیت کے حلقوں میں بڑی تعداد میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

11. مجلہ الجماعۃ: صوبائی جمعیت نے ''الجماعۃ'' نامی پرچہ کا اجرا کیا تھا گذشتہ کئی سالوں سے الحمدللہ مجلہ تاریخ کی پابندی کے ساتھ مسلسل نکل رہا تھا۔ موضوعات کے تنوع اور زبان وبیان کی سلاست، تحقیق کے عمدہ معیار کی بنیاد پر یہ پرچہ اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ شیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ کی علالت ووفات اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے ایک فترے سے یہ موقوف تھا۔ جسے جاری کرنے کا پروگرام طے ہوا ہے الحمدللہ دورۂ تدریبیہ کی مناسبت سے آپ کے ہاتھوں میں اس کا خصوصی شمارہ ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بھی یہ آپ کے ہاتھوں میں پہونچتا رہے گا۔ وباللہ التوفیق

12. شعبۂ توصیات وتزکیات: صوبائی جمعیت مقامی وغیر مقامی مستحق اداروں کے لئے توصیات کا اجرا بھی مستقل طور پر کرتی رہتی ہے۔ اس سال سیکڑوں توصیات کا اجراء صوبائی جمعیت اہل حدیث کی آفس سے عمل میں آیا۔

13. جماعتی مسائل کے حل کی کوشش: مختلف مقامات پر کبھی کبھی جماعتی افراد کے درمیان نامناسب حالات پیدا ہوجاتے ہیں، جمعیت ان حالات کے خاتمے کے لئے پوری پوری کوشش کرتی ہے اور الحمدللہ اکثر وبیشتر اس کے نتائج بہت عمدہ اور خوش کن ہوتے ہیں۔

کبھی کبھی غیر جماعتی عناصر کی طرف سے جماعت اور افراد جماعت کے خلاف نامناسب سرگرمیاں بھی سامنے آتی ہیں، ایسے حالات میں جمعیت کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اشتعال کے بغیر نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل کو حل کیا جائے اور جمعیت ہر سطح پر اس کے لئے اپنی کاوشیں صرف کرتی ہے اور بحمد اللہ بہت

سے مسائل اسی طرح حل بھی ہوئے ہیں۔

14. صوبائی جمعیت کا ریلیف فنڈ: صوبائی جمعیت مختلف قدرتی آفات اور ناگہانی حالات میں شہر ممبئی اور ملک کے مختلف حصوں میں امداد کا کام کرتی ہے۔اس سال ملک کے مختلف حصوں میں سیلاب نے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلائی۔صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی نے سیلاب متاثرین کی امداد کے لیے تحریک شروع کی اور اس کا عمدہ نتیجہ برآمد ہوا، چپلون، کھیڑ، مہاڈ وغیرہ کے علاقوں میں طوفانی سیلاب کی وجہ سے روشنی کمیٹی کوکن کے اشتراک سے کافی لوگوں کو مدد پہنچائی گئی، اسی طرح رواں سال میں یوپی ضلع سدھارتھ نگر، میں آنے والے سیلاب کی وجہ سے وہاں کی ضلعی جمعیتوں کے تعاون سے متاثرین کی مدد کی گئی۔فللہ الحمد۔

ناگریز حالات میں موقع بہ موقع جمعیت انفرادی سطح پر بھی لوگوں کا مالی تعاون کرتی رہی ہے۔

15. شعبہ رفاہ عامہ: جمعیت اس کے ذریعہ اپنے وسائل کے مطابق بیماروں، ضرورتمندوں اور ناداروں کی ممکنہ مدد کرتی ہے۔

مکاتب کا تعاون: کئی مکاتب کے لئے مدرسین کی تنخواہوں میں بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

16. شعبہ مالیات: یہ شعبہ جمعیت کا اہم ترین شعبہ ہے کیونکہ پورے نظام کے قائم رکھنے اور تنخواہوں سے لے کر دیگر اخراجات تک کے لیے مال کی جو اہمیت ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اور مال کی فراہمی جیسا کہ ظاہر ہے انتہائی مشقت طلب کام ہے اور اس کے لیے مسلسل جدوجہد کی ضرورت رہتی ہے، امیر محترم اس سلسلے میں خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ احباب جماعت کے تعاون سے اس شعبہ کو فعال رکھنے کے لیے خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور اپنی ذاتی مصروفیات پر جماعتی ضرورتوں کو اکثر اوقات ترجیح دیا کرتے ہیں جس کا اجر انہیں اللہ تعالیٰ ہی عطا کرسکتا ہے۔

اس شعبہ کا حساب کتاب الحمدللہ اپ ڈیٹ رکھا جاتا ہے اور ہر سال آڈٹ کرا کے ریٹرن فائل کردی جاتی ہے اور قانونی تقاضوں کو بحمدللہ پورا کیا جاتا ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا سالانہ بجٹ تقریباً ساٹھ لاکھ (60,00,000) ہے۔

17. انٹرنیٹ پر جمعیت کی سرگرمیاں

1) جمعیت کی ویب سائٹ

2) www.ahlehadeesmumbai.org

فیس بک اکاؤنٹ :

3) subaijamiatahlehadeesmum

ٹویٹر اکاؤنٹ :

@JamiatSubai/twitter.com

4) یوٹیوب چینل :

SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

5) ایس ایم ایس الرٹ چینل: Jamiat

6) جمعیت کی واٹس اپ براڈ کاسٹ لسٹ۔ جس کے ذریعہ سیکڑوں افراد تک جمعیت کی سرگرمیاں اور دعوتی پیغامات ارسال کئے جاتے ہیں۔

علماء کے بیانات کی اعلیٰ معیار کی ریکارڈنگ کے لیے بہترین کوالیٹی کا کیمرا اور دیگر لوازمات خریدے گئے ہیں۔

18. مکتبہ : صوبائی جمعیت کی جانب سے جماعتی کتابوں کی فراہمی کے مقصد سے ایک مکتبہ جاری و ساری ہے۔اور اس میں مختلف موضوعات پر قیمتاً کتابیں دستیاب ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
November 2022

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com